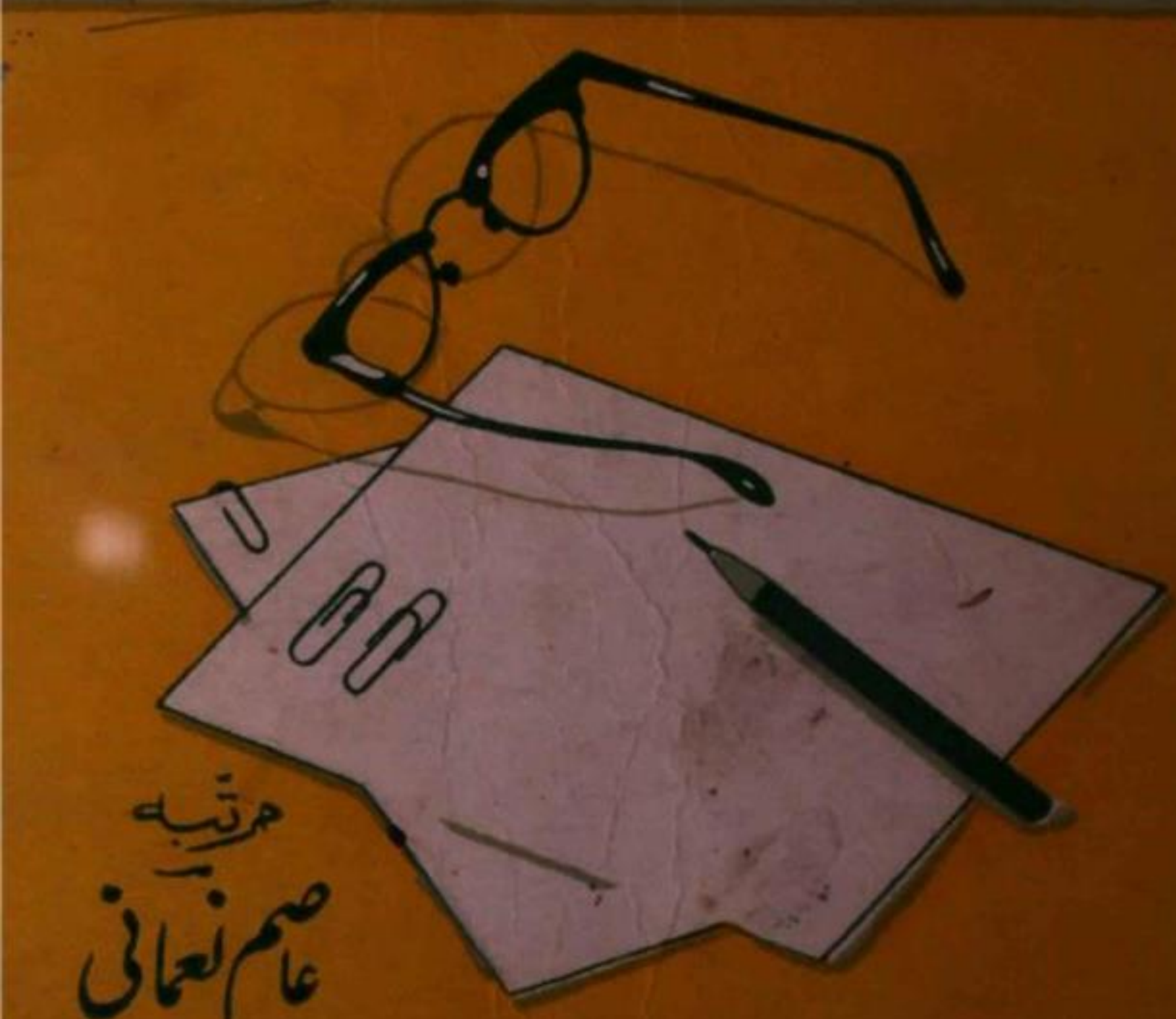
مکاتیب

سیّد ابوالاعلیٰ مودودی

حصہ دوم



مرتبہ

عاصم نعمانی

اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، لاہور۔

مکاتیب

سیّد ابوالاعلیٰ مودودی

حصّہ دوم

۲۶۶ غیر مطبوعہ خطوط کا مجموعہ

مرتبہ۔ عاصم نعمانی

اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ

۱۳۔ای شاہ عالم مارکیٹ لاہور (پاکستان)

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

طابع ——— اشفاق مرزا، مینجنگ ڈائریکٹر
ناشر ——— اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ
۱۳-ای، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

طابع:- امپرنٹ آفسٹ پرنٹرز-۸ ایبٹ روڈ-لاہور

اشاعت:

اوّل	نومبر ۱۹۷۲ء	۲۰۰۰
دوم	مارچ ۱۹۸۱ء	۱۱۰۰

قیمت ——— ۱۸-۰۰ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے مکاتیب حصہ اول کے بعد مکاتیب حصہ دوم کا مجموعہ ۱۹۷۲ء میں شائع ہوا تھا۔ اب اس کا دوسرا ایڈیشن قارئینِ کرام کے ہاتھوں میں ہے۔ پہلے مجموعہ میں ایک مفصل فہرست مضامین دے دی گئی تھی۔ اس مجموعہ میں فہرست مضامین کو انڈکس کی صورت میں مرتب کیا گیا ہے جو زیادہ آسان اور جدید طریقہ ہے۔

آئندہ کے لئے مکاتیب کے دونوں حصوں میں ایک خاص ترمیم کی گئی ہے کہ مکتوب الیہم کے نام حذف کر دیے گئے ہیں۔ اگرچہ نام حذف کر دینے سے بعض خطوں کا پس منظر سمجھنے میں مشکل پیش آسکتی ہے۔ مگر یہ کام بعض وجوہ کی بنا پر کیا گیا ہے۔

مرتب

①

دفتر ترجمان القرآن
خیرت آباد۔ حیدر آباد دکن
مورخہ ۱۱ جمادی الاولیٰ ۵۲ھ
۱۲ ستمبر ۱۹۳۳ء

مکرمی السلام علیکم

عنایت نامہ ملا۔ شکریہ۔ ہمارے کام میں دیانت و صداقت سب سے پہلا اصول ہے۔ اگر ہم بھی عام ارباب جرائد و رسائل کی طرح جھوٹ کو ذریعہ جلب زر بنائیں تو پھر ہمیں دوسروں کو قرآنی تعلیم کی طرف دعوت دینے کا کیا حق رہتا ہے۔ ہم پوری صداقت کے ساتھ آپ کو مطلع کرتے ہیں کہ ترجمان القرآن کی واقعی اشاعت اس وقت پونے چھ سو ہے پرچہ اس وقت ساڑھے سات سو چھپ رہا ہے۔ ترقی اشاعت کی رفتار اوسطاً ۵۰ ماہوار ہے۔ یہاں محکمہ امور مذہبی اور تعلیمات میں اس کی خریداری کے لیے تحریک کی جا چکی ہے۔ اور امید ہے کہ نئے فصلی سال کے آغاز سے (جس میں ایک مہینہ چند روز باقی ہیں) یہ دونوں محکمے کم از کم ۵ سو پرچے خریدنے لگیں گے۔

آپ کے اشتہار کی اشاعت دو صورتوں سے ترجمان القرآن میں ہو سکتی ہے۔

ایک یہ کہ آپ ایک سال کے لیے دو صفحہ کا اشتہار ہم کو دیں۔ ہم آرٹ پیپر کا ایک ورق چھپوا کر رسالے کے وسط میں لگا دیں گے۔ اس کا معاوضہ آپ کو بحساب ۵ھ فی صفحہ، ۱/۴ھ فی اشاعت کے حساب سے دینا ہوگا۔

دوسرے یہ کہ آپ خود اپنا اشتہار چھپوا کر ہمارے پاس بھیج دیں۔ ہم اپنے پرچہ میں اس کو بطور ضمیمہ کے شامل کرلیں گے۔ اس صورت میں اگر آپ ہم سے ایک سال کے لیے معاہدہ کریں تو ہم آپ سے عام فی اشاعت کے حساب سے جملہ ۳۰ لیں گے۔ آپ کو اندازاً دس ہزار ورق چھپوا کر بھیجنے ہوں گے۔ بعد میں ترقی اشاعت کی بنا پر اگر مزید ضرورت ہوئی تو آپ کو لکھ کر مزید اشتہارات منگوا لیے جائیں گے۔ ریلوے پارسل کا محصول آپ کے ذمہ رہے گا۔

نیاز مند

ابو الاعلیٰ

(۲)

لاہور

۳ر جنوری ۱۹۴۲ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ جماعت اسلامی کے تین طبقات میں سے[1] کسی طبقہ میں بھی ایسے لوگ نہیں آسکتے جو کانگریس، لیگ، اتحاد المسلمین، یا خاکسار جماعتوں میں شریک ہوں، یا ان تحریکوں سے دلچسپی رکھتے ہوں۔ ان تحریکوں میں سے کسی تحریک کے ساتھ دلچسپی رکھنے کے معنی ہی یہ ہیں کہ ان لوگوں کا ذہن ابھی تک یکسو نہیں ہوا ہے۔ وطن پرستی یا قوم پرستی کی الجھنیں ابھی دماغ میں موجود ہیں۔ دینِ حق کی اقامت کے نصب العین کو انہوں

---

[1] ابتدائی دور میں جماعت اسلامی کے اندر تین طبقے تھے۔ کئی سال بعد ایک طبقہ کم کر کے دو طبقے کر دیئے گئے۔

نے ابھی اچھی طرح سمجھا نہیں ہے۔ اور اِس ذہنی الجھاؤ کی وجہ سے اِس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ دو متضاد چیزوں کو بیک وقت نباہا جا سکتا ہے۔ ایسے لوگوں کا جماعت اسلامی میں داخل ہونا جماعت کے لیے صرف یہی نہیں کہ مفید نہ ہوگا بلکہ سخت مضر ثابت ہوگا۔ ان کا صحیح مقام جماعت کے اندر نہیں اس کے باہر ہے۔ باہر سے وہ ہمارے ساتھ جتنی اور جیسی ہمدردی کریں ہم ان کے شکر گزار ہوں گے۔ مگر جماعت کے اندر (تینوں طبقوں میں) تو وہی لوگ آ سکتے ہیں جو واضح طور پر جماعت اسلامی کا نصب العین وطریقِ کار اور دوسری جماعتوں کے نصب العین وطریقِ کار کا فرق سمجھ لیں اور پھر پوری طرح یکسو ہو کر اپنی فکر و عمل کو اِس جماعت کے نصب العین پر مرکوز اور اس کے طریقِ کار تک محدود کرنے کے لیے تیار ہوں۔ ایسے لوگ خواہ کتنی ہی کم تعداد میں ملیں بہر حال ہم کو صرف انہی کی ضرورت ہے۔ پراگندہ خیال لوگوں کی بھیڑ بھاڑ ہم جمع کرنا نہیں چاہتے۔

مقامی جماعت اسلامی کو دوسری جماعتوں اور تحریکوں کے ساتھ نہایت احتیاط کے ساتھ معاملہ کرنا چاہیئے۔ اس معاملہ میں ہماری پالیسی کے بنیادی نکات یہ ہیں۔

۱۔ ہمیں اُن سے لڑنا نہیں ہے۔ نہ کسی خاص جماعت کو مخالفت کا ہدف بنانا ہے نہ اُن کے ارکان سے مباحثے اور مناظرے کرنے ہیں۔

۲۔ اصولی طور پر ہم ان کے نصب العین وطریقِ کار کو جن وجوہ سے غلط اور اپنے نصب العین وطریق کار کو جن وجوہ سے حق سمجھتے ہیں ان کی توضیح ہم ہر اس شخص کے سامنے

کر دیں گے جو ہماری تحریک کو سمجھنے کا خواہشمند ہو۔ اور جب وہ بحث برائے بحث پر اُتر آئے گا تو معافی چاہیں گے۔

۳- دوسری جماعتوں میں سے کوئی اگر صحیح دینی کام کرے (مثلاً تعلیم القرآن یا اصلاحِ عقائد یا دعوت الی اللہ) تو ہم کو ایسے کسی کام میں ان کے ساتھ تعاون کرنے میں کوئی تامل نہ ہوگا۔ لیکن ہم یہ بات واضح کر دیں گے کہ ہمارا تعاون صرف اسی کام کی حد تک ہے اور صرف اُسی وقت تک ہے جب تک یہ خالصتاً للہ ہو۔ ورنہ جب اس قسم کے کاموں کو محض پروپیگنڈے کے لیے کیا جائے گا یا جب اسلام کے ساتھ جاہلیت کے عناصر کی بھی آمیزش کی جانے لگے گی تو ہم تعاون سے دست کش ہو جائیں گے۔

حیدر آباد میں اس تحریک کا کام ہندوستان کے دوسرے حصّوں کی بہ نسبت زیادہ مشکل ہے۔ اول تو سب سے بڑی مشکل وہاں ہمارے راستہ میں یہ حائل ہے کہ وہاں جاہلیت کی مسندِ ریاست پر مسلمان خاندان متمکن ہے اور جاہلی حکومت کا اقتدار مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ یہ چیز ہمیشہ فریب دینے والی ثابت ہوئی ہے، اور آج بھی حیدر آباد میں اسلام کا دم بھرنے والوں کو عموماً مبتلائے فریب کر رہی ہے۔ جہاں جاہلیت کی حکومت کو کفار چلا رہے ہوں وہاں اسلامی انقلاب کی دعوت لوگوں کی سمجھ میں نسبتاً زیادہ آسانی کے ساتھ آجاتی ہے۔ مگر جہاں یہی کام مسلمان کر رہے ہوں اور کچھ نمائشی طور پر "دھرم" کی سرپرستی اور "دھارمک" لوگوں کی "سیوا" بھی ہو رہی ہو، وہاں اسلامی انقلاب کا صحیح تصور مشکل ہی سے لوگوں کے ذہن میں اُترتا ہے۔ دوسری بڑی مشکل یہ درپیش ہے کہ حیدر آباد میں ایسے لوگ گویا ناپید ہیں جو کسی حیثیت سے بھی حکومت کے متوسل نہ ہوں صحیح الخیال دیندار اور نیک نیّت اصحاب وہاں مل تو سکتے ہیں مگر ان کا کچھ نہ کچھ تعلق حکومت کے ساتھ ضرور لگا ہوا ہے اور اس وجہ سے وہ صف اول میں نہیں آسکتے حالانکہ تحریک اسلامی کی اصل کارکن طاقت صف اول کے لوگ ہی ہو

سکتے ہیں۔ دوسری اور تیسری صف کے لوگ تو زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتے ہیں کہ پیچھے رہ کر آگے کام کرنے والوں کی مدد کرتے رہیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۳)

لاہور

مارچ ۴۱ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ اصطلاح میں بیعت سے مراد اطاعت اور پیروی کا اقرار ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ وہ بیعت جو کسی خاص موقع پر کسی خاص معاملہ کے لیے ہو۔ جیسے بیعت الرضوان تھی کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی افواہ سن کر حضورؐ نے اہل مکہ سے جنگ کا ارادہ فرمایا اور اس وقت صحابہ کرام سے اس امر پر بیعت لی کہ وہ پیش آمدہ مہم میں آپ کے ساتھ جان فروشی کریں گے۔

۲۔ دوسری وہ بیعت جو تزکیۂ نفس اور اصلاح اخلاق و روحانیت کی نیت سے ایک مرشد و معلم اُس شخص سے لیتا ہے جو اس کے پاس تربیت حاصل کرنے کے لیے آئے۔ یہ وہ بیعت تھی جو بالعموم اُس شخص کو کرنی پڑتی تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ایمان لاتا تھا۔ آپ اُس سے اقرار کراتے تھے کہ وہ شرک، زنا، چوری وغیرہ سے پرہیز کرے گا، اور جو احکام خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ پہنچائیں گے ان کی اطاعت کرے گا۔ اس بیعت کے لینے کا حق یا تو نبی کو پہنچتا

ہے یا اس شخص کو جو نبی کے طریقہ پر ہو۔ یعنی طریقۂ نبوی کا صحیح علم بھی رکھتا ہو، اس پر خود بھی عامل ہو اور بیعت لینے سے اصلاح و ارشاد کے سوا قطعاً کوئی دوسری نیت نہ رکھتا ہو۔

۳- تیسری بیعت وہ ہے جو اسلامی جماعت کے امیر یا امام کے ہاتھ پر کی جاتی ہے۔ اُس کی نوعیت یہ ہے کہ جب تک امیر یا امام اللہ اور رسول کا مطیع ہے اس وقت تک جماعت کے تمام ارکان پر اُس کی اطاعت فرض ہے "من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ" اور دوسری تمام احادیث میں جس بیعت کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے ان میں سے مراد تیسری بیعت ہے، کیونکہ اس پر اسلامی جماعت کی زندگی اور اس کے نظام کا قیام منحصر ہے۔ اس سے الگ ہونے یا الگ رہنے کے معنی یہ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس مقام کے لیے تشریف لائے تھے اور جس امرِ عظیم کا بار آپؐ امت پر چھوڑ گئے ہیں اس کو نقصان پہنچایا جائے یا ختم کر دیا جائے۔

صوفیائے کرام میں جو بیعت رائج رہی ہے وہ دوسری قسم کی ہے، اور وہ کوئی ضروری چیز نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص دین کا علم حاصل کرے اور احکام کو سمجھ کر ان کی پیروی کرنے کی کوشش کرے، بغیر اس کے کہ کسی روحانی مربی کی بیعت اس کی گردن میں ہو، تو وہ نہ کوئی گناہ کرتا ہے نہ آخرت میں اس سے کوئی باز پرس اس امر کی ہوگی کہ اس نے کسی پیر کا ہاتھ کیوں نہیں پکڑا۔ البتہ اگر کوئی دیندار متبع شریعت صاحبِ اخلاقِ فاضلہ شخص اس کو مل جائے جس کی زندگی کو دیکھ کر اسے یقین ہو جائے کہ فی الواقع وہ جانشینِ پیمبر ہونے کا شرف رکھتا ہے، تو اس کے ہاتھ پر بیعت کر لینا فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ بشرطیکہ بیعت کرنے والا خود بھی دین کا علم رکھتا ہو، اور

اپنے شیخ کا اندھا مقلد نہ ہو اور شیخ سے بشری کمزوری کی بنا پر اگر شریعت کے خلاف کچھ باتیں سرزد ہو جائیں تو مرید عقیدت مندی میں اُن غلط باتوں میں بھی شیخ کی پیروی کرتا نہ چلا جائے۔ رہی موجودہ زمانہ کی پیری مریدی جس میں اصلاح و ارشاد کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا بلکہ بزرگوں کی گدیوں پر بیٹھ کر ان کے نالائق بے علم بداعمال جانشین اللہ کے بندوں کو اپنا بندہ بناتے ہیں، اور لوگوں کو اس دھوکہ میں ڈالتے ہیں کہ بس ہمارا ہاتھ پکڑ لینے کے بعد تمہارے لیے جنّت واجب ہو جائے گی، اور مریدوں سے اس طرح نذرانے وصول کرتے ہیں کہ گویا کہ وہ زمیندار ہیں اور اپنے اسامیوں سے لگان وصول کر رہے ہیں، تو ایسی پیری مریدی کا واجب ہونا تو درکنار، یہ جائز بھی نہیں ہے۔ یہ تو ایک مصیبت ہے بلکہ میرے نزدیک اس کا شمار کبائر میں ہے۔ میں ان پیروں کو بدترین مجرم اور ان کے مریدوں کو سخت گمراہ سمجھتا ہوں۔ اگر میرے ہاتھ میں طاقت ہوتی تو میں بجبر اس گمراہی کو روک دیتا۔

اعتقاد اور عمل دو مختلف چیزیں ہیں۔ لیکن دونوں ایک دوسرے کے ساتھ غیر منفک تعلق رکھتی ہیں۔ اعتقاد نام ہے اُس رائے یا خیال کا جس پر آدمی پختگی کے ساتھ قائم ہو۔ اور اُس رائے یا خیال کے مطابق کام کرنے کا نام عمل ہے۔ ان دونوں کو ایک نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن یہ دونوں مل کر ایک زندگی بناتے ہیں، اور صحیح اعتقاد اور عمل میں مطابقت کا نام ہی اسلامی زندگی ہے۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۴)

لاہور

۷ر جون ۱۹۴۱ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں سری نگر گیا ہوا تھا۔ واپسی پر آپ کا عنایت نامہ ملا۔

میں حضرت قطب الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہوں اس لیے اپنے آپ کو مودودی لکھتا ہوں۔ یہ کسی نشرِ عام یا تشہیر کے لیے نہیں ہے اور نہ اس سے کوئی فائدہ اٹھانا مقصود ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو شعوب اور قبائل میں تعارف و امتیاز کے لیے تقسیم کیا ہے۔ اس لیے میں جس قبیلہ کا ہوں محض اس کا اظہار کرتا ہوں۔ "مودودی" کسی مسلک یا مذہب کا نام نہیں ہے کہ مجھ پر وہ اعتراض وارد ہو سکے جو ڈاکٹر اشرف[1] پر وارد ہوتا ہے۔

آپ نے نہ تو میرے اُن فقروں کا حوالہ دیا جن کی بنا پر آپ کا یہ خیال ہے کہ میں "بزرگانِ دین سے بدعقیدہ" ہوں اور نہ اس عقیدہ ہی کی تشریح فرمائی جو آپ کے نزدیک بزرگانِ دین کے بارے میں رکھنا ضروری ہے اور جس کے لحاظ سے میں بدعقیدہ ہو گیا ہوں۔ براہِ کرم اِن دونوں امور پر کچھ روشنی ڈالیں تاکہ میں بھی کچھ عرض کر سکوں۔ آپ کے عنایت نامہ سے میں بالکل نہیں سمجھ سکا کہ آخر وہ فرد جرم کیا ہے جس پر میں ماخوذ کیا گیا ہوں۔ بلکہ مجھے یہ شبہ ہے کہ شاید آپ نے میرے مضمون

---

[1] ایک مشہور کمیونسٹ۔

کو پوری طرح ٹھنڈے دل سے پڑھا بھی نہیں ہے۔ عموماً یہ قاعدہ سا ہو گیا ہے کہ جب کسی شخص کو کسی مضمون میں اپنے مذاق کے خلاف کوئی چیز نظر آجاتی ہے تو پھر سارے مضمون کو مجروح جذبات کی نگاہ سے دیکھا جانے لگتا ہے اور ٹھنڈے دل سے یہ غور کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی کہ کہنے والا کیا کہہ رہا ہے۔

آپ کو شاید یہ معلوم نہیں ہے کہ میں خود اس خاندان سے ہوں جس میں ایک ہزار برس سے سلسلۂ بیعت و ارشاد جاری رہا ہے۔ مجھے اس کے تمام اچھے اور بُرے پہلوؤں کا براہ راست مطالعہ کرنے کا موقع ملا ہے۔ اور کسی بیرونی آدمی کی طرح تعصب کے ساتھ میں نے اسے نہیں دیکھا ہے بلکہ قدرتی طور پر اس کے متعلق میرا نقطۂ نظر ہمدردانہ رہا ہے۔ اس کے بعد اگر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلام کے دوسرے اداروں کی طرح یہ ادارہ بھی انحطاط کا شکار (Degenerate) ہو گیا ہے اور اس میں بہت کچھ رد و بدل کی ضرورت ہے تو یہ کسی بیرونی دشمن کی رائے نہیں ہے بلکہ گھر کے دوست کی رائے ہے جو محض حق پرستی کی بنا پر ظاہر کی گئی ہے۔ اگر حق میرے پیشِ نظر نہ ہوتا تو میرے لیے بہت آسان تھا کہ خود اپنے خاندان کی گدی سنبھال کر بیٹھتا اور مشیخت کا رنگ جما کر ہاتھ پاؤں چومنے والے اور نذریں گزارنے والے بہت سے حضرات کو اپنے گرد جمع کر لیتا۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

۵

لاہور

۲۸ر جون ۱۹۴۲ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ ملا۔ الحمد للہ کہ آپ کی غلط فہمی کسی حد تک رفع ہو گئی۔ اصل یہ ہے کہ ایک چیز تو طریقۂ بیعت و ارشاد کی روح ہے اور دوسری چیز وہ خاص ہیئت و شکل ہے جس میں یہ طریقہ صدیوں سے متوارث چلا آرہا ہے۔ جہاں تک اس کی اصلی روح کا تعلق ہے وہ بالکل برحق، صحیح اور پاک ہے۔ مگر جہاں تک اس کی ہیئت و شکل کا تعلق ہے وہ گمراہ کرنے والے پیروں اور جاہل مریدوں کے غلط طرزِ عمل کی وجہ سے اس قدر انحطاط کی شکار (Degenerate) ہو گئی ہے اور اس کے ساتھ کچھ دوسرے خراب لوازم (Association) اس قدر خلط ملط ہو گئے ہیں کہ اصل روح نہ صرف یہ کہ اس کے اندر باقی نہیں رہی بلکہ جہاں نیک نیت لوگ اس ہیئت و شکل میں کوئی صحیح خدمت بھی کرتے ہیں وہاں بھی بہت جلدی اس کے خراب لوازم (Association) عود کر آتے ہیں۔ اس بنا پر میری یہ رائے ہے کہ پیری مریدی کی وہ خاص شکل بدل دی جائے اور اس کے بجائے ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے جس میں سلسلۂ بیعت و ارشاد کی اصل روح تو موجود ہو مگر وہ خراب لوازم اور ابتلافات نہ ہوں۔ میں نے بہت غور و خوض کے بعد جو صورت تجویز کی ہے وہ یہ ہے کہ اولاً ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت نہ لی جائے بلکہ صرف زبانی عہد لیا جائے جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے لیا کرتے تھے۔ ثانیاً سلسلہ کسی شخص کی طرف منسوب نہ ہو بلکہ

"اسلام" کی طرف منسوب ہو تاکہ شخصِ خاص کی وابستگی آگے چل کر شخصیت پرستی تک نہ پہنچ سکے۔ ثالثاً تزکیۂ نفس اور اجرائے احکام اور اقامت نظم وانضباط وغیرہ کا کام جس شخص کے ہاتھ میں ہو وہ اس کی ذاتی حیثیت میں نہ ہو بلکہ جماعت کا سردار ہونے کی حیثیت میں ہو۔ حتیٰ کہ جب ایک شخص سردار نہ رہے اور دوسرا شخص اس کی جگہ آئے تو لوگوں کی اطاعت و وابستگی بھی پہلے شخص سے ہٹ کر دوسرے شخص کی طرف منتقل ہوجائے۔ نہ یہ کہ لوگ اُسی شخصِ خاص کے گرویدہ رہیں جس کے امر پر ابتدا میں انہوں نے عہد کیا تھا۔ یہ دونوں باتیں خلفائے راشدین کے دَور کی تنظیم سے میں نے اخذ کی ہیں۔ ان کے مبارک دَور میں اسلامی جماعت اسلام کی طرف منسوب تھی نہ کہ صدیق یا فاروق یا عثمان یا علی رضی اللہ عنہم کی طرف۔ اسی طرح لوگوں کی وابستگی شخصِ صدیق یا شخصِ فاروق سے نہ تھی بلکہ امیر المومنین سے تھی جو بھی وقت کا امیر ہو۔ اور اطاعت نظام کی تھی نہ کہ شخصِ خاص کی۔

آپ نے "جماعت اسلامی" میں اپنے آپ کو تیسرے درجہ کی ممبری کے لیے پیش کیا ہے۔ اللہ آپ کو درجہ دوم بلکہ درجہ اول تک ترقی کرنے کی توفیق بخشے۔ جو شرائط میں نے تشکیل جماعت کے سلسلہ میں بیان کر دی ہیں مجھے امید ہے کہ آپ نے پوری طرح ان کو ذہن نشین کر لیا ہوگا اور میں دعا کرتا ہوں کہ جس درجہ کی ممبری آپ قبول فرما رہے ہیں اس کی شرائط پر قائم رہنے کی طاقت اللہ تعالیٰ آپ کو عطا فرمائے۔ میں آپ کو اللہ سے ڈرنے اور اس کی رضا چاہنے اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں۔ ہر حال میں اللہ اور اس کے رسول کے وفادار رہیے کہ اللہ کے فضل سے آپ کو اتنی قوت مِل جائے کہ جو وفاداری بھی کسی وقت اللہ اور اس کے

رسولؐ کی وفاداری کے منافی ہو اُس کو آپ قربان کر سکیں۔ خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۶)

لاہور
۹ ستمبر ۱۹۴۱ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ اجتماع کے قریب زمانہ میں ملا تھا۔ اس کے بعد ایسی مصروفیت رہی کہ جواب دینے کی فرصت نہ ملی۔

سید مرتضیٰ صاحب کے معاملہ میں بڑی مشکل یہ ہے کہ وہ اُردو نہیں جانتے۔ انگریزی میں اسلام کے متعلق صحیح معلومات اس قدر کم ہیں کہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے ان کو اُردو پڑھائی جائے تاکہ اُردو میں جو ذخیرہ علم ہے اس سے وہ استفادہ کر سکیں۔ اِس دوران میں وہ حسبِ ذیل کتابیں پڑھیں۔

پکتھال کا ترجمۂ قرآن۔ اس کو پڑھتے وقت جو سوالات ان کے ذہن میں پیدا ہوں انہیں نوٹ کریں اور آپ سے دریافت کر لیا کریں۔

میری کتاب دینیات کا انگریزی ترجمہ۔ یہ چیز قرآن کے لیے بطور مقدمہ کے کام دے گی اس کو پڑھ کر قرآن کے بہت سے مقامات خود بخود ان کی سمجھ میں آ جائیں گے۔

ہٹی کی (History of Arabs)۔ یہ تاریخ اسلام سے کسی حد تک ان کو واقف کر دے گی۔ مستشرقین کی کتابوں میں بہت غنیمت کتاب ہے، لیکن پہلے

متنبہ کر دینا چاہیے کہ یہ سخت متعصب عیسائی ہے۔

سیرت النبیؐ پر تین چار کتابیں بھی ان کو پڑھ لینی چاہئیں ۔اگرچہ کوئی کتاب بھی بالکل قابلِ اطمینان نہیں ہے ۔تاہم ایک نقشہ ان کے ذہن میں آجائے گا۔ الفاروق کا انگریزی ترجمہ (Omar the Great) کے نام سے ہوگیا ہے۔ اسے بھی دیکھ لیں۔

مگر ان کو ہدایت کر دیجیے کہ ابھی کسی معاملہ میں قطعی رائیں قائم نہ کریں بلکہ معلومات کا ذخیرہ جمع کرتے جائیں۔ زیادہ صحیح نتائج پر وہ اس وقت پہنچ سکیں گے جب اُردو پڑھنے کے بعد اُردو کے ذرائع معلومات ان کے دست رس میں آ جائیں گے۔

اسلامیہ کالج سے میرا تعلق منقطع ہوئے ایک سال ہوگیا ہے۔ وہاں اب ان کے لیے کوئی موقع نہیں ہے۔ سیّد مرتضیٰ صاحب نے الگ بھی مجھے ایک خط لکھا ہے۔ میری طرف سے ان کو سلام پہنچا دیجیے اور یہ فرما دیجیے کہ جو باتیں آپ نے لکھی ہیں ان کا جواب اسی خط میں آگیا ہے ۔اس لیے کم فرصتی کے باعث مَیں آپ کو الگ جواب نہیں لکھ رہا ہوں۔ امید ہے کہ آپ کو شکایت نہ ہوگی۔

انہوں نے اپنے خط میں مجھ سے تصوّف کے بارے میں سوال کیا ہے۔ آپ انہیں سمجھا دیجیے کہ ابھی اسلامی تصوّف کا سمجھنا ان کے لیے مشکل ہوگا۔ لہٰذا فی الحال اس مسئلہ کی طرف توجہ نہ کیجیے۔ شانتی نکیتن میں رہنے کی وجہ سے اُن کے ذہن میں ہندو فلسفہ کے اثرات غیر محسوس طور پر بیٹھ گئے ہوں گے اور ان کے لیے تصوف اور ہندو فلسفہ کو خلط ملط کر دینے کا خطرہ لاحق ہوگا۔ اس لیے جب تک

اسلام کا ایک واضح تصور ان کے ذہن میں نہ پیدا ہو جائے ان کو تصوف پر کچھ سوچنے سے روک دینا ہی مناسب ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۷)

لاہور

۲۸ جنوری ۱۹۴۲ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ ملا مجھے جیّدھا و ردّیھا سواء کے مسئلہ میں اس امر سے تو اختلاف نہیں ہے کہ کھجور، آم، گیہوں اور اس قسم کی دوسری چیزوں کے قلیل المقدار مبادلہ میں جیّد (عمدہ) اور ردی کا لحاظ نہ کرنا چاہیے، کیونکہ ان چیزوں میں جودت و ردارت کا فرق کچھ زیادہ نہیں ہوتا، اور ایسے چھوٹے فرق پر نگاہ رکھنا تنگ نظری ہے۔ لیکن زیادہ قیمتی چیزوں میں جودت و ردارۃ کا فرق بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ مثلاً ایک سونا ۲۲ روپے تولہ کا ہے اور دوسرا ۳۲ روپے تولہ کا۔ انہیں کس طرح مساوی قرار دیا جا سکتا ہے؟ بالفرض ایک شخص ۲۲ روپے تولہ کا سونا دے کر ۳۲ روپے تولہ کا سونا لینا چاہتا ہے۔ اگر ان کے درمیان تفاضل کو آپ ناجائز قرار دیں اور مساوی مقدار ہی میں مبادلہ ہونے پر اصرار کریں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ پہلا شخص دوسرے شخص سے بقدر دس روپیہ فی تولہ فائدہ اٹھا لے جائے گا۔ کیا یہ سود نہ ہوا؟ اب یا تو آپ یہی فیصلہ کر دیں کہ متجانس اشیاء کا مبادلہ سرے سے ہونا ہی نہ چاہیے۔ یا نہیں تو آپ،

جیّد اور ردی کے فرق کی صورت میں بطریقِ معروف تفاضُل کو جائز تسلیم کرنا ہوگا۔

اور کھجور، آم، گیہوں وغیرہ میں بھی روزمرّہ کے معمولی مبادلات ہی میں جیّد اور ردی کے فرق کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ ورنہ بڑی مقداروں میں جو تجارتی مبادلات ہوتے ہیں، ان کے اندر تو جیّد اور ردّی کے فرق کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اس صورت میں تفاضُل نہیں بلکہ مساوات ربٰو ہو جائے گی۔ مثلاً ایک شخص سَو من تخمی آم دے کر اُن کے معاوضہ میں قلمی آم لینا چاہتا ہے۔ کیا آپ قلمی آم والے سے یہ کہیں گے کہ تو ان کے بدلے میں ۱۰۰ من ہی قلمی آم دے؟ اس طرح تو جیّد اور ردّی کی قیمت میں سینکڑوں روپے کا بَل پڑ جاتا ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ چیز متحد الجنس و متفاوت القدر اشیاء کے مبادلہ کا دروازہ ہی بند کر دینے والی ہے۔

اسی طرح اگر یہ مان لیا جائے کہ صنعت متقوّم نہیں ہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ڈیڑھ سیر فولاد اور اسی وزن کا ایک پستول، دونوں مساوی القدر ہیں اور دونوں کا مبادلہ مساوات کے ساتھ ہونا چاہیے۔ یا ۵۰ من لوہا اور اسی وزن کا ایک انجن مساوی القدر ہیں، اور اگر کوئی کارخانہ دوسرے کارخانے کو روپے کی شکل میں انجنوں کی قیمت دینے کے بجائے لوہا فراہم کر کے انجن لینا چاہے تو اُسے انجنوں کے ہم وزن ہی لوہا دینا ہوگا۔ ایسے مبادلہ میں مساوات سود ہوگی یا تفاضل؟ یہ دونوں ایسے مسئلے ہیں جن میں عقل بداہتہً یہ حکم لگاتی ہے کہ مساوات غلط اور تفاضُل صحیح ہے، مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بڑے بڑے فقہاء کی نظر سے یہ بات کیسے چوک گئی۔ آج دنیا میں بڑے بڑے ملکوں کے درمیان مبادلہ بذریعۂ زر نہیں بلکہ بذریعہ اشیاء ہو رہا ہے۔ ایک ملک لاکھوں من لوہا دیتا ہے اور ان کے معاوضہ میں دوسرے ملک سے ہزارہا

انجن خریدتا ہے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ لوہے اور انجنوں کا تبادلہ ہموزن ہونا چاہیے تو دنیا ہم پر ہنسے گی اور ہماری شریعت کا مذاق اُڑائے گی۔

آپ خود بھی اس مسئلے پر غور فرمائیں اور اگر فقہاء کے اقوال کی صحت پر کوئی دلیل معلوم ہو تو مجھے بتائیں۔ مجھے تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ جن روایات پر اس استنباط کی بنا قائم کی گئی ہے ان کے سمجھنے ہی میں ان حضرات سے چوک ہو گئی ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۸)

دارالاسلام۔ پٹھان کوٹ

۲۳ر نومبر ۱۹۴۲ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کی علالت کی خبر پڑھ کر تشویش ہوئی۔ اللہ آپ کو جلد صحت عطا فرمائے۔

تبلیغ کا کام کرنے والوں کی پہلی صفت صبر ہونی چاہیے۔ کسان کی طرح ایک عرصہ تک زمین [illegible] دنا ہوتا ہے پھر اسے جھاڑ جھنکاڑ سے صاف کیا جاتا ہے۔ پھر آبپاشی ہوتی ہے۔ پھر بیج ڈالا جاتا ہے۔ تب کہیں جا کر ننھے ننھے پودے اُگتے ہیں۔ اور پھر ایک مدت کی نگہداشت اور خدمت کے بعد وہ کسان کو حاصل دیتے ہیں۔ یہ کام کتنا صبر چاہتا ہے اگر پہلے دن ہل چلاتے ہی کسان یہ سوچنے لگے کہ مجھے آج ہی

فصل کیوں نہیں حاصل ہوئی حالانکہ مَیں ہَل چلاتا رہا ہوں تو اس کی ہمت جواب دے جائے گی۔

ہمیں جو زمین کاشت کے لیے ملی ہے اس میں برسوں سے ہَل نہیں چلایا گیا۔ ایک چٹیل میدان ہے جس میں جابجا دوب، سرکنڈا، اور کانٹے دار جھاڑیاں اُگی ہوئی ہیں۔ اس سے فصل حاصل کرنے کے لیے تو طویل محنت کی ضرورت ہے۔ کام کیے جائیے اور نتیجہ خدا پر چھوڑ دیجیے۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۹)

دارالاسلام۔ پٹھان کوٹ
۲۲ر جنوری ۱۹۴۳ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ بہت عرصے سے آیا ہوا تھا۔ مَیں نے عدیم الفرصتی اور کثرت کار کی وجہ سے اسے ایک طرف رکھ دیا تھا۔ پھر کاغذات میں خلط ملط ہو گیا۔ اب تلاش کے بعد ملا اور جواب لکھوا رہا ہوں۔ میرے پیشِ نظر جو نصاب تعلیم ہے اس کا سرسری خاکہ تو بن چکا ہے۔ مگر اس خاکہ پر کتابیں مرتب کرنے کا کام ابھی ہے۔ میری اسکیم یہ ہے کہ ایک ابتدائی ماڈل اسکول قائم کروں۔ اس میں اپنے منتخب کردہ استاد جو میرے نظریہ تعلیم کو اچھی طرح سمجھ چکے ہیں مقرر کروں اور یہ لوگ باہمی مشورے سے اسباق لکھتے جائیں اور ان کو عملاً پڑھا کر تجربہ کرتے جائیں۔ جب عملی تجربہ سے یہ بات ثابت

ہو جائے گی کہ یہ نیا نصاب درست ہے تب انہی اسباق کو جمع کر کے کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے گا۔ اس کام کے لیے مَیں نے استاد منتخب کر لیے ہیں اور کام کا ایک نقشہ بن چکا ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ جنگی حالات کی وجہ سے اس وقت درسگاہ قائم کرنے میں سخت موانع درپیش ہیں۔ ذرا حالات درست ہوں تو پہلی فرصت میں اس کام کو شروع کر دوں گا۔

مارکیٹ میں جو کتابیں ہیں مَیں ان سے مطمئن نہیں ہوں۔ اس لیے نیا نصاب تیار کرانے کی فکر میں ہوں۔ میرے لیے موجودہ کتابوں سے کسی کی سفارش کرنا مشکل ہے۔ سردست تو میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ جب تک میرا پہلا تجربہ کامیاب نہ ہو جائے آپ حضرات جیسی بھلی یا بری تعلیم کا انتظام خود کر سکتے ہوں کر لیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۰)

دارالاسلام۔ پٹھان کوٹ

یکم ستمبر ۱۹۴۳ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ ..... صاحب اور دوسرے حضرات کے طرزِ عمل کے متعلق آپ نے جو کچھ لکھا ہے اسے پڑھ کر افسوس ہوا۔ سوائے اس کے کہ "یلیت قومی یعلمون" کہا جائے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ یہ لوگ سیاسی جتھے بندی کے تعصب میں اس بات کو بھول گئے ہیں کہ ہم جو کچھ کرنا چاہتے ہیں اور جس مقصد کے لیے کرنا چاہتے

13668

ہیں اس سے کسی مسلمان کو بغض یا عناد رکھنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ اور جس وجہ سے ہم نے ان کی جماعتوں کو ناکافی سمجھ کر اپنے لیے یہ راستہ اختیار کیا ہے وہ بھی کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر یہ لوگ ناراض ہوں۔ بہر حال آج اگر یہ لوگ نہیں سمجھتے کل سمجھیں گے۔ نادانی کی وجہ سے جو کچھ یہ کر رہے ہیں اس پر صبر کرنا چاہیے۔ آپ کا اور دوسرے رفقاء کا رویّہ حلیمانہ اور شریفانہ ہونا چاہیے۔ کسی کی اشتعال انگیزی پر مشتعل نہ ہوں۔ غلط الزامات پر سکوت اختیار کریں۔ یا حد سے حد صرف سادہ اظہار حقیقت پر اکتفا کریں۔ بدزبانی کا جواب حسنِ کلام سے اور کج خلقی کا جواب حسنِ اخلاق سے دیتے جائیں۔ اگر آپ لوگ اپنی انسانیت کو اپنے طرزِ عمل سے ان کی انسانیت کے مقابلے میں بالاتر ثابت کر دیں تو نہ صرف یہ کہ آخری کامیابی آپ ہی کو ہو گی بلکہ بعید نہیں کہ خود ان لوگوں کے دل بھی تبدیل ہو جائیں۔

امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۱۱)

دارالاسلام۔ پٹھان کوٹ
۲ ستمبر ۱۹۴۳ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ اصحابِ قبور کے ساتھ جو معاملہ ہمیں کرنا چاہیے کیا اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات اور اپنے عمل سے ہمارے لیے

کوئی ہدایت چھوڑی ہے یا نہیں ؟ اگر ہدایت چھوڑی ہے تو کیا وہ یہی ہے کہ ہم زندوں کی طرح اُن کے پاس جاکر بیٹھیں اور ان سے کہیں کہ "آپ کو خدا کے ہاں تقرب حاصل ہے، آپ کی دعا مقبول ہے، ہمارے لیے بھی دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی محبت کی راہ ہمارے لیے آسان فرمادے اور جس طرح کا فضل اُس نے آپ پر کیا ہے کیا عجب کہ آپ کی دعا کی برکت سے ایسا ہی فضل ہم گناہ گاروں پر بھی فرمائے"؟ اور یہ کہ ان کے باقاعدہ عرس منائے جائیں۔ مقررہ اوقات میں لوگ کھنچ کھنچ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوں وغیرہ وغیرہ۔ احادیث کا شاید کوئی مجموعہ ایسا نہیں ہے جس میں تفصیل کے ساتھ وہ روایات جمع نہ ہوں جو قبور اور اصحاب قبور کے متعلق حضورؐ کی ہدایات پر مشتمل ہیں۔ ان سب کا جائزہ لے کر کوئی صاحب ان باتوں کا ثبوت فراہم کر دیں۔ اور اگر ان باتوں کا کوئی ثبوت فراہم نہیں کر سکتے تو آخر حضورؐ کی عملی اور قولی ہدایات سے تجاوز کر کے اپنے استدلالوں اور اپنی مرضی و پسند سے ان چیزوں کا اضافہ کس حق کی بنا پر کر لیا گیا ہے ؟ کیا وجہ ہے کہ زیارت قبور کے متعلق اُن ہدایات پر اور اصحابِ قبور کے متعلق اُس نقطۂ نظر پر جو حدیث اور قرآن سے مُستفاد ہوتا ہے اکتفا نہ کیا جائے اور کچھ مزید عقیدے اور مزید طرزِ عمل اپنی طرف سے ایجاد کیے جائیں ؟ پھر جب کہ صدیوں کے علمی اور اعتقادی انحطاط کی بدولت قبور اور اصحابِ قبور کے متعلق عام طور پر مسلمانوں کے اندر ایسی صریح اعتقادی اور عملی گمراہیاں پھیل چکی ہیں جو شرک کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں اور جن کا مشاہدہ آج ہر مشہور بہ ولایت بزرگ کی قبر پر ہو رہا ہے، اُن کو دیکھتے ہوئے کیا کسی متبعِ احکامِ خدا اور رسول کا یہی کام ہے کہ ان خرابیوں کو روکنے کے بجائے وہ خود ان مقامات پر جائے جہاں یہ مشرکانہ حرکات ہو رہی ہیں اور بلا نکیر ان

حرکات کو دیکھتا رہے اور خود اپنی شرکت سے لوگوں کے لیے ان حرکات جمع رہنے کا ایک سبب فراہم کرے ؟

پھر حیات شہدا ر واولیار کا مطلب کیا یہ لیا جاتا ہے کہ اس کے معنی بالکل ویسی ہی حیات کے ہیں جیسی ہماری آپ کی مادی وجسمانی زندگی ہے ؟ کیا ان لوگوں کی شہادت یا وفات، کے بعد ان کو دفن نہیں کیا گیا ؟ کیا ان کا ورثہ تقسیم نہیں ہوا اور ان کی بیواؤں کے عقد ثانی نہیں ہوئے ؟ اس پہلو پر غور کرنے سے یہ بات تو بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ وہ حیات بعینہٖ اُس معنی میں نہیں ہے جس میں زندہ انسانوں کی حیات ہوتی ہے۔ دراصل اس حیات سے مراد حیات برزخی ہے اور یہ حیات با اِختلافِ مدارج انبیار، شہدار، صلحار، کفار، فجار، سب کے لیے ہے۔ بلاشبہ عالمِ برزخ میں ان کے مدارج ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے۔ مگر بحیثیتِ مجموعی قرآن اور حدیث اس حیات پر ناطق ہیں۔ لیکن جو شخص قرآن اور حدیث سے اس حیات پر استدلال کرتا ہے وہ اس معاملے میں بھی قرآن و حدیث ہی سے کیوں نہیں ہدایت مانگتا کہ ان برزخی حیات رکھنے والوں کے ساتھ ہم دنیوی حیات رکھنے والوں کے تعلق کی نوعیت کیا ہے ؟ اور اس تعلق کی عملی صورت کیا ہونی چاہیے ؟ یہ عجیب بات ہے کہ نفسِ حیات پر استدلال کرنے کی حد تک تو قرآن و حدیث کی طرف رجوع کیا جاتا ہے مگر اس کے بعد کے تمام معاملات خود اپنے نفس اور اس کی خواہشات اور اپنے منطقی استدلال سے طے کیے جاتے ہیں۔ جس خدا نے اور جس رسول نے اس حیات کی خبر دی ہے اُسی سے کیوں نہیں پوچھتے کہ ان لوگوں کے ساتھ ہم کیا برتاؤ کریں اور یہ ہمارے کس کام آسکتے ہیں اور کس کام نہیں آسکتے ؟

اجتماع میں حدیث و قرآن کا جو درس دیا جاتا ہے اس کی بہتر صورت یہ ہو سکتی ہے کہ ایک ہفتہ تک مختلف ارکان قرآن مجید کے دو تین یا چار رکوع مختلف تفسیروں کی مدد سے پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کرتے رہیں اور ضروری نوٹس لے لیں۔ اُردو تفسیروں میں حقانی، احسن التفاسیر، مواہب الرحمٰن، بیان القرآن، مولانا ابوالاکلام آزاد کی ترجمان القرآن، اور عربی تفسیروں میں ابن کثیر، کشاف، اور بیضاوی۔ حدیث کے لیے اگر مشکوٰۃ آپ لوگوں نے شروع کر رکھی ہے تو اس کے ساتھ مظاہر الحق (اردو شرح) اور التعلیق الصبیح (عربی شرح) سے مدد لینی چاہیے۔ جہاں مشکلات پیش آئیں ان کو نوٹ کر کے مقامی علماء سے حل کرائیے۔ حتی الامکان خیالات کی بلند پروازی سے حدیث اور قرآن میں کام لینے کی کوشش نہ کی جائے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۲)

دارالاسلام۔ پٹھان کوٹ

۱۲ر دسمبر ۱۹۴۳ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ وحدت الوجود اور اس نوعیت کے سارے مسائل کی نوعیت دراصل یہ ہے کہ آدمی اُن امور کی حقیقت کا تفصیلی ادراک چاہتا ہے جو فی الحقیقت اس کی سرحد ادراک سے ماوراء ہیں اور اُن سوالات کو حل کرنا چاہتا ہے جو اس کے علم کی دسترس سے دور ہیں۔ ان حقیقتوں کے متعلق جتنی واقفیت کی فی الواقع انسان کو ضرورت

ہے وہ اللہ نے اپنی کتاب میں خود بہم پہنچا دی ہے۔ لیکن آدمی اُتنے علم پر قناعت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا جو اللہ نے اپنی کتاب میں عطا فرما دیا ہے بلکہ اس علمی خلا کو قیاس و استدلال سے پُر کرتا ہے اور جب قیاس و استدلال سے بھی تسلی نہیں ہوتی تو مجاہدہ و ریاضت اور مراقبہ وغیرہ کی سیڑھیوں سے اوپر چڑھ کر اندر جھانکنے کی کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ اس تفصیلی علم کی اگر فی الواقع ضرورت ہوتی تو اللہ تعالیٰ خود اپنے نبی کے ذریعہ سے یہ علم عطا فرما دیتا۔ کوئی چیز جو انسان کی ہدایت کے لیے ضروری تھی ایسی نہیں ہے جو قرآن میں صاف صاف بیان نہ کر دی گئی ہو۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ فَرَضَ الْفَرَائِضَ فَلَا تُضَیِّعُوْھَا وَحَرَّمَ حُرُمَاتٍ فَلَا تَنْتَھِکُوْھَا وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْھَا وَسَکَتَ عَنْ اَشْیَاءَ مِنْ غَیْرِ نِسْیَانٍ فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْھَا۔ (مشکوٰۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، بحوالہ دار قطنی)۔

اس حدیث میں غیر نسیان کے الفاظ توجہ طلب ہیں۔ حضورؐ کے ارشاد کا منشا یہ ہے کہ اللہ نے جن چیزوں کی تفصیلی کیفیت بیان نہیں فرمائی ان کی کھوج کرید کرنے کے معنی یہ ہیں کہ معاذ اللہ حضرتِ حق سے کچھ ہدایت دینے میں بھول چوک ہو گئی تھی جس کی تلافی کرنے کے لیے آپ چلے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ "اِذَا رَأَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَہَ مِنْہُ فَاُولٰئِکَ الَّذِیْنَ سَمَّی اللّٰہُ فَاحْذَرُوْھُمْ" (مسلم کتاب العلم)

یعنی جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو قرآن مجید کے متشابہات کی کھوج میں لگے ہوئے ہوں تو سمجھ لو کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے اہل زیغ قرار دیا ہے، لہٰذا ان سے پرہیز کرو۔ حضورؐ نے ان سے حذر کرنے کا حکم اسی لیے دیا کہ ایسے لوگوں

کے ساتھ محبّت و گفتگو کرتے کرتے آدمی خود بھی نادانستہ متشابہات کی کھوج کرید میں گم ہو جاتا ہے۔

آپ کی تشفی کے لیے صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ قرآن کی ساری تعلیم اسی بیان پر مبنی ہے کہ اللہ خالق ہے اور ہم مخلوق۔ اللہ رب ہے اور ہم مربوب۔ اللہ معبود ہے اور ہم عبد۔ مخلوق کا غیرِ خالق مربوب کا غیرِ رب اور عبد کا غیرِ معبود ہونا امرِ بدیہی ہے اور ہر وہ شخص گمراہ ہے جو اپنے قیاسات و نظریات اور پیچ در پیچ استدلالات سے خالق و مخلوق، رب و مربوب اور عبد و معبود کی غیریت کو مشتبہ بناتا ہے۔ یہ سوال کہ جب کچھ نہ تھا تو خلق ممکن کیسے ہوئی؟ اور کُن کا حکم کس چیز کو دیا گیا تھا؟ اس کی کھوج لگانے پر ہم مامور نہیں ہیں اور جب اس کی تفصیل اللہ نے نہیں بتائی تو ہمیں اس کا سُراغ لگانے کی کوئی حاجت نہیں۔ ہم صرف اتنا ماننے اور تسلیم کرنے پر مکلّف ہیں کہ خلق کو اللہ تعالیٰ عدم سے وجود میں لایا۔ یہ تحقیق کرنے پر ہم مکلّف نہیں ہیں کہ کس طرح لایا۔ توحید صرف یہ ہے کہ اللہ کو اِلٰہِ واحد اور رب تسلیم کیا جائے اور اِلٰہیت و ربوبیت میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ سمجھا جائے۔ یہ چیز جسے حاصل ہو گئی اسے توحید مل گئی۔ اس سے زیادہ کسی چیز کا جاننا اگر موحّد و مومن ہونے کے لیے کسی کے نزدیک ضروری ہے تو وہ اس ضرورت پر اپنی دلیل بیان کرے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۱۳)

لاہور

۲۵ جنوری ۱۹۴۸ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مَیں محسوس کر رہا ہوں کہ اب ہم کیمپ کے کام کو زیادہ دیر تک اپنے معیار کے مطابق نہیں چلا سکتے[1]، کیونکہ جماعت جتنے آدمی اس کام کے لیے مہیا کر سکتی تھی وہ تقریباً سب کے سب کیمپ کی خدمت کر چکے ہیں اور اب مزید آدمیوں کا آنا مشکل تر ہوتا جا رہا ہے۔ اس لیے آپ کیمپ کمانڈنٹ صاحب کو مطلع کر دیں کہ ہم کیمپ کا کام ختم کرنا چاہتے ہیں۔

اس سلسلہ میں پہلے تو آپ لوگ وہ تمام ڈیوٹیاں جو آپ کے سپرد ہیں ان کے حوالہ کر دیں۔ پھر آپ سب لوگ مل کر رضائیوں کا وہ سارا اسٹاک تقسیم کر دیں جو آپ کے پاس ہے۔ اس کے بعد کیمپ کمانڈنٹ صاحب سے اپنی حساب فہمی کر لیں۔ کیمپ کا کوئی سرکاری سامان آپ کے پاس ہو تو وہ ان کے حوالہ کر دیں۔ نیز اگر کوئی بل وغیرہ ادا کرنا ہو تو وہ بھی کر دیں۔ پھر جماعت کا سامان جو وہاں ہے اسے فہرست کے مطابق سنبھال کر اپنے ساتھ یہاں لے آئیں۔ جو اصحاب اس وقت واپس جانا چاہتے ہیں وہ رُک جائیں اور ایک ساتھ ہی یہ کام مکمل کر کے رخصت ہوں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

[1] اس سے مراد ہندوستان سے اُکھڑ کر آنے والے مہاجرین کے کیمپ ہیں، جن میں جماعت اسلامی کے کارکن اگست ۱۹۴۷ء سے خدمت کر رہے تھے۔

(۱۴)

لاہور

یکم جون ۱۹۵۱ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ ملا۔ یہ کثرت کار کی پیدا کردہ بدحواسی ہے جس کا ظہور بہت سی چھوٹی چھوٹی غلطیوں میں ہوتا رہتا ہے۔ مجھے اب کچھ ہنگامی کاموں سے مہلت ملی ہے اور سارے کاموں کو ضبط میں لانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ خصوصاً ترجمان تو اب تک یتیم کی طرح پل رہا تھا۔ اس کی حالت بھی انشاء اللہ اب درست ہو جائے گی۔

آپ نے جس تلخی کی شکایت فرمائی ہے، اس کے متعلق میں آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ وہ کسی غصّے اور جذبۂ انتقام کی وجہ سے نہیں تھی۔ مَیں نے اپنے اوپر یہ لازم کر رکھا ہے کہ جب کبھی اپنے اندر ذرا سا بھی اشتعال محسوس کرتا ہوں، قلم ہو یا زبان، اسے فوراً روک لیتا ہوں، اور جب تک حالتِ اعتدال قائم نہیں ہو جاتی، نہ زبان سے کوئی لفظ نکالتا ہوں نہ قلم سے۔ یہ تلخی تو اس وجہ سے ہے کہ تازہ حملہ جس شان سے ہوا ہے اور جیسی جیسی شخصیتوں کی طرف سے ہوا ہے اور جو طریقے اس میں استعمال کیے گئے ہیں، ان ساری چیزوں کو دیکھ کر مَیں نے محسوس کیا ہے کہ اب لگی لپٹی رکھے بغیر صاف صاف بات کہہ ڈالنی چاہیے۔ مجھے چونکہ ان معاملات پر بار بار لکھنا نہیں ہے اس لیے جو کچھ کہنا ضروری ہے وہ ایک ہی وقت میں کہہ دیا ہے۔ میری آخری گذارشات جن میں مَیں نے تمام علمائے کرام کو مخاطب کیا ہے ترجمان القرآن کے آئندہ پرچے میں آ رہی ہیں۔ ان کے بعد انشاء اللہ میری طرف

سے ایک لفظ بھی شائع نہ ہوگا۔[1]

کسی وقت آپ تشریف لائیں گے تو میں وہ سارا مواد آپ کے سامنے رکھ دونگا جو دیوبند، مظاہر العلوم، تھانہ بھون اور مدرسہ امینیہ کے اکابر کے قلم سے نکلا ہے۔ اس کو دیکھ کر ہی آپ صحیح اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس صاف گوئی کی کیا اور کیوں ضرورت محسوس ہوئی اور اُدھر کے ارشادات اور اِدھر کے معروضات میں کیا مناسبت ہے۔ تازہ ترین بیان جو مولانا حسین احمد صاحب کے قلم سے نکلا ہے اس میں ہمارے لیے ٹَٹ پونجیے، بدبخت، اور خبیث کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

مولانا کفایت اللہ صاحب نے ہمارے ساتھ میل جول اور ربط و تعلق تک کو ناجائز ٹھہرایا ہے۔ مولانا اعزاز علی صاحب نے ہمیں مرزائیوں سے بھی بدتر قرار دیا ہے (اور مجھے معلوم ہے کہ یہی رائے مولانا خیر محمد صاحب جالندھری نے بھی ظاہر فرمائی ہے)۔ مفتی مہدی حسن صاحب نے ہمارے پیچھے نماز کو مکروہ اور ہمارے لٹریچر کی اشاعت کو گناہ ٹھہرایا ہے۔ دوسرے حضرات جو نیش زنیاں فرماتے رہتے ہیں وہ سب متواتر روایات کے ذریعہ سے مجھ تک پہنچتی رہی ہیں۔ حتیٰ کہ ایک بزرگ کے مدرسے میں ان طلبہ سے سخت باز پُرس ہوئی ہے جنہوں نے پچھلے انتخابات میں ہماری تائید میں رائے دی تھی۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ یہ حضرات اسی مقام پر آ کھڑے ہوئے ہیں جہاں خود ان کی تکفیر کرنے والے حضرات کھڑے تھے۔ اب کیا چیز باقی رہ گئی ہے جس کا ہم لحاظ کریں۔ البتہ کوئی بات حق کے خلاف، یا آدابِ شرعیہ کے خلاف ہماری قلم و زبان سے نکلے تو

---

[1] یہ اشارہ جن مضامین کی طرف ہے وہ "رسائل و مسائل" جلد دوم، باب ہفتم (چند اعتراضات و شبہات) میں یکجا درج ہیں۔

ہم ہر وقت اس سے رجوع کے لیے تیار ہیں، قطع نظر اِس سے کہ دوسری طرف سے کتنی ہی زیادتی ہوئی ہو۔)

مجھے پورا اندازہ ہے کہ اس وقت ہمارے وہ تمام رفقاء اور ہمدرد اور مستفقین جو دیوبند اور مظاہر العلوم سے انتساب رکھتے ہیں، کس مشکل میں پڑ گئے ہیں۔ مگر جیسا کہ پچھلے ترجمان میں عرض کر چکا ہوں، یہ آزمائش کا وقت سنت اللہ کے عین مطابق آیا ہے۔ اب یہ فیصلہ ہو کر ہی رہے گا کہ بے لاگ حق پرستی کہاں پائی جاتی ہے۔

خاکسار

ابوالاعلےٰ

(۱۵)

لاہور

۴ر جولائی ۱۹۵۱ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ ملا۔ تفہیم القرآن کے جن مقامات کی طرف آپ نے توجہ دلائی ہے میں نے انہیں ابھی ابھی نکال کر دیکھا۔ ان کے متعلق مختصر گزارشات یہ ہیں۔

(۱) "حق لے کر بھیجتے ہیں" سے جو غلط فہمی پیدا ہوتی ہے، اگرچہ وہ بعد کے دو تین فقروں سے دُور ہو جاتی ہے، لیکن میں نے اب سرے سے یہ الفاظ ہی بدل دیئے ہیں۔ آپ بھی اپنے ہاں عبارت کی اصلاح یوں کر لیں! "انہیں تو ہم جب بھیجتے ہیں حق کے ساتھ ہی بھیجتے ہیں"۔

(۲) میں نے اس بشارت کو حضرت اسحاق کی بشارت اس لیے قرار دیا ہے کہ

سورۂ ہُود رکوع ۷ میں، جہاں یہ قصہ بیان ہُوا ہے، اللہ تعالیٰ نے خود صراحت فرمادی ہے کہ یہ بشارت حضرت اسحاق کے پیدا ہونے کی تھی اور حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ حضرت سارہ کو بھی دی گئی تھی۔

(۳) اِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ کے ترجمہ میں فی الواقع مجھ سے چوک ہوگئی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لام تاکید پر میری نگاہ نہیں پڑی تھی۔ اب آپ کے توجہ دلانے سے ادھر نظر گئی۔ مَیں نے ترجمہ سے لفظ اگر کاٹ دیا ہے۔ آپ بھی اسے ساقط کر دیں۔ اور "پھر" کو کاٹ کر "اور" لکھ لیں۔

(۴) "ہانکے پکارے کہنا" محاورہ ہے۔ علی الاعلان بات کہنے کے معنی میں اس سے زیادہ زوردار کوئی اندازِ بیان اُردو میں نہیں ہے۔

(۵) آخری چیز تو سہوِ کتابت ہے۔ مَیں نے اس کی اصلاح کر دی ہے۔ آپ بھی اپنے ہاں درست کر لیں۔

ختمِ نبوت پر ابھی تو نہیں لکھ سکا ہوں۔ البتہ انشاء اللہ جلدی لکھوں گا۔ میرے پاس آج کل اتنا وقت نہیں ہے کہ مواد جمع کر سکوں۔ زندگی میں پہلی مرتبہ دوسرے احباب کو تکلیف دی ہے کہ اس عنوان کے بعض خاص خاص پہلوؤں کے متعلق کچھ ضروری مواد جمع کر دیں۔ جن جن اصحاب سے اس سلسلہ میں مدد مانگی تھی ابھی تک ان سب نے اپنے حصّے کا کام پورا نہیں کیا ہے۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

---

(۱۶)

لاہور

۲۱ر جنوری ۱۹۵۲ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ایک مدت کے بعد اب خطوط کے جوابات لکھنے کی مہلت ملی ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کے دونوں کارڈ بھی سامنے آئے۔ دونوں کا جواب حاضر ہے۔

مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی نے جو عبارت میری طرف منسوب کی ہے، اور جسے اب فتویٰ نویس حضرات بلا تحقیق و مراجعت نقل فرما رہے ہیں، یہ میری عبارت نہیں ہے بلکہ ایک نتیجہ ہے جو مولوی حبیب احمد صاحب نے خود ہی میری کتاب پڑھ کر اخذ فرمایا ہے اور اسے میرا خیال قرار دیا ہے، حالانکہ نہ وہ میرا خیال ہے اور نہ مَیں نے کہیں یہ بات لکھی ہے کہ فقہاء کا قانون اپنی سختی کی وجہ سے عورتوں کی زندگیوں کو تباہ کرنے والا اور انہیں بد اخلاقیوں میں مبتلا کرنے والا اور مرتد بنانے والا ہے۔ مَیں نے جو کچھ لکھا ہے وہ آپ خود حقوق الزوجین میں پڑھ سکتے ہیں۔

دوسرے مسئلے کے متعلق یہ گذارش ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی تشریف آوری کی تاریخ اور ظہور مہدی علیہ السلام کی تاریخ مجھے معلوم نہیں ہے اور نہ یہ معلوم ہے کہ ان دونوں میں کس قدر فصل ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ نزولِ مسیح، ظہوری مہدی کے بہت بعد ہو اور مہدی علیہ السلام کے زمانہ کے آخر میں واقع ہو۔ لہٰذا میری دونوں باتوں میں کوئی تناقض نہیں ہے۔ دراصل مَیں نے تجدید و احیائے دین کی جس عبارت میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ

ممکن ہے حضرت مہدی کو خود اپنے مہدی ہونے کا بھی علم نہ ہو، اور یہ کہ وہ اپنے کام کا آغاز اعلان مہدویت سے نہ کریں گے، اس سے میرا مقصود یہ بات ذہن نشین کرانا ہے کہ لوگ مہدی علیہ السلام کے معاملہ کو ابتلاء و امتحان سے خالی نہ سمجھیں اور اس بھروسے پر نہ رہیں کہ جب وہ آئیں گے تو کالشمس فی النہار یہ بات جلی و روشن ہو گی کہ یہی مہدی موعود ہیں اور ہم اُن کو پہچان کر بیعت سے مشرف ہو جائیں گے۔ بلکہ اُن کے معاملہ میں بھی وہی کچھ آزمائش پیش آئے گی جو انبیاء علیہ السلام کی آمد پر پیش آتی رہی ہے۔ بلکہ انبیاء کو تو اپنے نبی ہونے کا علم ہوتا ہے۔ حضرت مہدیؑ کو خود اپنے مہدی ہونے کا علم ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ وہ کارِ مہدویت شروع کر دیں گے اور ہو سکتا ہے کہ بہت سے لوگ اپنے آپ کو اہلِ حق سمجھنے کے باوجود ان کا ساتھ دینے کے بجائے ان کی مخالفت شروع کر دیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۷)

لاہور

۱۹ فروری ۱۹۵۲ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ ملا۔ آپ کو شاید اندازہ نہیں ہے کہ میرے اوپر کام کا کس قدر بار ہے۔ آپ کے پچھلے خطوط کا جواب مَیں نے جس زمانے میں لکھا ہے، اس وقت مَیں ۱۷۵ سے کچھ زیادہ خطوط کے جواب لکھ رہا تھا۔ اسی سلسلہ میں آپ کو بھی جیسا کچھ سمجھ میں آیا فوری جواب دے دیا۔ آپ ان مسائل میں مراسلت کے بجائے یہ طریقہ اختیار کیجیے

کہ جہاں تفہیم القرآن میں، یا میری کسی دوسری کتاب میں کوئی فروگزاشت یا غلطی آپ کی نگاہ میں آئے، مجھے لکھ دیجیے کہ اس مقام پر میرے نزدیک یہ بات غلط ہے اور صحیح یہ ہے۔ مَیں اس کو اپنے پاس رکھ لوں گا اور جب مجھے موقع ملے گا اس پر غور کروں گا، تحقیق کی ضرورت محسوس ہو گی تو تحقیق کروں گا، اور اگر میری سمجھ میں بات آگئی تو اصلاح کر لوں گا۔ غرض یہ کہ مراسلت کر کے میرا کام نہ بڑھائیے بلکہ میرا ہاتھ بٹائیے۔

مولانا منظور صاحب کی آمد کی اطلاع تو الفرقان میں پڑھی ہے، مگر میں کل بلوچستان جا رہا ہوں اور وہاں سے سندھ کے دَورے پر نکل جاؤں گا۔ ۳/ مارچ تک مسلسل سفر ہے۔ امید نہیں کہ اُن سے مُلاقات ہو سکے۔

والسّلام

ابوالاعلیٰ

(۱۸)

لاہور

۲۲/ فروری ۱۹۵۲ء

محترمی و مکرمی السّلام علیکم ورحمۃ اللہ

پہلے عنایت ناموں کا جواب دے چکا ہوں۔ آج ڈاک کے ڈھیر میں سے ایک کارڈ اور ملا۔

تفہیم القرآن کے جس مقام پر آپ نے سوال وارد کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی لڑکا نہ چھوڑا ہو اور اس کی اولاد میں صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوں تو خواہ دو لڑکیاں ہوں یا دو سے زائد، بہرحال اس کے کل ترکہ کا ⅔ حصّہ ان

لڑکیوں میں تقسیم ہوگا، اور باقی ۱/۳ دوسرے وارثوں میں۔ لیکن اگر میت کا صرف ایک لڑکا ہو تو اس پر اجماع ہے کہ دوسرے وارثوں کی غیر موجودگی میں وہ کل مال کا وارث ہوگا، اور دوسرے وارث موجود ہوں تو ان کا حصہ دینے کے بعد باقی سب مال اُسے مِلے گا۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۹)

ملتان جیل

۲۳ فروری ۱۹۵۵ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کے خط نے مجھے بہت متاثر کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس مخلصانہ محبت کے لیے جزائے خیر دے۔ آپ گھبرائیں نہیں۔ مَیں ٹھیک اُس وقت حاضر ہو جاؤں گا جو اللہ نے مقرر کر دیا ہے۔ سرکاری میعادِ سزا کو نہ پہلے میں کوئی چیز سمجھتا تھا اور نہ اب سمجھتا ہوں۔ خدا کے مقرر کیے ہوئے وقت سے نہ پہلے کوئی مجھے چھوڑ سکتا ہے اور نہ اُس کے بعد کوئی پل بھر کے لیے روک سکتا ہے۔

لاہور سے یہاں آتے وقت مَیں نے آپ ہی کے گاؤں کے سامنے نہر پر نماز پڑھی تھی۔ پُل پر آپ کے گاؤں کے دو آدمی ملے تھے۔ مَیں نے اُن کے ہاتھ آپ کو سلام کہلا بھیجا تھا۔ معلوم نہیں وہ اُنہوں نے پہنچایا یا اپنی جیب ہی میں رکھ لیا۔

صحت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔ تفہیم کا کام پورے سکون اور اطمینان کے ساتھ ہو رہا ہے۔

اُن سب لوگوں کو سلام پہنچا دیں جو مجھے یاد کرتے ہیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۰)

لاہور

۱۱ر نومبر ۱۹۵۵ء

برادرم شورش صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ابھی ابھی آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۹، نومبر وصول ہوا۔ مجھے یہ بھی احساس ہے کہ "چٹان" پہلی بار دستک دے رہا ہے اور یہ بھی احساس ہے کہ "چٹان" کا مجھ پر حق ہے۔ مگر میں ساری صورتِ حال آپ کے سامنے رکھے دیتا ہوں اور فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں کہ آیا اس حق کو پہلی ہی دستک پر آپ وصول کرنا ضروری سمجھتے ہیں یا مستقبل قریب میں کسی اور موقع پر دستک دینے کے لیے راضی ہو سکتے ہیں۔

صورت حال یہ ہے کہ کل کراچی جا رہا ہوں اور وہاں جماعت کے اجتماعات اور کشمیر کانفرنس کی مسلسل مصروفیتیں آخر نومبر تک مجھے سر کھجانے کی مہلت بھی نہ دیں گی۔ ۳۰، نومبر یا یکم دسمبر کو یہاں واپس آؤں گا اور بمشکل چار پانچ روز ٹھہر کر مشرقی پاکستان کے یک ماہ دورے پر چلا جاؤں گا۔ وہاں کے کارکنوں اور ہمدردوں کا سخت تقاضا تھا جسے کئی مہینوں سے ٹال رہا تھا۔ اب دسمبر کا مہینہ طے ہو چکا ہے۔

اس حالت میں اطمینان کے کیا معنی بے اطمینانی کے ساتھ بھی کوئی ایسی چیز لکھنا مشکل ہے جو چٹان کے سالنامے کے لیے موزوں ہو۔ غالباً آپ بھی یہ پسند نہ کریں گے کہ پہلی مرتبہ میری کوئی چیز آپ کے قارئین کی خدمت میں پیش ہو اور وہ مایوس کن ہو۔ اس لیے میری عزت اور چٹان کی عزت دونوں ہی کا تقاضا ہے کہ آپ اس فرمائش کو ذرا سنی ہنڈی

کی حیثیت نہ دیں۔ آگے جو فیصلہ آپ کریں گے اسے بے چون وچرا مان لوں گا بشرطیکہ یکم دسمبر تک وہ مجھ تک پہنچ جائے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۱)

لاہور

۷ رمئی ۱۹۵۵ء

مکرمی ومحترمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

جناب کا تار ملا۔ خلوص اور محبت سے بھرے ہوئے جن جذبات کا آپ نے اظہار فرمایا ہے ان کے لیے مَیں آپ کا سچے دل سے شکر گزار ہوں۔ آپ میرے حق میں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے راہِ حق پر ثابت قدم رکھے اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ مَیں بھی آپ کے حق میں یہی دعا کرتا ہوں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۲)

لاہور

۲۱ رجولائی ۱۹۵۵ء

محترمی ومکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۷ رجولائی ۱۹۵۵ء آئے کئی روز ہو گئے، مگر مَیں کچھ صحت کی خرابی اور کچھ مصروفیتوں کی زیادتی کے سبب سے جلدی جواب نہ دے سکا۔

آپ نے جن امور کی طرف توجہ دلائی ہے ان کے متعلق مختلف گذارش یہ ہے :

۱۔ مجھے اس امر پر اطمینان نہیں ہے کہ حضرت ہارون علیہ السّلام نے فی الواقع تفریق کو مطلقاً اتنی بڑی برائی سمجھا تھا کہ اس کے مقابلے میں بت پرستی کو گوارا کر لینا ان کے نزدیک جائز تھا۔ نیز میں اس بات پر بھی مطمئن نہیں ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اور خود اللہ تعالیٰ نے اس پر سکوت اختیار فرما کر اِس نقطہ نظر کی گویا توثیق فرما دی۔ میرے نزدیک حضرت ہارونؑ کا نقطۂ یہ تھا کہ اصل قائدِ ملّت چونکہ حضرت موسیٰؑ ہیں، اور ان کی غیر حاضری عارضی ہے، اس لیے اگر ان کی واپسی سے پہلے مَیں اس فتنے کو کچلنے کے لیے کوئی ایسا قدم اُٹھا دوں جس سے بنی اسرائیل میں خانہ جنگی برپا ہو جائے، تو ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام واپس آ کر اس پر معترض ہوں، لہٰذا مناسب یہ ہے کہ مَیں ان کی آمد کا انتظار کروں تاکہ وہ خود ہی آ کر اس فتنے کے مقابلے میں مناسب کارروائی کریں۔ موقع و محل کو دیکھتے ہوئے حضرت ہارونؑ کے طرزِ عمل اور ان کے ارشاد کی یہی تاویل زیادہ لگتی ہوئی ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا گرفت نہ فرمانا بھی اس تاویل کی تائید کرتا ہے۔ ورنہ کیسے ممکن تھا کہ اہلِ ایمان میں شرک کی اشاعت کو ایک پیغمبر تفریق بین القوم کے مقابلے میں مطلقاً اَہوَن سمجھتا، اور اللہ تعالیٰ اس کی توثیق فرما دیتا۔ وحدت قومی کا ایمان کی بہ نسبت اہم تر ہونا اتنی بڑی بات ہے کہ اس کو ثابت کرنے کے لیے اس سے بدرجہا زیادہ قوی اور صریح دلیل کی ضرورت ہے۔[1]

۲۔ حضرت نوح کی مساعی اصلاح کے لیے اگر مَیں نے "ناکافی" کا لفظ استعمال

---

[1] اس مسئلے پر مفصل بحث تفہیم القرآن، جلد سوم، تفسیر سورۂ طٰہٰ، حاشیہ ۲، میں کی گئی ہے۔

کیا ہوتا تو البتہ یہ گستاخی بھی ہوتی اور خلاف واقعہ بھی۔ لیکن "ناکام" کا لفظ استعمال کرنے میں تو نہ ذم کا کوئی پہلو ہے اور نہ یہ خلاف واقعہ ہے۔ اگر کوئی شخص کسی گمراہ آدمی یا قوم کی اصلاح کے لیے سعی کرنے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھے اور وہ اصلاح قبول نہ کرے تو یہی کہا جائے گا کہ اس کی سعی اصلاح کارگر نہ ہوئی۔ اس میں ساعی کی توہین کا پہلو کہاں سے نکل سکتا ہے۔ رہے غیب چین حضرات تو اُن کا منہ کسی حال میں بند نہیں کیا جا سکتا۔

۳۔ فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ کا مُتَبَادِر مفہوم وہی ہے جو مَیں نے اور دوسرے مفسرین و مترجمین نے لیا ہے۔ شاہ عبدالقادر صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے "پس سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے"۔ دوسرا مفہوم اگرچہ لیا جا سکتا ہے اور لیا بھی گیا ہے، مگر متبادر نہیں ہے۔ تاہم کتاب میں اس کا بھی ذکر کر دونگا۔

۴۔ حضرت آدمؑ اور حضرت عیسیٰؑ میں جو روح پھونکی گئی اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے کا سبب محض تعظیم و تشریف ہے؛ اس کے تعین کے لیے کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔ اس کے دوسرے وجوہ بھی ہو سکتے ہیں، مثلاً اس کو اللہ نے اپنی روح اس معنی میں فرمایا ہو کہ وہ اس کی مِلک ہے۔ یا اس معنی میں فرمایا ہو کہ اس کا منبع اللہ تعالیٰ کی صفت خلق و ایجاد ہے۔ ایسے مواقع پر میرا قاعدہ یہ ہے کہ مَیں مجمل بات کو مجمل ہی رکھنا پسند کرتا ہوں، تفصیل میں جانے سے احتراز کرتا ہوں، کیونکہ اُس کو جاننے کے ذرائع مفقود ہیں۔

آپ کا عنایت نامہ مَیں نے مسودے میں رکھ لیا ہے۔ کتاب کی کتابت کے وقت حسب ضرورت نظر ثانی کر لوں گا۔

خاکسار ابوالاعلیٰ

---

(۲۳)

لاہور

۳۱ر اکتوبر ۱۹۵۵ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ابھی ابھی آپ کا عنایت نامہ آپ کے صاحبزادے میرے پاس لائے ہیں۔ ترجمان القرآن کے آئندہ پرچے میں اس کے متعلق توضیح کر دوں گا۔ نیز اصل کتاب کی کتابت کے وقت بھی نظر ثانی کرتے ہوئے اس مسئلے کو صاف کر دوں گا۔ دراصل کچھ غلط فہمی میرے طرزِ بیان سے ہوئی ہے۔ میرا مدعا صرف یہ بتانا تھا کہ شیعہ حضرات نے جو مُتعہ کو مطلقاً حلال کر دیا ہے اس کے لیے سرے سے کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ سلف میں جو چند بزرگ اس کو جائز کہتے بھی تھے وہ اضطرار کی حالت میں کالمَیْتَۃِ وَالدَّم جائز قرار دیتے تھے۔

ابن عباسؓ کے رجوع کے متعلق ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں تین چار جگہ اپنی تحقیق بیان کی ہے اسے دیکھ لیں۔ وہ کہتے ہیں کہ متعہ کے بارے میں جب لوگ توسّع برتنے لگے تو ابن عباسؓ نے یہ فتوے دینا چھوڑ دیا۔ یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے مسلک سے رجوع کر لیا تھا۔ نیز دوسرے بعض تابعین و فقہاء کی طرف بھی ابنِ حزم نے اِس مسلک کو منسوب کیا ہے۔

بہر حال اس مسئلے کو آئندہ پرچے میں صاف کر دیا جائے گا۔ خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۴)

لاہور
جنوری ۱۹۵۹ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کے ۱۹۵۸ء کے عنایت نامے کا جواب ۱۹۵۹ء میں دے رہا ہوں جب کہ آپ شاید جواب سے مایوس ہو چکے ہوں گے۔ اس تاخیر کی وجہ میری شدید مصروفیت ہے۔ امام ابوحنیفہ رح کے متعلق آپ نے پیغام کا مطالبہ کیا تھا۔ چند کلمات حاضر ہیں۔ اگر ضرورت ہو تو انہی کو میری طرف سے ہدیۂ عقیدت تصور فرمائیں۔

"عقائد دینیہ کی توضیح اور شرعی قوانین کی تدوین کے سلسلہ میں جو خدمات امام ابوحنیفہؒ نے انجام دی ہیں وہ اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ ایک روشن باب کی حیثیت سے ثبت رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اندر پاکیزہ سیرت اور اعلیٰ علمی صلاحیت کو بیک وقت جمع کر دیا تھا۔ آپ کی پیدائش ایک ایسے دور میں ہوئی جب کہ ملت اسلامیہ دینی اور سیاسی اعتبار ایک داخلی خلفشار سے دوچار تھی۔ اور مستبدانہ ملوکیت، تشیع، خارجیت اور اعتزال کے علمبرداروں کے مابین نظری اور علمی میدان میں ایک کشاکش برپا تھی۔ امام صاحب نے ان تمام نزاعی مسائل و معاملات میں نہایت متوازن اور مدلل طریق پر اہل سنت کے مسلک کی ترجمانی کی، اہل بدعت کے نظریات کا رد کیا اور اپنی جان پر کھیل کر ہمیشہ حق و صداقت کا کلمہ بلند کیا۔

فقہ اسلامی کی ترتیب و تدوین کا جو کارنامہ آپ نے انجام دیا وہ بھی اپنی مثال

آپ ہے۔ آپ خوش قسمتی سے ایک ایسے خطۂ زمین میں پروان چڑھے جو تمدنی اور معاشرتی ارتقار کے بہت سے مراحل طے کر چکا تھا۔ علاوہ ازیں آپ کو تجارتی اور کاروباری دنیا سے بہت گہرا تعلق رہا ہے۔ اس لیے آپ نے اپنی دقیقہ رس طبیعت اور اپنے نامور اصحاب و تلامذہ کی مدد سے ہزاروں فردعی اجتہادات کا ایک ایسا عظیم ذخیرہ چھوڑا ہے جو مسلمانوں کا قیمتی ورثہ ہے اور جس سے وہ کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتے۔

یہی وجہ ہے کہ آج بھی دنیائے اسلام کی اکثریت فقہ حنفیہ پر عامل ہے اور امام ابو حنیفہ کو امام اعظم کے نام سے یاد کرتی ہے۔"

خاکسار

ابو الاعلےٰ

(۲۵)

لاہور

۱۴ر مارچ ۱۹۶۱ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ خیریت معلوم کر کے خوشی ہوئی۔ سعودی عرب کے سفر پر جس مقصد کے لیے میں گیا تھا وہ اس حد تک تو پورا ہو گیا کہ میری پیش کردہ تعلیمی اسکیم پسند کر لی گئی، لیکن ابھی تک اس کے مطابق کام شروع کرنے کے لیے شاہی فرمان جاری نہیں ہوا ہے۔ جاتے ہوئے اور آتے ہوئے میں نے بحرین کے دوستوں کو تار دیئے تھے۔ لیکن عرب ممالک میں مواصلات کا انتظام اتنا خراب ہے کہ کسی کو تار بر وقت نہ مل سکا۔ بحرین کے ایئرپورٹ پر پہنچنے کے بعد ہم نے اشرف صاحب کے رسٹوران سے ٹیلیفون کرائے تب وہاں کے دوستوں کو اطلاع ہو سکی۔

یہ معلوم نہ ہو سکا کہ بحرین میں آپ کے قیام کا انتظام ہو گیا یا پھر محض قسمت آزمائی کے طور پر جانا چاہتے ہیں۔ اپنے اہل و عیال سے میرا اسلام کہہ دیں۔

خاکسار

ابو الاعلےٰ

(۲۶)

انور

۱۰ جولائی ۱۹۶۱ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید ہے کہ آپ مع متعلقین بخیر و عافیت ہوں گے۔ میں انشاء اللہ ۷، ۸ اگست کو پاکستان سے مشرقی افریقہ کے لیے روانہ ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اللہ سے دعا فرمائیں کہ سارے مراحل بخیر و خوبی طے ہو جائیں اور یہ سفر اسلام اور مسلمانوں کے لیے نافع ثابت ہو۔ میرے نام ایک صاحب کا خط آیا ہے جنہوں نے میرے دورے پر مسرّت کا اظہار کیا ہے اور پروگرام طلب کیا ہے۔ ان صاحب کا پتہ یہ ہے

Mr. Kassim Juma, Dar-es-Salaam.

ہم نے انہیں لکھا ہے کہ بزمی صاحب انشاء اللہ آپ کو تفصیلی پروگرام سے مطلع کر دیں گے۔ آپ جب مکمل پروگرام بنا لیں تو ان صاحب کو اس سے ضرور آگاہ کر دیں۔

یہاں احباب بخیریت ہیں اور سلام کہتے ہیں۔

خاکسار

ابو الاعلےٰ

(۲۷)

لاہور

۳۰ر جولائی ۱۹۶۱ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ میرا پاسپورٹ حکومت نے لے لیا ہے۔ اس لیے اب میں سفر نہیں کر سکتا جب تک پاسپورٹ واپس نہ ملے۔ حکومت نے کوئی ایسی تصریح نہیں کی ہے کہ آیا وہ میرا پاسپورٹ عارضی طور پر کسی مقصد کے لیے لے رہی ہے یا مستقل طور پر ضبط کر رہی ہے یا منسوخ کر رہی ہے۔ اِس غیر متعین حالت میں کوئی پروگرام بنا کر دوسروں کو بھی پریشانی میں ڈالنا مناسب نہیں ہے۔ آپ براہِ کرم مشرقی افریقہ، جنوبی افریقہ اور ماریشس کے تمام متعلقہ حضرات کو مطلع کر دیں کہ وہ کوئی پروگرام نہ بنائیں اور بنا چکے ہوں تو منسوخ کر دیں۔ آپ لوگوں کو اس کا جتنا افسوس ہوگا مجھے بھی اس کا اتنا ہی افسوس ہے مگر مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ آپ کے آزمائشی مرحلہ میں آپ کو سرخ رُو کرے۔

والسلام۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۸)

لاہور

۱۳ ستمبر ۱۹۶۱ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ جس طرح کی خبر آپ نے "ڈان" میں پڑھی ہے اس طرح کی خبریں بعض دوسرے اخبارات میں بھی شائع ہوئی ہیں۔ لیکن مجھے ابھی تک مرکزی حکومت کی طرف سے اس طرح کی کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی ہے۔ مرکزی پاسپورٹ آفس والوں سے استفسار کرنے پر انہوں نے بھی حکومت کی جانب سے اس طرح کی کسی کارروائی سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔ کچھ معلوم نہیں کہ ان اخبارات کا ذریعہ معلومات کیا ہے اور اس خبر میں کہاں تک صداقت ہے۔

آپ کی طرح دوسرے بہت سے احباب بھی برابر مجھ سے پوچھ رہے ہیں کہ میرا پروگرام کیا ہے۔ اس لیے آج مجبوراً صحیح صورت حال کی وضاحت اخبارات کو بھیجی جا رہی ہے۔ سر دست صورت حال یہی ہے۔ آئندہ اگر اس میں کوئی تبدیلی ہوئی تو میں انشاء اللہ آپ کو اطلاع دونگا۔ میں آپ کا اور دوسرے برادران اسلام کا دل سے شکر گزار ہوں جو میری آمد کے متمنی اور منتظر ہیں۔ اگر اللہ نے اسباب پیدا کر دیئے تو انشاء اللہ حاضر ہونے کی کوشش کروں گا۔ سب دوستوں سے میرا سلام عرض کریں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۹)

لاہور

۲۷ر نومبر ۱۹۶۱ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید ہے کہ آپ اپنے اعزہ و احباب کے ساتھ بخیر و عافیت ہوں گے۔ آپ کو یہ معلوم کر کے یقیناً خوشی ہوگی کہ مجھے وزارت داخلہ کی جانب سے مطلع کیا گیا ہے کہ مَیں اپنا پاسپورٹ ڈائرکٹر پاسپورٹ کراچی کے دفتر میں پیش کروں تاکہ اس میں افریقہ اور شرق اوسط کے حذف شدہ ممالک کا دوبارہ اندراج کر دیا جائے۔ مَیں نے کراچی میں خورشید صاحب کے سپرد یہ کام کر دیا ہے اور امید ہے کہ یہ کارروائی جلد تکمیل پذیر ہو جائے گی۔

اب آپ مشورہ کر کے مطلع فرمائیں کہ دورے کے لیے کون سی تاریخیں موزوں رہیں گی۔ دَورہ یا تو رمضان سے قبل ہونا چاہیے یا رمضان کے بعد۔ رمضان سے قبل کا وقفہ اب کم رہ گیا ہے اور موسم بھی شاید زیادہ گرم ہو، اس لیے غالباً رمضان کے بعد ہی کا پروگرام ٹھیک رہے گا۔ بہر حال آپ کا جواب آنے پر قطعی فیصلہ کیا جا سکے گا۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے لیے خدمتِ دین کے اسباب فراہم فرمائے، آمین۔

خاکسار

ابو الاعلیٰ

(۳۰)

لاہور

۲۸ر جون ۱۹۶۵ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ جو ملک غلام علی صاحب کے نام تھا، انہوں نے مجھے دکھایا۔ آپ نے اپنی جو اُلجھنیں بیان کی ہیں ان کا اصل سبب یہ ہے کہ آپ نے اس تاریخ کا مطالعہ العواصم من القواصم، منہاج السنہ اور تحفۂ اثنا عشریہ کی مدد سے کیا ہے۔ یہ کتابیں شیعوں کے الزامات کی تردید میں لکھی گئی ہیں اس لیے لامحالہ ان میں وکیل صفائی کی تقریر کا انداز پیدا ہو گیا ہے جس سے واقعات کی اصل تصویر سامنے نہیں آتی۔ ایسی ہی الجھنیں اس صورت میں بھی پیدا ہوتی ہیں جب کوئی شخص شیعوں کی الزامی تقریر پڑھ کر حالات کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ صحیح تصویر تو آدمی کے سامنے صرف اسی وقت آتی ہے جب وہ الزام اور صفائی سے قطع نظر کر کے تاریخ و سیَر کی وہ کتابیں پڑھے جن کے مصنفین نے الزام یا صفائی کے لیے نہیں بلکہ محض بیان واقعات کے لیے تاریخ نگاری کی ہے۔ آپ کے ذہن پر چونکہ صفائی کی تقریر کا اثر ہے اس لیے آپ نے میرے مضمون میں بھی جتنا کچھ مَیں نے لکھا ہے اس سے کچھ زیادہ پڑھ ڈالا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق میرے حاشیۂ خیال میں بھی کبھی یہ بات نہیں آئی کہ مَیں اُن کے خلاف کوئی الزام نامہ مرتب کروں۔ میرے سامنے تاریخ سے جو واقعات آئے ہیں انہیں مَیں نے الزام یا صفائی کے نقطۂ نظر سے نہیں دیکھا ہے، بلکہ یہ

سمجھنے کے لیے دیکھا ہے کہ اُن کے عہد میں جو فتنہ اُٹھا اُس کے اُٹھنے کا اصل سبب کیا تھا۔ اب ذرا آپ بھی اپنے ذہن کو الزام و صفائی کے نقطۂ نظر سے خالی کر کے محض واقعات کو ان کی سادہ شکل میں دیکھنے کی کوشش کریں۔

کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ایک وقت ایسا تھا جب بصرہ، کوفہ، شام اور مصر کے گورنر بیک وقت حضرت عثمان کے رشتہ دار تھے؟ اُس زمانہ میں آرمینیہ اور آذربائیجان وغیرہ کے تمام علاقے کوفے کے گورنر کے ماتحت، ایران کے تمام عُمّال بصرے کے گورنر کے ماتحت، اور افریقہ کے پورے مفتوحہ علاقے مصر کے گورنر کے ماتحت ہوتے تھے۔ اِس طرح جزیرۃ العرب کے سوا پوری مملکت ایک ہی خاندان کے گورنروں کے تحت آگئی تھی، اور مرکز میں خلیفہ کا سکرٹری بھی اسی خاندان کا آدمی تھا۔ کیا یہ چیز فتنے کی موجب بنے بغیر رہ سکتی تھی؟ فرض کیجیے کہ میرے رشتہ دار جماعت اسلامی کے اچھے کارکنوں میں سے ہوں، اور میں اُن میں سے ایک کو قیم جماعت بنا دوں اور تین چار کو مختلف حلقوں کا امیر مقرر کر دوں۔ کیا یہ فتنے کا موجب نہ بن جائے گا؟ اس کے لیے یہ کوئی دلیل نہ ہوگی کہ مجھ سے پہلے بھی کسی امیر نے اِن لوگوں کو ذمہ دارانہ عہدوں پر مقرر کیا تھا۔ دوسروں نے اگر میرے رشتہ داروں سے اعلیٰ خدمات لی ہوں تو اُن پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ میں اگر اپنے رشتہ داروں کو اونچے مناصب پر مقرر کروں تو یہ فتنے کا معقول سبب ہوگا۔ آخر حضرت ابوبکر کا قبیلہ بنی تیم، اور حضرت عمر کا قبیلہ بنی عدی بھی پورا کا پورا نالائق لوگوں پر مشتمل نہ تھا۔ لیکن ان بزرگوں نے بنی امیہ کے طلقاء تک کو حکومت کے عہدے دیئے مگر اپنے قبیلے کے آدمیوں کو آگے نہ بڑھایا، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ خلیفہ کا اپنے قبیلے والوں کو بڑے

بڑے عہدے دینا موضعِ تہمت بن جائے گا۔ اس معاملہ میں چاہے کوئی شرعی حکم مانع نہ ہو، مگر تدبیر کے لحاظ سے اس کے نامناسب ہونے میں کلام نہیں کیا جا سکتا۔

پھر یہ کہنا بھی کافی نہیں ہے کہ حضرت عثمان سے پہلے اِن لوگوں کی خدمات سے فائدہ اٹھایا جاتا رہا تھا، اس لیے بعد میں اگر ان سے فائدہ اٹھایا گیا تو یہ قابلِ اعتراض نہ تھا۔ حضرت عثمانؓ سے پہلے حضرت عمرؓ کے زمانے میں ولید بن عُقبہ صرف الجزیرہ کے عرب علاقے کا افسر تھا، عبداللہ بن ابی سرح صرف جُند مصر کے افسر تھے، حضرت معاویہؓ صرف دمشق کے علاقے کے گورنر تھے۔ عبداللہ بن عامر اور سعید بن العاص بھی اتنے بڑے عہدوں پر نہ تھے جو بعد میں ان کو دیئے گئے۔ اور مروان کا تو داخلہ بھی شیخین کے زمانے تک مدینہ میں بند رہا۔ اس لیے جب حضرت عثمان نے ان لوگوں کو کوفے اور بصرے اور پوری ولایت شام اور مصر و افریقہ کی گورنریاں دیں اور مروان کو سیکرٹری بنایا تو یہ فطری طور پر فتنے کا موجب بنا۔

ولید بن عقبہ کے متعلق میں نے اشارۃً و کنایۃً بھی یہ نہیں کہا ہے کہ اس کا مے نوش ہونا حضرت عثمانؓ کے علم میں تھا۔ میں نے تو خود اس پر حد جاری کرنے کا واقعہ نقل کیا ہے۔ لیکن کیا اس واقعہ سے کبھی انکار کیا جا سکتا ہے کہ اس نے صبح کی نماز چار رکعت پڑھائی اور پھر پلٹ کر نمازیوں سے پوچھا ازیدکم؟ حافظ ابن کثیر البدایہ میں لکھتے ہیں کہ کان سبب عزلہ انہ صلی باھل الکوفۃ الصبح اربعًا ثم التفت الیھم فقال ازیدکم (جلد ۷، صفحہ ۱۵۵)۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں یہ واقعہ مشہور من حدیث ابی مخنف و من نقل اھل الحدیث والاخبار۔ آپ خود اندازہ کریں کہ اگر میں اپنے

کسی رشتہ دار کو کسی حلقے کا امیر بنا دوں اور وہ نماز میں یہ حرکت کرے تو کیا لوگ یہ نہ کہیں گے کہ دیکھو اس شخص نے اول تو اپنے رشتہ دار کو یہ منصب دیا، اور وہ رشتہ دار بھی اس قماش کا آدمی ہے کہ صبح کی چار رکعتیں پڑھا کر پوچھتا ہے اور پڑھاؤں ؟

آپ کہتے ہیں کہ کوفہ و بصرہ میں فتنہ پرداز لوگ جمع ہو گئے تھے اور ابن سبا نے انہیں استعمال کیا تھا۔ یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے اور مَیں نے خود بھی ان لوگوں کو سازشی قرار دیا ہے، نیز یہ کہا ہے کہ عام لوگ حضرت عثمانؓ کی اس پالیسی سے خوش نہ ہونے کے باوجود اُن کے خلاف بغاوت کا خیال تک کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ لیکن کیا آپ اس کا انکار کر سکتے ہیں کہ فتنہ پردازوں کو بھی فتنہ اٹھانے کے لیے کوئی سبب درکار ہوا کرتا ہے ؟ اگر کوئی سبب ایسا نہ ملے جسے استعمال کر کے وہ لوگوں کو بھڑکا سکیں تو ان کی بات نہیں چلتی، البتہ کوئی سبب ہاتھ آجائے تو وہ اپنا کاروبار خوب چلا لیتے ہیں۔ یہ فتنہ پرداز شیخین کے عہد میں بھی موجود تھے، بعد کی پیداوار نہ تھے۔ لیکن شیخین نے اپنی ذات کو تہمت سے اس قدر بالا رکھا تھا کہ وہ کسی کو ان کے خلاف بھڑکا نہ سکتے تھے۔ سیدنا عثمانؓ سے اپنے رشتہ داروں کے معاملہ میں جو کمزوری ظاہر ہوئی اس نے ان کی اخلاقی پوزیشن کو اُتنا مضبوط نہ رہنے دیا، اور اسی لیے فتنہ پردازوں کو اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل گیا۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ کوفہ کے فتنہ پردازوں نے اصل بنیادی شکایت جو بیان کی وہ یہ تھی:

بعثوا الیٰ عثمان من یناظرہ فیما فعل وفیما اعتمد من عزل کثیر من الصحابۃ وتولیۃ جماعۃ من بنی امیۃ من اقربائہ واغلظوا لہ فی القول وطلبوا منہ ان یعزل عمالہ ویستبدل ائمۃ غیرھم (جلد ۷، صفحہ ۱۶۶ - ۱۶۷)۔

اس لیے یہ خیال کرنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ڈنڈے کے زور سے فتنہ پردازوں کو دبا رکھا تھا، اور محض حضرت عثمان کے حلم کی وجہ سے وہ سر اٹھانے میں کامیاب ہو گئے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کا دبدبہ اس لیے قائم تھا کہ انہوں نے اپنی ذات پر انگلی رکھنے تک کی گنجائش نہ چھوڑی تھی، اس لیے وہ لوگوں کو مضبوطی کے ساتھ دبا سکتے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے اپنی ذات پر حرف رکھنے کی گنجائش دے دی، اور اس وجہ سے فتنہ پردازوں کو کام کرنے کا موقع مل گیا۔

مروان کو افریقہ کا مال غنیمت دینے کے متعلق جو روایت ہے اس کے بارے میں طبقات ابن سعد اور ابن الاثیر کا یہ بیان ملاحظہ فرمالیں:

عن الزهري، قال لما ولي عثمان عاش اثنتي عشرة سنة اميرًا يعمل ست سنين لا ينقم الناس عليه شيئًا، وانه لاحب الى قريش من عمر بن الخطاب لان عمر كان شديدًا عليهم، فلما وليهم عثمان لان لهم ووصلهم، ثم توانى في امرهم واستعمل اقرباءه واهل بيته في الست الاواخر، وكتب لمروان خمس مصر، واعطى اقرباءه المال، وتاول في ذالك السلة التي امر بها الله، واتخذ الاموال واستسلف من بيت المال وقال ان ابا بكر وعمر تركا من ذالك ما هو لهما وانى اخذته فقسمته في اقربائي، فانكر الناس عليه ذالك ..... وعن ام بكر بنت المسور، عن ابيها، قال سمعت عثمان يقول ايها الناس ان ابا بكر وعمر كانا يتأثلان في هذا المال ظلف انفسهما نزري ارحامهما وانى تاولت فيه صله رحمي (طبقات ابن سعد جلد ۳، ص ۶۰)۔

ثم ان عبد الله بن سعد ..... حمل خمس افريقة الى المدينة فاشترا

مروان بن حکم بخمسمائة الف دینار فوضعها عنه عثمان، وکان هذا مما أُخِذَ علیه، وهذا احسن ما قیل فی خمس افریقیة، فان بعض الناس یقول اعطی عثمان خمس افریقیة عبداللہ بن سعد، وبعضهم یقول اعطاه مروان بن حکم (ابن الاثیر، جلد ۳، صفحہ ۴۶)۔

یہ دوسرا سبب تھا جس کی وجہ سے فتنہ پردازوں کو فتنے کے لیے راستہ نکالنے کی گنجائش ملی۔ اور تیسرے سبب کو ابن سعد اور ابن کثیر نے اس طرح بیان کیا ہے:

ولم یزل مروان مع ابن عمه عثمان بن عفان، وکان کاتبًا له، وامر له عثمان باموال وکان یتاوّل فی ذالك صلة قرابته، وکان الناس ینقمون علی عثمان تقریبه مروان وطاعته له ویرون ان کثیرًا مما ینسب الی عثمان لم یامر به وان ذالك عن رائی مروان دون عثمان۔ فکان الناس قد شنقوا لعثمان لما کان یصنع بمروان ویقربه، وکان مروان یحمله علی اصحابه وعلی الناس ویبلّغه ما یتکلون فیه ویهدّد به ویریه انه یتقرب بذالك الیه۔ (طبقات، جلد ۵، صفحہ ۳۶)۔

ومروان کان اکبر الاسباب فی حصار عثمان لانه نزّر علی لسانه کتابًا الی مصر بقتل اولئك الوفد۔ (البدایة والنهایہ، جلد ۸، صفحہ ۲۵۹)۔

فتنہ پردازوں نے تو خیر ان کمزور پہلوؤں سے وہ رخنہ پیدا کر لیا جس سے وہ سیلاب بلا لے آئے۔ لیکن مخلصین صحابہ بھی ان چیزوں کو ناپسند کر رہے تھے اور ان کی اصلاح چاہتے تھے۔ طبری نے حضرات طلحہ و زبیر کا یہ قول نقل کیا ہے: انما اردنا ان یُستعتب امیر المومنین عثمان ولم نرد قتله فغلب سفهاء الناس الحلماء

حتی قتلوہ۔ (جلد ۳، صفحہ ۴۸۶)۔ حضرت عائشہؓ کے متعلق بھی طبری نے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ بھی ان چیزوں سے ناخوش تھیں، مگر اس حد تک جانے کے لیے تیار نہ تھیں کہ حضرت عثمانؓ کو قتل کر ڈالا جائے، (جلد ۳، صفحہ ۴۰۷)۔ حضرت علیؓ کی حضرت عثمانؓ کے ساتھ جو گفتگو حافظ ابن کثیر نے نقل کی ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہی امور ان کو بھی ناپسند تھے اور وہ چاہتے تھے کہ حضرت عثمان ان کی اصلاح کریں۔ (البدایہ، جلد ۷، صفحہ ۱۶۸-۱۶۹)۔

جن مصنفین کے یہ حوالے میں نے دیئے ہیں ان میں سے کسی کو بھی آپ حضرت عثمانؓ کا مخالف یا شیعوں کا حامی نہیں کہہ سکتے۔ لیکن چونکہ انہوں نے الزام یا صفائی کی تقریر نہیں کی ہے، بلکہ واقعات جس طرح بھی وہ پیش آئے انہیں بیان کیا ہے، اس لیے اصل صورت حالات کی تصویر ان میں سامنے آجاتی ہے۔

رہی یہ بات کہ حضرت علیؓ نے مالک الاشتر اور محمد بن ابی بکر کو گورنر مقرر کیا، تو اگر آپ صبر کر کے میرے مضمون کی دوسری قسط کا انتظار کر لیتے تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ میں حضرت علی کے اصل فعل کو صحیح نہیں سمجھتا۔ سلسلہ واقعات کی ساری باتیں آدمی ایک ہی سانس میں تو بیان نہیں کر سکتا۔ جہاں اس ذکر کا موقع آیا ہے وہاں پہنچ کر میں نے حضرت علی کی اس پوری پالیسی کو جو انہوں نے قاتلین عثمان کے سلسلے میں اختیار فرمائی، نامناسب قرار دیا ہے۔

لیکن عبداللہ بن عباس اور دوسرے بنی عباس کو گورنریوں پر مقرر کرنے کے بارے میں آپ کا اعتراض میرے نزدیک صحیح نہیں ہے، اور اس کے وجوہ میں نے مضمون کی دوسری قسط میں بیان کر دیئے ہیں۔ میرے نزدیک وہ حالات جن میں حضرت

عثمانؓ نے اپنے اقربار کو گورنر بنایا، اُن حالات سے بہت مختلف تھے جن میں حضرت علیؓ نے یہ کام کیا۔ حالات کے اس فرق کو نظر انداز کر کے دونوں افعال کی محض ظاہری مشابہت کی بنا پر ان کے بارے میں ایک ہی حکم لگانا میرے نزدیک درست نہیں ہے۔

حضرت معاویہؓ کے بارے میں جو صفائی آپ نے نقل کی ہے وہ ساری کی ساری ان کتابوں پر مبنی ہے جو شیعوں کے الزامات کا جواب دینے کے لیے لکھی گئی ہیں، اور ان میں وکیل صفائی کی تقریر کا انداز اور بھی زیادہ نمایاں ہو گیا ہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں کسی ایک گورنر کی مثال بھی نہیں ملتی جسے پورے دس سال ایک ہی صوبے کا گورنر رکھا گیا ہو۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں نہ صرف یہ کہ پوری ولایت شام اُن کی گورنری میں جمع کر دی گئی، بلکہ وہ پورے ۱۲ سال (علاوہ اُن چار سالوں کے جن میں وہ صرف دمشق پر حضرت عمرؓ کے گورنر تھے) ایک ہی صوبے کے گورنر رہے۔ میں نہیں کہتا کہ یہ شرعاً ناجائز تھا اور کسی شکایت کے بغیر ان کا کسی دوسرے عہدے پر تبدیل کرنا فرض تھا۔ مگر سیاسی تدبیر کے اعتبار سے اس کا نامناسب ہونا تو ناقابلِ انکار ہے۔ اسی طرح ایک صوبے پر اگر حضرت معاویہؓ پوری طرح قابو یافتہ نہ ہو گئے ہوتے تو کیا وہ حضرت علیؓ کے مقابلے میں اٹھنے کی ہمت کر سکتے تھے؟ پھر اُن کے خونِ عثمان کا دعویٰ لے کر اٹھنے اور حضرت علیؓ کی خلافت نہ ماننے کے متعلق آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ تو بڑی ہی کمزور باتیں ہیں؟ آپ پہلے وہ پورا سلسلۂ مضامین مکمل ہو جانے دیں جس کی یہ ہی قسط ابھی آپ نے دیکھی ہے، اس کے بعد ٹھنڈے دل سے اس کو بغور پڑھیں، تب آپ کے سامنے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ حضرت معاویہؓ کی یہ صفائی جو شیعی الزامات

کے جواب میں لکھی گئی ہے، کتنی کمزور ہے۔ مگر کیا آپ نے خود کبھی نہ سوچا کہ پوری مملکت اسلامیہ کے گورنروں میں سے تنہا ایک حضرت معاویہؓ ہی نے یہ خیال کیوں کیا کہ اب دنیائے اسلام کا خلیفہ کوئی نہیں ہے، صرف دو مقابل کے کیمپ ہی باقی رہ گئے ہیں؟ اور ان کا یہ تاثر اگر ابتدا میں تھا تو اس وقت یہ کیسے باقی رہ گیا جب پورا جزیرۃ العرب، اور شام کے مشرقی [illegible] کا پورا علاقہ حضرت علی کے زیر نگیں ہو چکا تھا؟ کیا واقعی آپ کے خیال میں جنگِ صفین کے موقع پر صحیح آئینی پوزیشن یہی تھی کہ دنیائے اسلام میں کوئی خلافت موجود نہ تھی بلکہ صرف دو کیمپ مدمقابل تھے، ایک ولایت شام کا کیمپ اور دوسرا باقی دنیائے اسلام کا کیمپ؟ اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر وکالت صفائی کی ایسی تقریر سے کیا حاصل ہے۔

میں یہ مضمون جس غرض کے لیے لکھ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ خلافت راشدہ سے ملوکیت تک نوبت پہنچ جانے کے اسباب بتاؤں، اور پھر یہ بتاؤں کہ خلافت اور ملوکیت میں اصل فرق کیا ہے، خلافت کی جگہ ملوکیت کے آجانے سے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی پر کیا اثرات پڑے، اور یہ تغیر ان نتائج کے ساتھ جب رونما ہو گیا تو مسلمانوں نے اس کے برے اثرات کا مقابلہ کرنے کے لیے کیا کچھ کیا۔ یہ ایک لمبا سلسلہ ہے جس کی کئی اقساط آگے آنی ہیں۔ آپ اس پورے سلسلے کو پڑھنے کے بعد ہی یہ رائے قائم کر سکیں گے کہ مسلمانوں کی تعلیم یافتہ نسل کو اسلامی تاریخ کا یہ دور سمجھانے کی کوئی ضرورت تھی یا نہیں، اور میں نے اس ضرورت کو صحیح طریقہ سے پورا کیا ہے یا غلط طریقہ سے۔

خاکسار
ابو الاعلیٰ

(۳۱)

لاہور

۱۳ر جولائی ۱۹۶۵ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ ملا۔ قرآن کی معاشی تعلیمات والے مضمون کے حواشی میں کسی تفصیلی قانون کے بیان کرنے کا موقع نہیں ہے۔ اس کے کسی حاشیے میں بھی کسی مسئلے کا تفصیلی قانون بیان نہیں کیا گیا ہے۔ صرف مختصر اشارات کی شکل میں یہ بتا دیا گیا ہے کہ فلاں حکم کا کیا منشا ہے۔ فی الرقاب کی بس اتنی تشریح اس جگہ کافی ہے کہ تین قسم کے لوگوں کی گردنیں غلامی سے چھڑانا اس میں شامل ہے۔ ایک وہ مسلمان جو جنگ میں گرفتار ہو کر دشمنوں کے ہاں قید ہو گئے ہوں اور غلام بنا لیے گئے ہوں۔ دوسرے وہ غیر مسلم جو مسلمانوں کے پاس گرفتار ہو کر غلام بنا لیے گئے ہوں اور بعد میں مسلمان ہو کر رہائی حاصل کرنا چاہیں۔ تیسرے وہ لوگ جو پہلے سے غلام چلے آ رہے تھے اور اب رہائی حاصل کرنا چاہیں۔ فدیہ کا لفظ بھی اصطلاحی مفہوم میں استعمال نہیں کیا گیا بلکہ اس معنی میں استعمال کیا گیا ہے کہ آدمی اپنی غلامی کے بدلے میں کوئی چیز دے کر آزادی حاصل کرے۔ عام اردو دان لوگ اس باریکی سے واقف نہیں ہیں کہ بدلِ عتق اور مالِ مکاتبت اور فدیہ کی اصطلاحوں میں کیا فرق ہے۔ اگر اس عام فہم لفظ کے بجائے کوئی اصطلاحی لفظ استعمال ہوتا تو وہ پھر محتاج تشریح ہوتا۔ تاہم کتابی شکل میں شائع کرتے وقت میں اس پوری عبارت کو بدل کر دوسرے طرز پر لکھ دوں گا جس میں یہ اشکالات باقی نہ رہیں گے۔

دوسری تصحیح کے بارے میں مَیں نے آپ کا اِشکال نوٹ کر لیا ہے۔ انشاء اللہ رسائل و مسائل کے آئندہ مجموعہ میں اس کو زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا جائیگا۔

خاکسار

ابو الاعلیٰ

(۳۲)

ٹاہور

۱۲ جنوری ۱۹۶۶ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ ملا۔ دراصل ان دونوں مقامات کے ترجمہ میں ایک مشکل پیش آتی ہے جس کی وجہ سے مَیں نے ترجمہ کی یہ شکل اختیار کی ہے۔ اگر آیت کا مطلب یہ لیا جائے کہ "اگر اللہ کا فضل اور اُس کی رحمت تم پر نہ ہوتی اور اللہ توّاب اور حکیم نہ ہوتا تو ایسا ہوتا" تو اس میں اللہ کے توّاب اور حکیم نہ ہونے کا امکان تصوّر میں آتا ہے۔ لفظی ترجمہ کرنے والے بزرگوں نے اس سے بچنے کے لیے ترجمہ یوں کیا ہے "اور کبھی نہ ہوتا اللہ کا فضل تمہارے اوپر اور اس کی مہر اور یہ کہ اللہ معاف کرنے والا ہے حکمتیں جانتا تو کیا کچھ ہوتا"۔ لیکن اس میں اُردو زبان کا حُسن مارا جاتا ہے۔ مَیں نے اس قباحت سے بچنے کے لیے یہ راہ اختیار کی ہے کہ لولا کا جواب فضل اللہ علیکم ورحمتہ پر مقدّر مانا ہے اور اس کے بعد وان اللہ توّاب حکیم کا عطف اس جواب مقدّر پر فرض کر کے مطلب یہ لیا ہے کہ "اور واقعہ یہ ہے کہ اللہ تواب اور حکیم ہے"۔ یہی صورت مَیں نے دوسری آیت کے ترجمہ میں اختیار کی ہے، کیونکہ وہاں اللہ کے رؤف و رحیم نہ ہونے کا امکان تصور میں آتا ہے۔ آپ ان

پر غور فرما کر اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔ اگر آپ کے نزدیک میری اختیار کردہ یہ صورت ٹھیک نہ بیٹھتی ہو تو مَیں انشاء اللہ اس مقام کی اصلاح کر دونگا۔

خاکسار
ابوالاعلےٰ

(۳۳)

لاہور
۱۴ر فروری ۱۹۶۶ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ ملا۔ مولانا رحمت اللہ صاحب کا جو قول آپ نے نقل فرمایا ہے مَیں نے اس پر غور کیا، مگر مجھے سورۂ فتح کے مقامِ مذکور پر ذَنْب کو اس معنی میں لینے کی کوئی مناسبت نظر نہیں آتی۔ اس سیاق و سباق میں ذنب کا لفظ پڑھ کر ذہن مشکل ہی سے اس طرف منتقل ہوتا ہے کہ اس سے مراد وہ الزامات اور تہمتیں ہیں جو کفار حضورؐ پر لگاتے تھے اور اللہ کے اس سے درگزر فرمانے کا مطلب مسلم اور غیر مسلم کے میل جول سے اُن الزامات اور تہمتوں کا رفع ہو جانا مراد ہے۔

مدینہ یونیورسٹی کے طلبہ اور مرزائیوں سے متعلق آپ نے جن دو امور کی طرف توجہ دلائی ہے ان دونوں امور کے متعلق مولوی منظور احمد صاحب نے مجھے بھی لکھا ہے اور ان کے لیے مَیں انشاء اللہ کوشش کرونگا۔

۵ر مارچ کو میری بچی کی شادی ہو رہی ہے اور مَیں چاہتا ہوں کہ نکاح آپ پڑھائیں۔ دعوت نامہ الگ بھیج رہا ہوں۔

خاکسار
ابوالاعلےٰ

(۳۴)

لاہور

۵ رمئی سنہ ۱۹۶۶ء

عزیزم عاصم صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط مورخہ ۲۷ راپریل ملا۔ مکۂ معظمہ میں آپ سے بلاتوقع ملاقات ہو جانے پر بڑی خوشی ہوئی تھی۔ آپ کو میری ذات سے جو مخلصانہ تعلق ہے اس کی میں دل سے قدر کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو امریکہ میں بخیر رکھے اور اپنے مقاصد میں کامیاب کرے۔

اگست ۱۹۶۵ء سے ترجمان آپ کے نام جاری کرا دیا ہے۔ تفہیم القرآن جلد سوم تو ہندوستان میں بھی چھپ چکی ہے۔ وہ آپ وہاں سے منگوا سکتے ہیں۔ جلد چہارم ابھی زیرِ طبع ہے۔

امریکہ میں آپ کو جس مسئلے سے سابقہ درپیش ہے وہ درحقیقت نیا نہیں ہے بلکہ مادہ پرست سوسائٹی جہاں بھی پائی گئی ہے وہاں قریب قریب ایسی ہی دشواریوں سے دعوتِ حق کو سابقہ پیش آیا ہے۔ تفہیم القرآن میں مکّی سورتوں کو آپ غور سے پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ قریش کی ذہنیت بھی ایسی ہی تھی۔ اس ذہنیت کے لوگوں کو جھنجھوڑنے اور ان کو حقائق کی طرف توجہ دلانے کے لیے قرآن مجید میں جو طرزِ دعوت اختیار کیا گیا ہے اس کو آپ اچھی طرح سمجھ لیں تو ہر ایسی سوسائٹی میں دعوت کا ڈھنگ آپ کو آجائے گا۔ اس ڈھنگ پر دعوت دینے کے لیے یہ ضروری ہے کہ جس معاشرے میں آپ کام کر رہے ہوں اس کی بنیادی خرابیوں کے متعلق آپ

کے پاس مفصل معلومات ہوں اور اُن خرابیوں سے جو نتائج برآمد ہو رہے ہیں ان کے متعلق بھی آپ تفصیلی معلومات رکھتے ہوں۔ امریکہ کے بارے میں ایسی معلومات آپ کو بڑی آسانی سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ جرائم کی روز افزوں ترقی، جرائم کے سائنٹفک اور منظم طریقے اور ان کی پشت پر اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کی ذہانت کا کارفرما ہونا، ۲۰ سال سے کم عمر کے لوگوں میں ایک طرف جوائم اور دوسری طرف غیر معمولی جنسی رجحان (Abnormal Sexuality) کا روز افزوں ہونا، طلاق کی کثرت اور خانگی زندگی کا نظام درہم برہم ہونا، ایک طرف انتہائی دولت اور دوسری طرف انتہائی غربت کا پایا جانا، اور اپنے معاشرے کے غریب لوگوں سے ہی نہیں بلکہ اپنے رشتہ داروں اور خود اپنے بوڑھے ماں باپ تک سے لوگوں کا بے اعتنائی برتنا، اور اس کے ساتھ بین الاقوامی دنیا میں وہ سفاکی جو ویت نام میں برتی جا رہی ہے اور وہ خود غرضانہ ظلم جو فلسطین میں اسرائیل کو زبردستی قائم کر کے کیا گیا، یہ وہ چیزیں ہیں جن کی طرف توجہ دلا کر آپ امریکی سوسائٹی کے ایسے افراد کو اپنی مادہ پرستانہ تہذیب کے بنیادی نقائص کا احساس دلا سکتے ہیں جن کے ضمیر میں ابھی کچھ زندگی باقی ہو۔ اس طرح کے مواد سے کام لے کر تنقید بھی اسی انداز میں کیجیے جو قرآن میں اختیار کیا گیا ہے اور حق کی طرف دعوت بھی قرآنی انداز میں اور قرآنی استدلال کے ساتھ دیجیے۔

امریکہ والوں کی دوسری گمراہی عیسائیت ہے اور اس پر تنقید کرنے کے لیے آپ کو پورا مواد تفہیم القرآن کے ذریعہ سے مل سکتا ہے۔ تینوں جلدوں کے انڈکس کو ورق بہ ورق دیکھ کر آپ مواد جمع کر سکتے ہیں۔

یہ بات بھی ملحوظ رکھیے کہ اس طرح کی سوسائٹی میں یدخلون فی دین اللہ افواجا

(Mass Conversion) نہیں ہوا کرتا۔ داعی کو اگرچہ سینکڑوں آدمیوں تک پہنچنا ہوتا ہے، مگر ابتداءً مشکل سے ایک دو آدمی حق کو قبول کرتے ہیں۔ آپ جن لوگوں سے بھی بات کریں ان میں کسی ایک ایسے آدمی کو تلاش کیجیے جس میں قبولِ حق کی صلاحیت ہو اور جو حق و باطل کے معاملہ میں سنجیدگی سے سوچنے والا (Serious Minded) ہو۔ ایسا آدمی جب مِل جائے تو پہلے اسی پر زیادہ محنت کیجیے یہاں تک کہ وہ آپ کا پورا مددگار بن جائے۔ پھر وہی مزید آدمیوں کی اصلاح کا ذریعہ بن سکے گا۔

نماز میں خشوع و خضوع تو اللہ کی دین پر منحصر ہے۔ آپ اپنی حد تک پوری پابندی سے نماز پڑھتے جائیں اور اپنی حد تک کوشش کریں کہ نماز کے وقت خیالات میں انتشار نہ ہو اور اس کے مضامین پر ذہن مرکوز رہے۔ جب کبھی نماز کے دوران میں محسوس ہو کہ ذہن میں انتشار پیدا ہو رہا ہے اسی وقت پھر خیالات کا رخ نماز کی طرف موڑ دیجیے۔

میکگل یونیورسٹی سے جس کتاب کی اشاعت کا ذکر آپ سے اقبال سہیل صاحب نے کیا تھا وہ میرے علم میں نہیں ہے۔ میرے پاس وہ کتاب تو درکنار اس کی اطلاع بھی نہیں پہنچی۔

نفسیات اور فلسفے کے متعلق اسلام کے بنیادی اصولوں پر تفصیلی بحث تو نہیں، مگر ان کی طرف اشارات جگہ جگہ آپ کو تفہیم القرآن میں ملیں گے۔ آپ تینوں جلدوں کے انڈکس بغور پڑھیں۔ آپ نے جو سوالات بھیجے تھے ان کو پڑھنے کے بعد میں سوچتا رہا کہ جواب لکھوں۔ مگر میری مصروفیتیں اب اس قدر بڑھ گئی ہیں کہ یہ کام میرے

بس کے نہیں رہے۔ خدا کرے کہ کسی وقت فرصت مل جائے۔

آپ نے وقتاً فوقتاً جو چیزیں مجھے بھیجی تھیں وہ مجھے پہنچ گئی ہیں۔ آپ بے فکر رہیں۔ کسی خاص چیز کے امریکہ سے منگوانے کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ اگر کبھی ضرورت پیش آئی تو بلا تکلف اطلاع دونگا۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

نوٹ:۔ اِس مجموعے میں عاصم صاحب کے نام ۹ خطوط ہیں۔ یہ عاصم حسین صاحب وہ ہیں جو امریکہ میں پروفیسر ہیں۔

(۳۵)

لاہور

۴ر جنوری ۱۹۶۷ء

عزیزم عاصم صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا اس سے پہلے مجھے صرف ایک خط (مورخہ ۱۱ر نومبر ۱۹۶۶ء) ملا تھا جب کہ میں سعودی عرب گیا ہوا تھا۔ دوسرا خط مورخہ ۲ر دسمبر آج ملا ہے۔ میری قوتِ کار چونکہ روز بروز کم ہوتی چلی جا رہی ہے اور مصروفیتیں بڑھتی جا رہی ہیں، اس لیے مجھے اپنا وقت بڑی کفایت شعاری کے ساتھ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اسی وجہ سے زیادہ تفصیلی جواب طلب خطوط کے جواب دینے میں خصوصاً جب کہ وہ اجتماعی مفاد سے متعلق نہ ہوں، مجھے بڑی مشکل پیش آتی ہے۔ تاہم آپ کے سوالات کے مختصر جوابات دے رہا ہوں۔

۱۔ نفس کا لفظ کبھی تو ذی شخاص کے لیے بولا جاتا ہے، جیسے فرمایا کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ اور کبھی اس سے مراد (SUBCONSCIOUS) "ذہن ذی شعور" ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا کبھی اس سے مراد روح ہوتی

ہے، جیسے فرمایا وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (یعنی جب رُوحیں پھر جسم کے ساتھ ملا دی جائیں گی)۔ کبھی اس سے مراد انسان کی پوری ذات ہوتی ہے مع جسم و روح، جیسے فرمایا وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (کیا تم خود اپنی ذات یا اپنے وجود پر غور نہیں کرتے)۔ کبھی اس سے مراد انسانی ذہن کے اُس حصّے سے ہوتی ہے جو خواہشات اور جذبات کا محل ہے، جیسے فرمایا وَفِیْهَا مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ (جنت میں وہ سب کچھ ہوگا جس کی نفس خواہش کریں گے)۔ اور کبھی اس سے مراد ذہن انسانی کا وہ حصّہ ہوتا ہے جو اپنی قوتِ فیصلہ (Judgement) استعمال کر کے یہ طے کرتا ہے کہ اسے کس راہ اور کس طریق زندگی کو اختیار کرنا ہے۔ یہ نفس اگر برائی کی راہ پر جانے کا فیصلہ کرتا ہے تو اسے نفسِ امّارہ کہا جاتا ہے۔ جیسے فرمایا اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ۔ اگر وہ برائی کے ارتکاب پر کڑھتا اور ملامت کرتا ہے تو اسے نفس لوّامہ (یا جدید اصطلاح میں ضمیر) کہا جاتا ہے، جیسے فرمایا وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ۔ اور اگر وہ راہ راست کو پورے شرحِ صدر کے ساتھ اختیار کر کے اس کی تکلیفوں کو صبر و سکون کے ساتھ گوارا کرتا ہے اور اس کے خلاف چلنے کے فوائد کو ٹھکرا کر پچھتانے کے بجائے خوش رہتا ہے تو اسے نفسِ مطمئنہ کہا جاتا ہے جیسے فرمایا یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً۔

۲۔ قرآن مجید کی آیت وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا..... میں نفس سے مراد ذہنِ ذی شعور ہے جسے سوچنے سمجھنے، رائے قائم کرنے اور انتخاب و فیصلہ کرنے کے لیے ضروری صلاحیتیں عطا کی گئی ہیں اور علم و فہم اور تعقل کے وہ ذرائع بھی بہم پہنچا دیے گئے ہیں جو ان صلاحیتوں کو استعمال کرنے کے لیے درکار ہیں۔ تسویہ سے مراد کسی چیز کو ٹھیک ٹھیک تیار کر دینے کے ہیں، جیسے موٹر کو اس طرح تیار کر دینا کہ وہ پوری طرح سڑک

پر چلنے کے قابل ہو جائے۔ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر ایک ایسا الہامی (Intuitive and Inherent) علم رکھ دیا ہے جس سے وہ برائی اور بھلائی میں تمیز کرتا ہے اور پہچانتا ہے کہ برائی کی راہ کونسی ہے اور بھلائی کی کونسی۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا میں نشوونما دینے اور دبانے والے سے مراد انسان کی وہ "انا" یا اُس کی وہ خودی (Self) یا (Ego) ہے جو "میرا ذہن" "میری عقل" "میرا دل" "میری روح" "میری جان" "میری زندگی" وغیرہ الفاظ بولتی ہے۔ یہی "انا" اِس ذہنِ ذی شعور کی مالک بنائی گئی ہے۔ اس کو یہ ذہن اس لیے دیا گیا ہے کہ وہ اس کی صلاحیتوں اور قوتوں کو استعمال کر کے اپنی اچھی یا بری شخصیت، جیسی بھی چاہے بنائے۔ یہ اگر اِس ذہنِ ذی شعور کو صحیح طور پر ترقی دے اور اِس کو ٹھیک طریقے سے استعمال کرے تو فلاح پائے گی، اور اگر نفسِ امّارہ کی غلامی اختیار کر کے ذہن کی اِن بہترین صلاحیتوں کو اُس فطری راستے پر نہ بڑھنے دے جس پر چلنے کے لیے ہی یہ صلاحیتیں اس میں پیدا کی گئی ہیں، اور اس کو زبردستی نفس امارہ کے مطالبات پورے کرنے کے لیے تدبیریں سوچنے اور چالیں چلنے اور طریقے ایجاد کرنے پر مجبور کرے، اور نفس لوامہ کی تنبیہات کو بھی زبردستی دباتی چلی جائے تو یہ نامراد اور ناکام ہو جائے گی۔

۳۔ دماغ ذہن کا محل اور اس کا وہ مادّی آلہ ہے جس کے ذریعہ سے ذہن اپنا کام کرتا ہے۔ اور جسم وہ مشین ہے جو ان احکام کی تعمیل کرتی ہے جو دماغ کے ذریعہ سے ذہن اس کو دیتا ہے۔ اس کو ایک بھونڈی (Crude) مثال کے ذریعہ سے یوں سمجھیے کہ انسان کی ذات گویا مجموعہ ہے ڈرائیور اور موٹر کار۔ ڈرائیور ذہن ہے۔

انجن اور (Steering Wheel) میں لگے ہوئے آلات بحیثیت مجموعی دماغ ہیں۔ وہ قوت و توانائی جو انجن کے اندر کام کرتی ہے روح ہے۔ اور موٹر کار کی باڈی جسم ہے۔

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدے اور صوفیانہ تجربے (Mystic Experience) کا فرق آپ کو تفہیم القرآن میں سورۂ نجم کی تفسیر[1] سے اور بھی زیادہ واضح طور پر معلوم ہو جائے گا۔ اس سلسلے میں غارِ حرا کے غور و فکر کی نوعیت کے متعلق مَیں اپنے رسالہ دینیات میں کچھ وضاحت کر چکا ہوں اور آگے تفہیم القرآن میں جب سورۂ ضُحیٰ اور الم نشرح اور سورۂ اِقرأ کی تفسیر آئے گی اس وقت اور زیادہ وضاحت کر دوں گا۔ دراصل غارِ حرا میں حضورؐ کا وہ غور و فکر اس بات پر تھا کہ جاہلیت کے رسوم و عقائد اور مذہبی اعمال تو آپ کو سراسر لغو نظر آتے تھے۔ اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) جس مذہب کی نمائندگی کرتے تھے وہ بھی آپ کے ذہن کو اپیل نہیں کرتا تھا۔ پھر آپ کی قوم جن شدید اعتقادی، اور اخلاقی و معاشرتی خرابیوں میں مبتلا تھی اسے دیکھ دیکھ کر بھی آپ سخت پریشان ہوتے تھے اور کوئی راہ آپ کو ایسی نہ سوجھتی تھی جس سے آپ دین کی ایک مکمل قابل اطمینان تعبیر بھی پا لیں اور اُن خرابیوں کی اصلاح بھی کر سکیں جن میں آپ کو اپنا معاشرہ اور گرد و پیش کی قوموں کا معاشرہ مبتلا نظر آتا تھا۔ اسی کیفیت کو سورۂ الم نشرح میں اِس طرح بیان کیا گیا ہے کہ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ (ہم نے تمہارے دل کا وہ بوجھ دور کر دیا جو تمہاری کمر توڑے ڈال رہا تھا)۔ اور

---

[1] تفہیم القرآن، جلد پنجم۔

اسی کیفیت کو سورۂ والضحیٰ میں یوں فرمایا گیا ہے کہ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (تمہارے رب نے تم کو ناواقف راہ پایا اور تمہیں راستہ بتایا)۔ ضال عربی زبان میں اس شخص کو کہتے ہیں جو راستہ نہ جاننے کی وجہ سے حیران کھڑا ہو اور اس پریشانی میں مبتلا ہو کہ کدھر جاؤں۔

۵۔ آپ سے اُس سائیکیٹرسٹ نے جو کچھ کہا ہے وہ بے چارہ اپنے فن کے اندر اُس مشاہدے اور اُس نورِ علم کی کوئی اور توجیہ نہیں پا سکتا جو نبی کو نصیب ہوتا ہے۔ سائیکلوجی خدا کے بغیر نفس انسانی کے معمّے کو حل کرنا چاہتی ہے۔ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کنجی کے بغیر قفل کھولنا چاہے۔ اسے اگر قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کی توفیق ہوتی تو وہ اپنی سائیکیٹری کے فن میں اس امر کی کوئی توجیہ نہ پا سکتا کہ ایک (Psychosis) کا نفسیاتی مریض آخر قرآن جیسی کتاب اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت جیسی کمال درجہ جامع، متوازن اور دائمی (Everlasting) قیادت کیسے لا سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ معاملہ سائیکیٹری کے فن کے حدود سے بالاتر اور وسیع تر نوعیت کا ہے۔ آدمی اگر بے لاگ غیر متعصب اور غیر ضدی ہو تو وہ اسے سائیکیٹری کی گرفت میں لانے کی کوشش کرنے کے بجائے اپنے فن کی کوتاہی کا اعتراف کرے گا۔ اس قفل کی کنجی اسے کبھی نہیں مل سکتی جب تک وہ اس بات کو نہ مانے کہ ایک خدا ہے، اور انسان کو اسی نے زمین میں پیدا کیا ہے، اور اسی نے یہ ذمہ لیا ہے کہ نوعِ انسانی کی رہنمائی کا انتظام خود انسانوں ہی میں سے بعض افراد کے ذریعہ سے کرے، اور نبی کو وہی اس غرض کے لیے کچھ مشاہدے کراتا ہے اور ایک خاص طریقے سے اس کو علم دیتا ہے۔ اس بات کو جانے بغیر نبی کے مشاہدے اور الہام کی یہ احمقانہ تعبیر کہ وہ ایک

نفسیاتی مریض (Psycholotic) کا نفسیاتی تجربہ تھا، کوئی کر بھی دے تو کیا وہ اپنی سائیکیٹری کے پورے علم سے کسی ایسے نفسیاتی مریض کی کوئی نظیر لا سکتا ہے جس نے فریبِ خیال (Hallucination) کی حالت میں قرآن جیسی ایک کتاب تیار کر دی ہو اور پھر اسے لے کر وہ دنیا کی رہنمائی کے لیے اٹھا ہو اور اس نے نہ صرف ایک قوم کی زندگی میں بلکہ نوع انسانی کے ایک بہت بڑے حصے کی زندگی میں ایسا ہمہ گیر انقلاب برپا کر دیا ہو۔

۶۔ اسلام نے تاریخِ مذہب کا یہ تصور جو پیش کیا ہے کہ نوع انسانی کا آغاز علم کی روشنی میں ہوا ہے اور نوع انسانی کا ابتدائی دین توحید تھا اور شرک اس کے بعد آیا ہے، اس کی تردید موجودہ علم آثارِ قدیمہ (Archiology) اور علم الانسان (Anthropology) سے نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ اسلام جس دور کا ذکر کرتا ہے وہ قبلِ تاریخ کا دور (Prehistoric) ہے اور یہ دونوں علم ابھی تک دورِ تاریخ ہی میں گھوم رہے ہیں۔ نہ آثارِ قدیمہ کا علم ابھی انسان کی بالکل ابتدائی حالت تک رسائی پا سکا ہے، اور نہ قدیم قبائل (Aboriginal Tribes) کے متعلق یہ دعویٰ صحیح ہے کہ ان کی زندگی لازماً ابتدائی انسان کی مکمل اور صحیح نمائندہ ہے۔ یہ محض قیاسات ہیں جن کو خواہ مخواہ "علم" قرار دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔

۷۔ موجودہ سائیکٹری ہی نہیں، بلکہ موجودہ قانونی اور عمرانی (Sociological) فکر کا سارا رجحان مجرم کی حمایت اور جرائم کے ساتھ رعایت کی طرف جا رہا ہے۔ جن لوگوں کی زندگی مجرمین کے افعال کی شکار ہوتی ہے اُن کے ساتھ ہمدردی روز بروز

کم ہو رہی ہے اور مجرموں کو سزا دینے پر ان لوگوں کا دل کچھ زیادہ ہی دکھتا چلا جا رہا ہے ۔یہی وہ اصل محرک ہے جس کی بنا پر یہ فلسفے بگھارے جا رہے ہیں کہ مجرمین دراصل بیمار ہیں، نہ کہ دانستہ ارتکاب جرم کرنے والے دشمنِ معاشرہ (Anti Social) لوگ ۔سوال یہ ہے کہ اس فلسفے کے تحت کیا آپ کی سائیکیٹری جرائم کو روکنے یا ان کو کم کرنے میں آج تک کامیاب ہوئی ہے ؟ بلکہ میں تو یہ پوچھتا ہوں کہ جرائم کی روزِ افزوں ترقی کی رفتار کو یہ لوگ بند (Arrest) بھی کر سکے ہیں؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو اسلامی فقہ کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ اِن فلسفوں سے خواہ مخواہ مرعوب ہو کر اپنی پوزیشن پر نظر ثانی کرے ؟

۸۔ جنوں کے بارے میں قرآن و حدیث میں کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا ہے کہ ان کو خلافت دی گئی ہے ۔ البتہ یہ کہا گیا ہے کہ انسان کی طرح جن بھی ایک ذمہ دار مخلوق ہے جس کو کفر و ایمان اور طاعت و معصیت کی آزادی حاصل ہے ۔اسی طرح قرآن و حدیث سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ جن انسان کے جسم و ذہن پر قبضہ کر سکتا ہے ۔ البتہ یہ کہا گیا ہے کہ شیاطین جن انسان کے نفسِ امّارہ سے کسی غیر محسوس طریقے پر رابطہ قائم کر کے اسے گمراہی کی ترغیب دیتے ہیں ۔نیز قرآن و حدیث میں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ ابلیس ہر جگہ حاضر و ناظر ہے ۔ بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ ہر انسان کے ساتھ شیاطینِ جن میں سے ایک شیطان لگا ہوا ہے جو اسے گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے ۔ابلیس ہر انسان کے پاس ہر جگہ نہیں جاتا، بلکہ وہ ان شیاطین کا لیڈر ہے ۔شاید وہ بڑے بڑے لیڈروں ہی کے پاس جاتا ہوگا ۔

۹۔ آخرت کے سلسلے میں جو استدلال میں نے کیا ہے، اس میں اور توبہ کے تصوّر

میں درحقیقت کوئی تضاد نہیں ہے۔ انسان جو جرائم کرتا ہے ان کے اثرات اس کی اپنی ذات پر بھی پڑتے ہیں اور معاشرے میں بھی دُور دُور تک پھیلتے ہیں، حتیٰ کہ مجرم کے بعد بھی ان کا سلسلہ زمانۂ دراز تک چلتا ہے۔ اگر وہ توبہ نہ کرے اور مرتے دم تک اپنے اُن ہی افعال کو جاری رکھے تو لازماً اسے اللہ کے محاسبے اور سزا سے دوچار ہونا پڑے گا۔ لیکن اگر وہ توبہ کرلے اور اپنی اصلاح کرنے کی مخلصانہ کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ اسے محاسبے اور سزا سے معاف کر دے گا اور جن لوگوں کو اس کے سابق جرائم سے نقصان پہنچا ہے ان کے نقصان کی تلافی کسی اور طریقہ سے فرما دے گا۔ توبہ سے معافی کا دروازہ اگر بند ہو تو جو شخص ایک دفعہ اخلاقی پستی میں گر چکا ہو اس کے لیے تو پھر مایوسی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ یہ مایوسی اُس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نہ صرف اس پستی میں مبتلا رکھے گی بلکہ اور زیادہ پستیوں کی طرف گراتی چلی جائے گی۔

۱۰۔ غیبت کے متعلق بہت مفصل بحث میری کتاب "تفہیمات" حصہ سوم میں موجود ہے۔ اسے آپ پڑھ لیں گے تو آپ کو اس کی جائز اور ناجائز نوعیتوں کا فرق اچھی طرح معلوم ہو جائے گا۔

۱۱۔ یاجوج وماجوج اور نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو سوال آپ نے کیا ہے اس کے متعلق مَیں کوئی مفصل جواب دینے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ آئندہ دنیا میں کیا ہونے والا ہے۔ مستقبل کے متعلق جتنا کچھ قرآن و حدیث سے مَیں سمجھ سکا ہوں اُسے مَیں نے بیان کر دیا ہے۔ لیکن تفصیلات جاننے کا کوئی ذریعہ میرے پاس نہیں ہے۔

آج بڑی مشکل سے تراویح پڑھنے کے بعد رات کو آپ کے سوالات کے یہ مختصر جوابات لکھے ہیں۔ خدا کرے کہ ان سے آپ کی تشفی ہو جائے۔

میرے پاس شکاگو سے کسی مذہبی کانفرس کی کوئی دعوت نہیں آئی۔ معلوم نہیں کہ یہ بات وہاں کیسے مشہور ہو گئی۔

میرا لڑکا ڈاکٹر احمد فاروق آج کل امریکہ ہی میں ہے۔ آپ چاہیں تو اس سے خط و کتابت کریں۔

میری طرف سے اپنی اہلیہ محترمہ کو سلام کہہ دیں۔ خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۳۶)

ڈسٹرکٹ کونسل بنگلہ ۳

کمپنی باغ روڈ۔ بنوں

۲۲ر فروری ۱۹۶۰ء

محترمی شیخ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کی مسلسل بیماری سے بڑی تشویش ہے۔ اللہ تعالیٰ کرم فرمائے اور آپ کو جلدی صحت عطا فرمائے۔ خیریت مزاج سے مطلع کریں۔

مَیں نے اپنی گرفتاری سے پہلے تفہیم القرآن جلد چہارم کے تھوڑے سے فارموں پر دستخط کیے تھے جو غالباً اب ختم کے قریب ہوں گے اور کتاب کی فردِ غت میں آپ کو دِقت پیش آ رہی ہو گی۔ آپ براہِ کرم حکومت سے درخواست کر کے، باقی ماندہ فارموں پر دستخط کرانے کی اجازت لے لیجیے اور تمام بقیہ فارم لے کر یا تو خود آ جائیے، یا اگر

آپ بیماری کے باعث نہ آسکتے ہوں تو شیخ عبدالحمید صاحب کو بھیج دیجیے۔ اپنی درخواست میں آپ ہوم سیکرٹری صاحب کو یہ حوالہ بھی دے دیں کہ ۱۹۶۴ء میں، میری نظربندی کے زمانہ میں تفہیم القرآن جلد سوم کے فارموں پر دستخط کرانے کی اجازت دے دی گئی تھی، اس لیے اب یہ اجازت دینے میں کوئی امر مانع نہ ہونا چاہیے۔

تفہیم القرآن جلد دوم کی کتابت اگر مکمل ہو چکی ہو تو اس کی کاپیاں بھی لیتے آئیں تاکہ میں یہاں ان کی تصحیح کر دوں۔ تفہیم القرآن جلد سوم کا بھی ایک نسخہ لیتے آئیں۔ مجھے اس پر نظر ثانی کرنی ہے اور اس میں کچھ نئی چیزوں کا اضافہ کرنا ہے۔ نظر ثانی کے بغیر اس کی نئی کتابت نہ کرائی جائے۔ جلد اول کی طباعت کی طرف جلدی توجہ کریں۔

والسلام۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۳۷)

لاہور

۹ ستمبر ۱۹۶۷ء

عزیزم عاصم صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط میرے پاس بہت دنوں سے جواب طلب رکھا ہے۔ میرے اوپر پہلے تو رہائی پاتے ہی مصروفیتوں نے ہجوم کیا، پھر میں بیمار ہو گیا اور دو ڈھائی مہینے سے مسلسل خرابی صحت میں مبتلا ہوں۔ اسی لیے جواب میں غیر معمولی تاخیر ہوئی۔

آپ کے خط کا مختصر جواب یہ ہے:

۱- مجھے یاد نہیں آتا کہ مَیں نے تفہیم القرآن میں "قلب" کی وہ تعریف کہاں بیان کی ہے جسے آپ کہتے ہیں کہ نفس امّارہ کی جو تعریف مَیں نے آپ کے نام اپنے پچھلے خط میں کی ہے وہ اس کے عین مطابق ہے۔ جب تک آپ حوالہ نہ دیں، دونوں کا مقابلہ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔

۲- یہ بات کہ زمین پر انسان کی زندگی کی ابتدا علم کی روشنی میں ہوئی ہے اور آدم علیہ السلام اور ان کے بعد متصل دور کی انسانی نسل کا دین توحید پر مبنی تھا، ایک مفروضہ (Assumption) نہیں ہے بلکہ وحی کی دی ہوئی خبر ہے، اور ہم کو وحی کے ذریعہ سے علم کی ضرورت ہی اُس جگہ پیش آتی ہے جہاں انسانی ذرائع معلومات ہمیں کام نہیں دیتے۔ نوعِ انسانی کے ابتدائی دین کو جاننے کا کوئی ذریعہ درحقیقت ہمارے پاس نہیں ہے، کیونکہ یہ قبل تاریخ (Prehistoric) زمانے سے متعلق ہے۔ موجودہ زمانے کے لوگ اس معاملے میں اثریات (Archaeology) اور انسانیات (Anthropology) پر اعتماد کرتے ہیں۔ مگر یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ آثارِ قدیمہ ہم کو ابتدائی انسانی زندگی کے ہر پہلو کے متعلق مکمل معلومات دیتے ہیں۔ نیز جو قدیم قبائل (Aborigines) اب دنیا میں پائے جاتے ہیں ان کے متعلق بھی یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ بعینہٖ اُسی ذہنی، اخلاقی اور معاشرتی حالت پر قائم ہیں جو ہزارہا سال پہلے ابتدائی انسانوں کی حالت تھی۔ اس لیے اِن ذرائع علم کے اعتماد پر نہ یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ آغاز میں انسان کا مذہب شرک تھا اور نہ یہ کہ وہ توحید پر مبنی تھا۔

۳- یہ خیال کرنا صحیح نہیں ہے کہ قرآن صرف خلافتی پہلو (Aspect) سے بحث

کرتا ہے۔ دراصل قرآن اوّلاً یہ بتاتا ہے کہ جس مخلوق کو عقل و تمیز دے کر کفر و ایمان، دونوں چیزوں کا اختیار دیا گیا ہے اسے اپنے اختیار کا غلط استعمال کر کے کفر کی راہ اختیار نہیں کرنی چاہیے بلکہ بندگی کی راہ اختیار کرنی چاہیے، اور پھر وہ اسے تعلیم دیتا ہے کہ بندہ بن کر رہنے کے لیے اس کا طرز فکر اور طرز عمل کیا ہو۔ ثانیاً وہ اس ذی عقل مخلوق کو جسے خلافت بھی دی گئی ہے، اس کے فرائض سے آگاہ کرتا ہے اور ان چیزوں سے منع کرتا ہے جو اس کے مقام خلافت کے منافی ہیں۔ جنوں کا تعلق اِس تعلیم کے صرف پہلے حصے سے ہے، اور انسانوں کا تعلق دونوں حصّوں سے۔

۴۔ پیغمبرانہ تجربہ (Prophetic Experience) اور صوفیانہ تجربہ (Mystic Experience) دونوں اصطلاحیں ان لوگوں کی ایجاد کردہ ہیں جو مذہب کے اسلامی تصور سے ناآشنا ہیں اور جنہوں نے اپنی آزاد فلسفیانہ فکر سے کام لے کر اس عالم کی کھوج کرید (Explore) کرنے کی کوشش کی ہے جس کا درحقیقت انہیں کوئی ذاتی تجربہ (Experience) نہیں ہے۔ موجودہ زمانے کے مسلم مفکرین نے انہی کی اصطلاحات اختیار کر کے بات سمجھانے کی کوشش کی ہے، مگر اس سے بات اور اُلجھ گئی ہے، کیونکہ ہر اصطلاح کا ایک خاص فکری پس منظر ہوتا ہے اور جب آپ وہ اصطلاح استعمال کریں گے تو اس کو اس کے فکری پس منظر سے الگ نہ کر سکیں گے۔ بلکہ بسا اوقات اُس اصطلاح کے ساتھ اُس کا فکری پس منظر خود آپ کے ذہن پر مسلط ہو جائے گا۔ اسلام حقیقت کو بالکل صاف اور واضح شکل میں بیان کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی پر وحی نازل کر کے اسے براہ راست صاف اور صریح شکل میں وہ علم دیتا ہے جو

انسان کو حقیقت سے آگاہ کرنے اور اس کی رہنمائی کرنے کے لیے درکار ہے۔ اس علم میں کوئی اشتباہ یا التباس نہیں ہوتا۔ یہ صحیح معنوں میں "علم" یا قرآن کی زبان میں "اَلعِلم" ہوتا ہے۔ بخلاف اس کے غیر نبی انسانوں کو الہام، القاء یا کشف کی صورت میں جو ہدایات ملتی ہیں ان میں اول تو تعلیم بالکل واضح اور صریح نہیں ہوتی، دوسرے انسانوں کو قطعی طور پر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ وہ "علم" ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو دیا جا رہا ہے، تیسرے اس میں اس امر کا قوی امکان ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوا "علم" نہ ہو بلکہ کوئی دوسری طاقت آدمی کی غلط رہنمائی کر رہی ہو۔ یا کم از کم یہ کہ اس میں جو دھندلی رہنمائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی گئی ہو اسے آدمی ٹھیک ٹھیک نہ سمجھے اور اس کے ساتھ خود اس کے اپنے خیالات اور شیطانی وساوس خلط ملط ہو جائیں۔ اسی وجہ سے علمائے اسلام نے یہ کہا ہے کہ الہام والقاء کے ذریعہ سے جو رہنمائی ملے اُسے لازماً نبی کے ذریعہ سے آئی ہوئی رہنمائی سے مقابلہ کر کے دیکھ لینا چاہیے۔ اگر وہ اس سے مطابقت رکھتی ہو تو صحیح ہے، اور اگر اس سے مختلف ہو تو غلط ہے۔

۵۔ سینٹ پال کے بارے میں مختصراً صرف اتنا کہنا کافی سمجھتا ہوں کہ آپ انجیلوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تقریروں اور ارشادات کا گہرا مطالعہ کریں اور پھر اُن کا مقابلہ سینٹ پال کی تحریروں سے کر کے دیکھیں۔ جہاں جہاں اس کی تحریریں صریح طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اُن تعلیمات سے جو خود انجیل میں موجود ہیں، متصادم ہو رہی ہوں وہاں لازماً یہ ماننا پڑے گا کہ سینٹ پال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم و ہدایت سے منحرف ہو گیا تھا۔ اب یہ کام عیسائیوں کا اپنا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کو صحیح مانیں

یا سینٹ پال کو۔ نیز اس فرق کے واضح ہو جانے کے بعد عیسائیوں ہی کو یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ جو باتیں سینٹ پال کی تعلیم میں ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم میں نہیں ہیں، ان پر وہ کہاں تک اعتماد کریں۔ کیونکہ جس شخص کی تعلیمات متعدد امور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے خلاف ہیں، عقل یہ کہتی ہے کہ دین میں اس کے کیے ہوئے اضافے قابلِ اعتماد نہیں ہونے چاہئیں۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۳۸)

لاہور
۲۸ جنوری ۱۹۶۸ء

عزیزم عاصم صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا مفصل خط ملا۔ جس نوعیت کی فہرست آپ چاہتے ہیں وہ بنوا کر بھجوا رہا ہوں[1]۔ مگر آپ یہ خیال رکھیں کہ بہت سے شرعی مسائل کے متعلق اگر آپ استفسارات اور سوال نامے دنیائے اسلام کے اِن لوگوں کو بھیجیں گے تو ان سے ایسے متضاد جوابات ملیں گے جن سے آپ کا اور آپ کے ایسوسی ایشن سے تعلق رکھنے والے طلبہ کا ذہن پراگندہ ہو جائے گا۔

رؤیت ہلال کے متعلق ترجمان کے سوالنامے کا جواب جن لوگوں نے دیا ہے

---

[1] دنیائے اسلام کے بڑے بڑے علماء کی فہرست مطلوب تھی۔

ان سے میں درخواست کر رہا ہوں کہ اپنے جوابات انگریزی میں لکھ دیں۔ اگر انہوں نے یہ خدمت انجام دے دی تو انشاء اللہ آپ کو یہ چیزیں بھیج دی جائیں گی۔

جو حضرات صحابہ کو ڈرامے کی شکل میں اسٹیج پر لانا چاہتے ہیں، یا ان کے فلم بنا کر دکھانا چاہتے ہیں اُن سے کہیے کہ اِس فتنے کا دروازہ نہ کھولیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مغربی فلم ساز آپ کے اس فعل کو حجّت بنا کر مسلمانوں کی مقدّس ترین ہستیوں اور امہات المؤمنین، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی ایسی ایسی فلمیں تیار کریں گے کہ آپ اُن پر چیخ اُٹھیں گے۔ اب تک وہ اس سے اس لیے باز رہے ہیں کہ مسلمان ملکوں میں ان پر سخت احتجاج ہونے کا خطرہ ہے۔ آپ خود یہ دروازہ کھول کر انہیں دعوت دینا چاہتے ہیں کہ ہمارے تمام بزرگوں کو کھیل تماشا بنا ڈالیں؟

میرے اوپر مصروفیتوں کا بار اب اس قدر بڑھ گیا ہے اور صحت اتنی کمزور ہو گئی ہے کہ میرے لیے کوئی تقریر کرنا اور ریکارڈ کرانا مشکل ہے۔

ذبیحہ کے معاملہ میں اگر یہ انتظام ہو سکے کہ کوئی عیسائی اللہ کا نام لے کر اس طرح ذبح کر دے کہ یکلخت گردن جدا نہ ہو اور خون اچھی طرح بہہ جائے تو یہ شکل جائز ہو گی۔

اسلام میں شورائی نظام ہے یا نہیں، اس کا فیصلہ مسلمانوں کی تاریخ سے نہیں بلکہ قرآن و سنت سے ہی ہو سکتا ہے۔ آپ میری کتاب خلافت و ملوکیت دیکھ لیں۔ اس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ قرآن و سنت کی رو سے اسلام کس قسم کا نظام حکومت چاہتا ہے۔ رہی یہ بات کہ مسلمانوں میں صدیوں سے بادشاہت ہی چل رہی ہے اور اصلاحی تحریکیں بھی آخر کار بادشاہی پر جا کر ختم ہوئیں، تو اس کے بہت سے تاریخی اسباب ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ اسلام خود ہی بادشاہی نظام چاہتا ہے۔ حضرت

داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کو قرآن میں کہیں بادشاہ نہیں کہا گیا۔ یہ تو بائیبس ہے جس نے انہیں بادشاہ کہا ہے۔ حضرت داؤدؑ کے لیے تو قرآن میں خلیفہ کا لفظ ستعمال ہوا ہے۔

جنوں کے متعلق جو بات قرآن سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ انہیں بھی انسان کی طرح کفر و ایمان کا اختیار دیا گیا ہے اور اس بنا پر وہ بھی اپنے اعمال کے لیے جواب دِہ ہیں۔ لیکن قرآن ہی میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ زمین کی خلافت انسان کو دی گئی ہے نہ کہ جنوں کو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارادے کی آزادی (Free Will) اور خلافت لازم و ملزوم نہیں ہیں۔

دنیا کا گزرگاہ ہونا تو ظاہر ہے۔ ہر شخص کی زندگی عارضی ہے۔ ہر قوم کی زندگی بھی عارضی ہے۔ اور پوری انسانیت بھی ایک وقت میں نہ تھی، بعد کو وجود میں آئی، اور ایک وقت ختم ہو جائے گی۔ اس لیے یہ تو ایک امر واقعی ہے کہ دنیا گزرگاہ ہے۔ لیکن جو چیز ہمیں دنیا کو ابدی قیام گاہ سمجھنے والوں سے زیادہ کام کرنے پر آمادہ کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم دنیا کو امتحان گاہ سمجھتے ہیں اور فرائض خلافت کی پوری پوری ادائیگی پر امتحان میں کامیابی کا انحصار سمجھتے ہیں۔

نفس اور فؤاد میں کُل اور جز کا سا فرق ہے۔ نفس ایک جامع لفظ ہے جس کا اطلاق انسانی وجود کے بہت سے پہلوؤں (Aspects) پر ہوتا ہے اور بسا اوقات یہ ذہن (Mind) کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے ہم کہتے ہیں کہ میرے نفس کا فیصلہ یہ ہے، یا میرا نفس اس رائے کی طرف مائل ہے۔

بَيْنَ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ سے مراد وہ حصۂ جسم ہے جو پشت اور سینے کے درمیان

واقع ہے، یعنی آدمی کا پورا دھڑ۔ اعضائے تناسل بھی اس میں شامل ہیں۔

اہل مغرب جس جنسی تعلیم کو مدارس میں رواج دے رہے ہیں وہ لڑکوں اور لڑکیوں کو ملا کر ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو بٹھا کر دی جاتی ہے اور اس کا آخری نتیجہ یہ ہے کہ مدرسوں میں بلوغ کی سرحد پر پہنچنے سے بھی کچھ پہلے جنسی تجربات شروع ہو جائیں۔ اس میں اور جنسی مسائل کے متعلق قرآن کے بیان میں آخر کیا مماثلت ہے؟

نیند کو موت سے تشبیہہ دینے کی بنا صرف یہ ہے کہ اس حالت میں انسان کا شعور معطل ہو جاتا ہے اور اس کے حواس میں بھی بڑی حد تک تعطل پیدا ہو جاتا ہے۔ آپ نیند اور خواب کے متعلق تازہ ترین حیاتیاتی (Biological) تحقیقات کے نتائج اگر مجھے بھجوائیں تو انشاء اللہ ان سے فائدہ اٹھاؤں گا۔ اسی طرح DNA کے متعلق بھی تازہ معلومات ضرور بھیجیں۔

فرشتوں اور قوانین فطرت کے تعلق کو بیان کرنے کے لیے آپ ایک حکومت کے قواعد و ضوابط اور اس کی مختلف ملازمتوں (Services) کے باہمی تعلق کی تمثیل کیوں نہ استعمال کریں؟

فلسفہ و نفسیات کے جن مباحث پر آپ حکمائے اسلام کا نقطۂ نظر معلوم کرنا چاہتے ہیں ان پر کہیں بھی آپ کو کوئی یکجا بحث نہیں ملے گی کیوں کہ کسی نے ان کو خاص طور پر موضوع بحث نہیں بنایا ہے البتہ آپ اگر ابن قیم، امام غزالی اور شاہ ولی اللہ صاحب کی کتابیں پڑھیں تو بہت سے مقامات پر آپ کو اس سلسلے میں اشارات مل جائیں گے۔

ایک یہودی نے آپ سے جو کچھ کہا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن میں کہیں بھی یہ نہیں لکھا ہے کہ فلسطین بنی اسرائیل کی میراث کا ملک تھا اور حضرت موسیٰؑ کو

اس کے فتح کا حکم اس لیے دیا گیا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کی میراث حاصل کریں۔ قرآن کے حکم کی بنا تو صرف یہ تھی کہ فلسطین کے علاقے پر مشرک اور ظالم و جبار لوگ قابض تھے۔ اُن سے جنگ کرنے کا حکم اُن کے دینی و اخلاقی بگاڑ کی وجہ سے دیا گیا تھا نہ کہ میراث کے دعویٰ کی بنا پر۔ رہی دارالحرب اور دارالاسلام کی تفریق تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسلامی قانون کی رُو سے دنیا صرف انہی دو "داروں" پر مشتمل نہیں ہے بلکہ کئی قسم کے دار اور بھی ہیں۔ مثلاً ایک وہ جس سے ہمارا صلح و امن کا معاہدہ ہو۔ دوسرا وہ جس سے ہماری نہ صلح ہو نہ جنگ اور وہ ہمارے ساتھ عملاً کوئی دشمنی نہ رکھتا ہو۔ دارالحرب کا اطلاق صرف ان ممالک پر ہوتا ہے جن سے عملاً ہماری جنگ ہو یعنی محاربین (Belligerents).

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۳۹)

لاہور

۳۱ر جولائی ۱۹۶۸ء

عزیزم عاصم صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ آپ اور آپ کے گھر والوں نے میری صحت کے معاملہ میں جس فکرمندی کا اظہار کیا ہے اور معالجے کے سلسلے میں جو مخلصانہ پیش کش کی ہے، اس کے لیے تہ دل سے شکر گزار ہوں۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

اپنے پچھلے خط میں آپ کو اطلاع دے چکا ہوں کہ یہاں میڈیکل بورڈ نے لندن جا

کر آپریشن کرانے کی رائے دی ہے۔ چنانچہ اسی کے مطابق مَیں نے اسٹیٹ بنک میں اجازت کی درخواست کر دی ہے۔ لیکن ابھی تک اجازت نہیں آئی ہے۔

آپ کے ارسال کردہ دونوں رسالے، جو ڈی، این، اے اور نیند پر ریسرچ کے متعلق ہیں مجھے کل مل گئے ہیں۔ شکریہ۔ ذرا امریکہ میں یہ بھی معلوم کیجیے کہ غذاؤں کے نفس پر اثرات کے بارے میں بھی کوئی تحقیقات ہوئی ہیں یا نہیں۔

خاکسار

ابوالاعلےٰ

(۴۰)

لندن

۲۹ر اگست ۱۹۶۸ء

عزیزم عاصم صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مجھے اس وقت ملا تھا جب مَیں لاہور سے روانہ ہونے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس لیے جواب بروقت نہ دے سکا۔ مَیں ۲۵ر اگست کو لندن پہنچ گیا ہوں۔ ہمارے ہاں کے ڈاکٹروں نے لندن میں ڈاکٹر Bade Nock (بیڈ ناک) سے آپریشن کرانے کا مشورہ دیا ہے۔ اور پاکستان میں بیرونی زرِمبادلہ پر جو پابندیاں ہیں اُن کی وجہ سے میرے لیے یہ مشکل بھی تھا کہ مجھے نیویارک یا امریکہ میں کسی اور جگہ جا کر آپریشن کرانے کی اجازت ملتی۔ اس لیے مجھے لندن ہی کو ترجیح دینی پڑی۔

کل ڈاکٹر بیڈ ناک نے میرا ابتدائی معائنہ کیا۔ ان کی رائے یہ ہے کہ بائیں گُردے کو نکال ہی دینا بہتر ہے، کیونکہ یہ ۳۵ر سال سے مسلسل پتھریاں بنا رہا ہے، اور دایاں گُردہ

اس پوری مدت میں بالکل محفوظ رہا ہے۔ اس لیے غالباً گُردے کو وہ نکال دیں گے اور ساتھ ہی ساتھ مثانے کی پتھری بھی نکال دیں گے۔ غدۂ قُدامیہ (Prostate) میں کوئی خرابی ابتدائی معائنہ سے محسوس نہیں کی گئی ہے۔ لیکن اگر آپریشن کے وقت اس کے اندر کوئی تھوڑی بہت خرابی پائی گئی تو اسی کی حد تک اصلاح کر دی جائے گی اور پراسٹیٹ نکالا نہیں جائے گا۔

آج کل احمد فاروق بھی یوٹیکا (Utica) سے یہاں پہنچ گئے ہیں اور تین ہفتے میرے پاس ٹھہریں گے۔

جو کتابیں آپ نے خواب اور DNA کے بارے میں بھیجی تھیں وہ مجھے پہنچ گئی تھیں۔ شکریہ۔

اپنی اہلیہ محترمہ کو میرا اسلام پہنچا دیں۔

خاکسار
ابوالاعلےٰ

(۴۱)

لندن
۲ ستمبر ۱۹۶۸ء

عزیزم عاصم صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط مورخہ ۴ ستمبر ابھی ابھی ملا ہے۔ آٹھ ستمبر کو میں لندن کلینک میں داخل ہو گیا تھا اور نو تاریخ کو میرا مثانے اور (Prostate) کا آپریشن کر دیا گیا۔ گُردے کا اپریشن بعد میں ہو گا جس کے لیے ابھی تاریخ طے نہیں ہوئی۔ غالباً ایک ہفتے

کے بعد میں ہسپتال سے باہر منتقل ہو جاؤں گا۔

عبداللہ عقیل صاحب ملے تھے۔ امریکہ کے مسلم طلبہ کی انجمن (M.S.A.) کے حالات معلوم کر کے خوشی ہوئی۔ سر دست میں اپنی صحت بحال کرنے میں مصروف ہوں۔ اس وقت امریکہ آنے کے بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔

اپنی اہلیہ محترمہ کو میرا اسلام پہنچا دیجیے گا۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۴۲)

لندن
۱۰ر اکتوبر ۱۹۶۸ء

عزیزم عاصم صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط مورخہ ۴ر اکتوبر ملا۔ کل ڈاکٹر بیڈ ناک نے میرا معائنہ کر کے دوسرے آپریشن کے لیے ۲۲ر اکتوبر کی صبح کا وقت مقرر کر دیا ہے۔ میں ۲۱ر اکتوبر کی دوپہر کو لندن کلینک میں داخل ہو جاؤں گا اور اسی روز سارے ابتدائی امتحانات، انشاء اللہ مکمل ہو جائیں گے۔ میرا خیال ہے کہ یہ چونکہ صرف گُردہ نکالنے کا اپریشن ہے اس لیے شاید میں دو تین نومبر تک کلینک سے فارغ کر دیا جاؤں گا۔ اس کے بعد ڈاکٹر سے مشورہ لے کر میں یہ طے کر سکوں گا کہ کب تک مجھے یہاں ٹھہرنا چاہیے اور کب میں سفر کے قابل ہو جاؤں گا۔ میرا اندازہ ہے کہ ۸، ۱۰ نومبر تک میں سفر کر سکوں گا۔

آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ یکے بعد دیگرے دو دو آپریشنوں سے فارغ ہوتے ہی

آیا مجھے سفر اور دَورے کرنے اور مختلف مقامات کے خادمان اسلام کی پیاس بجھانے میں لگ جانا چاہیے، یا جلدی سے جلدی گھر واپس پہنچ کر کچھ مدت آرام کرنا چاہیے تاکہ آئندہ دماغی اور جسمانی محنت کے قابل ہو سکوں۔

احمد فاروق میرے پہلے آپریشن کے بعد چند روز ٹھیر کر امریکہ واپس چلے گئے تھے اور اب دوسرے آپریشن سے ایک روز پہلے وہ پھر یہاں ایک ہفتے کے لیے آئیں گے۔

میں آپ کی مخلصانہ محبت کا بہت شکر گزار ہوں۔ مگر اچھا ہو کہ آپ یہاں آنے اور واپس جانے کا خرچ برداشت نہ کریں اور وہیں سے دعائے خیر کرتے رہیں۔ تاہم اگر آپ آنا چاہیں تو ۲۰ر اکتوبر سے پہلے یا ۳۰ر اکتوبر کے بعد آئیں تاکہ کچھ اطمینان کے ساتھ بات کی جا سکے۔

اپنی اہلیہ محترمہ کو میرا اسلام کہہ دیں۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۴۳)

لاہور
۱۴ر جنوری ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ یکم جنوری مجھے ملا۔ مجھے اس بات سے نہایت خوشی ہوئی کہ آپ نے اور آپ کی اہلیہ محترمہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد ایک مسلم معاشرے میں

رہنے کی ضرورت محسوس کی اور مغربی سوسائٹی کی خرابیوں سے اپنے آپ کو اور اپنی آئندہ نسل کو بچانے کا عزم کر لیا۔ مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ آپ کے خلوص کی قدر فرمائے گا اور آپ کو ضرور ایسے ماحول میں پہنچا دے گا جس میں آپ اپنی اور اپنی اولاد کی زندگی کو اسلام کے سانچے میں ڈھال سکیں گے۔

مَیں آپ کا خط ملنے کے بعد ہی سے اس فکر میں لگ گیا ہوں کہ یہاں آپ کو اور آپ کی اہلیہ محترمہ کو کوئی مناسب کام مل جائے۔ اس کوشش میں لازماً کچھ وقت لگے گا اور اس کے نتائج سے مَیں انشاء اللہ آپ کو جلدی مطلع کر سکوں گا۔ فی الحال مَیں صرف دو باتیں آپ کو پہلے سے بتا دینا چاہتا ہوا تاکہ آپ اپنے ذہن کو ان کے لیے پیشگی تیار کر لیں۔

اوّل یہ کہ پاکستان کے معاشی حالات بھی اور تمدنی حالات بھی امریکہ سے بہت مختلف ہیں۔ یہاں کا معیارِ اجرت اور معیارِ زندگی وہاں سے بہت کم ہے، اور آپ کو یہاں کے حالات کے ساتھ اپنے آپ کو مطابق (Adjust) کرنے میں اچھی خاصی زحمت پیش آئے گی۔

دوم یہ کہ پاکستان اس وقت متضاد کیفیات سے گزر رہا ہے۔ ایک طرف مغرب زدگی بعض طبقوں میں پورے زور پر پھیل رہی ہے، اور دوسری طرف ایسے طبقے بھی موجود ہیں جو اسلامی نظریۂ حیات اور اسلامی زندگی کو نہ صرف قائم رکھنے، بلکہ فروغ دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس صورت حال میں باہر سے، اور خصوصاً مغربی ممالک سے جو لوگ پاکستان کی اسلامیت کے متعلق بڑی اونچی توقعات لے کر آتے ہیں، ان کو یہاں آتے ہی ابتداءً ایک سخت دھچکا لگتا ہے۔ اس لیے آپ پہلے سے یہ بات اچھی طرح سمجھ کر آئیں کہ آپ ایک ایسے ملک میں آ رہے ہیں جو ڈیڑھ سو برس تک برطانوی امپیریلزم کے تحت رہ چکا ہے اور ابھی

اس کے جوڑے سے اس کو نکلے ہوئے صرف ۲۲ رسال ہی ہوئے ہیں۔ یہاں انگریزوں کے چھوڑے ہوئے اثرات اور احیائے دین (Islamic Revival) کی طاقتوں کے درمیان ایک سخت کشمکش برپا ہے۔ ابھی یہاں کی سوسائٹی کو عملاً ایک صحیح اسلامی سوسائٹی بننے میں بہت دیر لگے گی۔ آپ یہاں کے متضاد رجحانات اور حالات کا پہلا منظر دیکھتے ہی اگر اپنے توقعات کے صدمے پر قابو پالیں گے تو انشاء اللہ آپ کو یہاں ایسے لوگ بھی مل جائیں گے جن کے ساتھ رہ کر آپ کو ایک سچے مسلمان کی سی زندگی بسر کرنے کے لیے تمام ممکن سہولتیں بہم پہنچ سکیں گی۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۴۴)

لاہور
۵ رجنوری ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ صدرالدین شیرازی کی کتاب الاسفار الاربعہ کے پہلے دو سفروں کا میں نے ترجمہ کیا تھا جو تقریباً ساڑھے تین ہزار صفحات پر مشتمل تھا۔ جہاں تک میرا خیال ہے اس کے شائع ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ جامعہ عثمانیہ دکن نے اس کا ترجمہ کرانے کا اہتمام کیا تھا۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۴۵)

لاہور

۱۴ر جنوری سنہ ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ ۱۶ر اگست یہاں اُس وقت پہنچا جب میں بغرض علاج لندن جا چکا تھا۔ اب واپسی پر میرے معاون نے وہ مجھے دیا۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے ایڈیشن کا حوالہ نہ دینا واقعی ایک فروگزاشت ہے۔ مَیں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے اس کی طرف توجہ دلائی۔ انشاء اللہ آئندہ اس کا لحاظ رکھوں گا۔

ابنِ ہشام کی جس عبارت کا مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے بارے میں حوالہ دیا ہے وہ "صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الانجیل" کے زیر عنوان ملے گی۔ اس کے بعد کا عنوان ہے "مبعث النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم تسلیمًا"۔ امید ہے کہ ان عنوانات کی مدد سے آپ کو وہ عبارت تلاش کرنے میں زحمت نہ ہو گی۔

خاکسار

ابو الاعلیٰ

---

(۴۶)

لاہور

۱۴ر جنوری ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ حج بیت اللہ کے لیے مکۂ مکرمہ پہنچ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس فریضہ کی برکات سے متمتع اور حج مبرور سے مشرف فرمائے۔ اپنے دونوں صاحبزادوں کو میرا اسلام لکھ دیں۔ افسوس ہے کہ میں ابھی سفر حج کے قابل نہیں ہوں۔ بلکہ خود پاکستان میں بھی سفر کی مشقت اٹھانے کی طاقت مجھ میں نہیں ہے۔ تین چار مہینے مجھے لازماً آرام لینا ہوگا۔

لٹل اسٹار کے لیے دو خط آپ کو اس خط کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔ ایک آپ رابطہ کے دفتر میں دے دیں اور دوسرا عبداللہ عقیل صاحب کو کویت بھجوا دیں۔ دونوں خطوں کے ساتھ لٹل اسٹار کے پرچے منسلک کر دیجیے گا تاکہ وہ ان پرچوں کو دیکھ کر خود بھی رائے قائم کر سکیں۔

خاکسار

ابو الاعلیٰ

(۴۷)

لاہور

۲۸ر جنوری ۱۹۶۹ء

عزیزم عاصم صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ لندن سے منتقل ہو کر مجھے یہاں ملا۔ میں ۲۶ر دسمبر کو لندن سے

روانہ ہو کر دو دن کراچی ٹھہرتا ہوا ۲۹ر دسمبر کو لاہور پہنچ گیا تھا۔ ۲۰ر دسمبر تک میرے زخموں کا ورم تحلیل ہو چکا تھا، اور پاکستان کے حالات اس کے متقاضی تھے کہ میں جلدی سے جلدی یہاں پہنچ جاؤں، اس لیے ۴، ۵ روز مزید آرام لینے کے بعد میں یہاں آگیا۔ اگرچہ ابھی میری جسمانی طاقت اس قابل نہیں ہے کہ ذمہ داریوں کا بار سنبھال لوں۔ لیکن اس موقع پر کم از کم میرا یہاں رہنا ضروری ہے۔

میری جوڑوں کی تکلیف ابھی اچھی خاصی باقی ہے۔ لندن میں اس مرض کے ایک ماہر ڈاکٹر، مائیکل میسن کو دکھایا تھا اور اس نے چھ مہینے تک مسلسل (Butazolidin) استعمال کرنے کی ہدایت کی تھی۔ مگر دو مہینے اسے استعمال کرنے سے بھی کوئی فرق نہیں ہوا۔ پھر کراچی آیا تو یہاں کے ڈاکٹروں نے کہا کہ اس دوا کا زیادہ طویل مدت تک استعمال گردے کے لیے نقصان دہ ہوگا۔ اس لیے اسے ترک کر دیا۔ یہاں کے ڈاکٹروں نے (Ephynel) تجویز کی ہے جسے استعمال کر رہا ہوں۔ مگر اس سے بھی فرق نہیں ہو رہا۔ زیادہ دیر تک کھڑا نہیں رہ سکتا۔ اور سو دو سو قدم چلنے کے بعد بائیں طرف کے کولھے کا جوڑ اتنا دکھنے لگتا ہے کہ پھر چلنا ممکن نہیں رہتا۔ اس کے علاوہ اٹھنے بیٹھنے میں گھٹنے بھی دکھتے ہیں۔

میں ابھی یہ کہہ نہیں سکتا کہ ستمبر میں میرے لیے امریکہ آنا ممکن ہوگا یا نہیں۔ میرے اپنے حالات بھی غیر مستقیم ہیں اور ملک کے حالات بھی۔ آئندہ جون جولائی تک کوئی اندازہ ہو سکے گا کہ میں امریکہ کا سفر کر سکوں گا یا نہیں۔

اپنی اہلیہ محترمہ کو میرا اسلام کہہ دیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۴۸)

لاہور

۲۹ر جنوری سنہ ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ ملا۔ میرے لیے یہی امر کچھ کم باعث مسرت نہیں ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے یہ خط تحریر فرمایا۔ اگرچہ نگاہ کی کمزوری کا اثر آپ کی تحریر میں نمایاں ہے جسے دیکھ کر دل کو تکلیف ہوئی، لیکن اللہ کا شکر ہے کہ آپ لکھ پڑھ سکتے ہیں، دعا ہے کہ خداوند کریم اس کمزوری کو بھی دور فرمائے۔

میری لندن کی تقریر پر آپ نے جس تحسین کا اظہار فرمایا ہے اس کے لیے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ کا یہ خیال صحیح ہے کہ جن حالات میں سر سید احمد خاں مرحوم نے پہلی مرتبہ اسباب بغاوتِ ہند لکھ کر ایک غیر معمولی جرأت کا اظہار کیا تھا، اسی سے ملتے جلتے حالات میں اللہ تعالیٰ نے مجھے عین اہل مغرب کے گھر ان سے صاف صاف بات کہنے کی جرأت عطا فرمائی۔ اس وقت تک تو یہی ہوتا رہا ہے کہ جس نے وہاں جاکر مغربی دنیا کو خطاب کیا اس نے مداہنت اور معذرت خواہی کا انداز ہی اختیار کیا۔ آپ کو یہ سُن کر خوشی ہوگی کہ اس تقریر کا انگریزی ترجمہ اسی وقت بعض ترک دوستوں نے ٹرکی بھیج دیا اور وہاں کے اسلامی اخبارات نے اسے شائع کر دیا۔ اسی طرح بعض عرب دوستوں نے بھی اسے عربی میں منتقل کر کے عربی اخبارات میں بھیج دیا۔ اب ہمارے انگلستان کے دوست اسے انگریزی میں بڑے پیمانے پر چھاپ کر پھیلانے کا انتظام

کر رہے ہیں۔

میرے گھر والے سب آپ کو سلام کہتے ہیں۔ یہاں کے سب رفقاء کی طرف سے بھی سلام قبول فرمائیں۔ میرا خود آپ سے ملنے کو جی چاہتا ہے۔ سرِ دست تین چار مہینے تو مجھے آرام لینا پڑے گا۔ اس کے بعد اگر سرگودھا کی طرف آنے کا موقع ملا تو انشاء اللہ حاضر ہوں گا۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۴۷۹)

لاہور
۳۰ جنوری ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۳۱ دسمبر مجھے بروقت مل گیا تھا، مگر یہاں آتے ہی میری مصروفیتیں اتنی بڑھ گئیں کہ ڈاک دیکھنے تک کی مہلت نہ ملی، کجا کہ جواب دینے کی نوبت آتی۔ اسی لیے یہ جواب بڑی تاخیر سے دے رہا ہوں اور اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

معاشی مسائل کے متعلق میں اپنے خیالات بڑی تفصیل کے ساتھ اپنی کتابوں اور مضامین میں بیان کر چکا ہوں۔ "اسلام اور جدید معاشی نظریات" اسی موضوع پر ہے "سود" نامی کتاب میں بھی معاشی مسائل کے بہت سے پہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ "اسلام کا نظامِ حیات" میں ایک باب بھی اسی موضوع سے متعلق ہے۔ اس کے علاوہ میرے متعدد مضامین اسی موضوع پر ہیں جن کا مجموعہ عنقریب شائع ہونے والا ہے۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مفتوحہ اراضی کا جو بندوبست کیا گیا تھا اس پر تفصیلی بحث میں نے ماہ اپریل ۱۹۶۸ء کے ترجمان القرآن میں کی ہے۔ اسی طرح میری کتاب "مسئلۂ ملکیت زمین" زمین کے بندوبست کے متعلق اسلامی احکام پر مشتمل ہے۔ آپ کو کبھی فرصت ملے تو ان چیزوں کا مطالعہ فرمالیں۔

قومی ملکیت کے بارے میں یہ جان لینا چاہیے اسلام اصولاً نہ اس کو بالکل ممنوع قرار دیتا ہے، نہ اشتراکیت کی طرح یہ قاعدہ اختیار کرتا ہے کہ تمام ذرائع پیداوار قومی ملکیت میں لے لیے جائیں۔ اس کے بجائے اسلامی طریقہ یہ ہے کہ جن چیزوں کا انفرادی ملکیت میں رہنا اجتماعی مفاد کے خلاف ہو، یا جو چیزیں اجتماعی ملکیت میں رہ کر زیادہ مفید طریقے سے نہ چلائی جا سکتی ہوں، ان کو اجتماعی ملکیت میں لیا جا سکتا ہے۔ اب رہا یہ امر کہ اس کا فیصلہ کون کرے؟ تو ظاہر ہے کہ ایک آزاد جمہوری نظام میں قومی مجلس شوریٰ ہی بحث و تحقیق کے بعد اس کا فیصلہ کر سکتی ہے۔

اپنے گھر میرا اسلام کہہ دیجیے گا۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۵۰)

لاہور
۳۱ر جنوری ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ اپنی مسجد میں اللہ کے دین کے لیے جو عظیم خدمات انجام

دے رہے ہیں ان کی تفصیلات پڑھ کر مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی کوششوں میں برکت عطا فرمائے اور دین و دنیا کی سعادتوں سے بہرہ مند فرمائے۔ حاجی مظفر علی صاحب کی وفات کی اطلاع پاکر بہت صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کی سیئات سے درگزر فرماکر ان کی حسنات کو شرف قبولیت بخشے۔ آپ کی خرابی صحت کا حال معلوم کرکے تشویش ہوئی۔ اگر آپ کے لیے ممکن ہو تو ڈاکٹروں کے مشورے کے مطابق کچھ مدت کے لیے تبدیل آب و ہوا فرمالیں۔ لیکن اگر کچھ حقیقی عذرات مانع ہوں تو اللہ کے بھروسے پر وہیں علاج کریں اور اپنا کام جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ وہ آپ کو اپنی حفظ و امان میں رکھے گا اور شفائے عاجل عطا فرمائے گا۔

الفتح۔ کے بعض کارکن مجھ سے کبھی انگلستان میں ملے تھے اور میں نے انہیں مشورہ دیا تھا کہ اپنی صفوں کو اشتراکی اور عرب نیشنلسٹ لوگوں سے پاک رکھیں اور خالص جہاد فی سبیل اللہ کرنے والے سچے مسلمانوں کو جمع کریں۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت آپ کے ساتھ ہوگی اور اللہ اپنے فرشتوں سے آپ کی مدد کرے گا۔

ہم نے اہل فلسطین کی امداد کے لیے جو رقوم جمع کی تھیں، افسوس کہ ان کو براہ راست بھیجنے کا کوئی انتظام نہ ہو سکا اور نہ اردن کی حکومت انہیں منتقل کرکے فلسطین کے مجاہدوں تک پہنچانے پر آمادہ ہوئی۔ اس لیے مجبوراً ہم نے وہ تمام رقمیں صدر صاحب کے فنڈ میں جمع کرادیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۵۱)

لاہور

۱۰ر فروری ۱۹۶۹ء

محترمہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

معذرت خواہ ہوں کہ اپنی شدید مصروفیتوں کے باعث آپ کے ۲۱ر جنوری کے خط کا جواب بروقت نہ دے سکا۔ میری بحالیٔ صحت کے متعلق آپ کی فکر، اور میرے گھر والوں کے متعلق آپ کے عمدہ خیالات میرے لیے باعث شکر گزاری ہیں۔

آپ نے نرسنگ کا پیشہ اختیار کرنے والی لڑکیوں کے لیے جو دُعا اور ان کے والدین کے لیے نصیحت کے جو الفاظ تجویز کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے، اس کی تعمیل سے پہلے مَیں یہ بات واضح کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ اسلام کی رُو سے عورتوں کے لیے الگ ہسپتال، یا ہسپتالوں میں الگ وارڈ ہونے چاہئیں جن میں لیڈی ڈاکٹرس اُن کا علاج کریں اور عورت نرسیں اُن کی تیمارداری کریں۔ مرد ڈاکٹر صرف غیر معمولی ضرورت پیش آنے پر عورتوں کا علاج کر سکتے ہیں نہ کہ عام حالات میں۔ اور عورت نرسیں صرف غیر معمولی ضرورت، مثلاً جنگ کے موقع پر، مردوں کی نرسنگ کر سکتی ہیں، نہ کہ عام حالات میں۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ عام حالات میں مردوں کی نرسنگ مرد کریں اور عورتوں کی نرسنگ عورتیں۔

اس ضروری توضیح کے بعد مَیں آپ کی خواہش کے مطابق نرسنگ کا پیشہ اختیار کرنے والیوں کے لیے حسب ذیل دُعا تجویز کرتا ہوں:

"خداوندا! مَیں نے تیرے بیمار اور آفت زدہ بندوں کی خدمت کے لیے نرسنگ کا پیشہ اختیار کیا ہے۔ تو مجھے توفیق دے کہ مَیں سچی ہمدردی اور خلوص اور محبت کے ساتھ تیرے اِن بندوں کی خدمت کروں، اور ان کی جان بچانے کا جو فرض مجھ پر عائد ہوتا ہے اسے ایمانداری کے ساتھ ادا کروں، اور اس کام میں اپنے ذاتی آرام و آسائش کو مریضوں کی خدمت پر قربان کرنے میں تامل نہ کروں۔ خداوندا، مجھے لالچ اور خود غرضی سے بچا، اور میرے دل میں اپنے بندوں کے لیے سچی ہمدردی پیدا کر، اور مجھے اس بات سے محفوظ رکھ کہ مَیں کبھی کسی بیمار کی تکلیف سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی خواہش یا کوشش کروں۔"

یہ دعا ٹریننگ کے زمانے میں بھی ہر نرس کو ہر روز مانگنی چاہیے، اور ٹریننگ سے فارغ ہونے کے بعد جب وہ کسی ہسپتال میں کام کرنے لگے تو اپنے کام کا آغاز کرنے سے پہلے ہر روز اس دعا کا اعادہ کرنا چاہیے۔

والدین کو بھی، جب کہ وہ اپنی اولاد کو یہ پیشہ اختیار کرنے کی اجازت دیں، انہیں یہ ہدایت کرنی چاہیے اور یہ دعا دینی چاہیے:

"ہم نے تم کو یہ پیشہ اختیار کرنے کی اجازت صرف اس لیے نہیں دی ہے کہ یہ تمہارے لیے اپنی روزی کمانے کا ذریعہ بنے، بلکہ ساتھ ساتھ ہمارا مقصد یہ بھی ہے کہ تم بندگانِ خدا کی خدمت کرو۔ اس لیے تمہیں روزی کمانے سے بڑھ کر مریضوں کی تیمارداری کا فرض 'ایمانداری' خلوص اور سچی ہمدردی کے ساتھ انجام دینے کی فکر کرنی چاہیے۔ ہم خدا سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ تمہیں انسانیت کا سچا خادم بنائے اور تمہیں ایک فرض شناس نرس بننے کی توفیق دے۔ ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا کہ ہر بیمار بچہ گویا تمہارا اپنا بچہ ہے، ہر بیمار جوان تمہارے بھائی بہن کی طرح ہے، اور ہر بیمار بوڑھا تمہارے باپ اور ماں کی جگہ ہے۔ ان سب کی

خدمت اسی ہمدردی سے کرنا جس کے ساتھ انسان اپنے بچے یا بھائی بہن یا ماں باپ کی کرتا ہے۔"

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۵۲)

لاہور
۱۲ر فروری ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ مجلس اُخوت کے قیام پر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ پاکستان اور سعودی عرب کے تعلقات کو زیادہ سے زیادہ بہتر بنائے کیونکہ ہمارا اس ملک سے تعلق دنیا کے دوسرے تمام ملکوں سے مختلف نوعیت کا ہے۔ دنیا کے دوسرے ملکوں سے ہم صرف مادی تعلق رکھتے ہیں مگر اس ملک سے ہمارا گہرا روحانی تعلق ہے اور ہمارا ایمان یہ تقاضا کرتا ہے کہ جس سرزمین میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے حرم واقع ہیں اس سے ہم دلی وابستگی رکھیں۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۵۳)

لاہور
۲ر مارچ ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ ہم تقسیم سے پہلے حکومت کی ملازمت، وکالت، اسمبلیوں

کی رکنیت عدالتوں سے رجوع، سب کو ناجائز سمجھتے تھے۔ مگر قیام پاکستان کے بعد جب قرارداد مقاصد دستور ساز اسمبلی نے پاس کی، تو جماعت کی مجلس شوریٰ نے اس ریاست کو ایک اسلامی ریاست قرار دیتے ہوئے مندرجہ بالا جملہ امور اور معاملات کے جواز کا اعلان کر دیا۔ ہمارے نزدیک اب ایک وکیل اگر انصاف کے حصول میں غلط بیانی سے اجتناب کرے اور کوئی ناجائز طریقہ استعمال نہ کرے، تو اس کا پیشہ شرعاً مباح ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۵۴)

لاہور

۱۸ر مارچ ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۴ر مارچ ملا۔ جماعت اسلامی کے کارکنوں نے آپ کے ساتھ جو تعاون کیا وہ اُن کا اخلاقی فریضہ تھا۔ کیونکہ جماعت کو یقین تھا کہ آپ خلوص اور ایمانداری کے ساتھ ملک کی خدمت کے لیے سیاسی میدان میں آئے ہیں اور جماعت یہ محسوس کرتی تھی کہ ایک آزاد سیاستدان کے لیے جب تک کوئی تنظیم موجود نہ ہو اس کے لیے دَوروں، جلسوں اور جلوسوں کا انتظام مشکل ہوتا ہے۔ اب آپ نے اپنی باقاعدہ جماعت بنالی ہے اس لیے آئندہ ایسی نوعیت کی خدمت تو آپ کو درکار نہ ہوگی۔ لیکن پاکستان کے مسائل کو اسلام کی بنیادوں پر حل کرنے کے لیے جو کوشش بھی

آپ کریں انشاء اللہ جماعت آپ کے ساتھ تعاون کرے گی۔ میں جب انگلستان میں زیر علاج تھا اور آپ کے مضامین اخبارات میں شائع ہونے شروع ہوئے تھے اسی وقت مجھے آپ کے اس خیال نے بہت اپیل کیا تھا کہ پاکستان کی اصل سرحدیں جغرافیائی نہیں بلکہ نظریاتی ہیں۔ اور اگر ہم نے اپنی ان نظریاتی سرحدوں کی حفاظت نہ کی تو پاکستان کا دفاع بے معنی ہو جاتا ہے۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۵۵)

لاہور
۲۰ر مارچ ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۳ر مارچ بروقت مل گیا تھا، مگر مجھے مسلسل ایسی مصروفیات سے سابقہ رہا کہ بروقت جواب نہ دے سکا۔

میں آپ کو اس خط کے ساتھ جماعت اسلامی کی تازہ قرارداد بھیج رہا ہوں اور اپنے چار پمفلٹ بھی بھیج رہا ہوں۔ امید ہے کہ ان کا مطالعہ کرنے سے آپ خود محسوس کریں گے کہ ہم نے اسلام کے اصول اور پاکستان کے موجودہ حالات پر ان کے انطباق کو واضح طور پر پیش کرنے میں کوتاہی نہیں کی ہے۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

— —

(۵۶)

لاہور

۲۱ر مارچ ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ یکم مارچ راولپنڈی میں مجھے مل گیا تھا، مگر پیہم مصروفیتوں کی وجہ سے میں بروقت جواب نہ دے سکا۔

جس تشویشناک صورت حال کی طرف آپ نے توجہ دلائی ہے وہ میرے لیے بھی اسی طرح سوہان روح بنی ہوئی ہے جس طرح آپ کے لیے اور ہر اس شخص کے لیے ہے جو قیام پاکستان کے اصل مقصد کو عزیز رکھتا ہے اور اس سے انحراف کے دنیوی اور اخروی نتائج کی ہولناکیوں کو محسوس کرتا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس وقت جو شخص بھی اپنی حد استطاعت تک جو کچھ بھی اسلام پر الحاد کی یلغار کا مقابلہ کرنے کے لیے کر سکتا ہو اس میں کوتاہی نہ کرے۔ جماعت اسلامی اپنی پوری طاقت اس کے لیے صرف کر رہی ہے۔ جو لوگ اس پر اعتماد رکھتے ہوں وہ اس سے تعاون کریں۔ اور جو اپنے طور پر یہ خدمت انجام دے سکتے ہوں وہ اپنے طور پر ہی کریں لیکن بہتر یہ ہوگا کہ انفرادی کوششوں کے بجائے زیادہ سے زیادہ ذرائع و وسائل ایک جگہ مجتمع کر کے سعی کی صورتیں اختیار کی جائیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۵۷)

لاہور

۲۵ر مارچ سنہ ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۰ر فروری بہت دیر سے ملا۔ میرے انگلستان جانے سے پہلے آپ کا کوئی خط مجھے نہیں ملا تھا۔ ورنہ اس کا جواب ضرور دیا جاتا۔

خدا کے فضل سے میرے آپریشن تو بہت کامیاب ہو گئے ہیں، مگر ان کے بعد مجھے اب تک آرام لینے کا کوئی موقع نہ ملا بلکہ یہاں واپس آتے ہی مجھے ایسی سخت مصروفیتوں سے سابقہ پیش آیا کہ انہوں نے میری ساری قوت سلب کر ڈالی ہے۔ اب مجبوراً سب کام چھوڑ کر چند روز کے لیے آرام لینے پر مجبور ہو گیا ہوں۔

خاکسار

ابو الاعلیٰ

(۵۸)

لاہور

۲۵ر مارچ سنہ ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ جمہوری مجلس عمل کا جو اجلاس گول میز کانفرنس سے پہلے ہوا تھا اس میں جب مختلف جماعتوں کی طرف سے مختلف نکات اٹھائے گئے، اس وقت

مفتی محمود صاحب نے خود یہ کہا تھا کہ اِس وقت تمام جماعتوں کو صرف دو متفق علیہ مطالبات (جو بحالی جمہوریت سے تعلق رکھتے ہیں) اٹھانے چاہئیں، کیونکہ ہم صرف انہی کو پیش کرنے کے مجاز ہیں۔ اور دوسرے نکات کو آئندہ منتخب ہونے والی نمائندہ اسمبلی کے لیے اٹھا رکھنا چاہیے۔ لیکن اگر آپ لوگ دوسرے نکات اُٹھاتے ہیں تو پھر ہم بھی یہ دو نکات اٹھائیں گے کہ علماء کے ۲۲ نکات تسلیم کیے جائیں اور مسلمان کی تعریف دستور میں شامل کی جائے۔

آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ اِس معاملہ میں مفتی محمود صاحب نے جو موقف اختیار کیا تھا، وہ دراصل دوسری جماعتوں کے مقابلے میں ایک جوابی کارروائی کی حیثیت رکھتا تھا، اور گول میز کانفرنس میں جس طرح دوسرے نکات رد کر دیئے گئے اسی طرح ان دو نکات کا رد کر دیا جانا بھی یقینی تھا۔ اسی وجہ سے مَیں نے یہ مناسب نہیں سمجھا کہ اسلامی نکات کو بھی دوسری جماعتوں کے نکات کی سطح پر رکھ کر رد کرا دیا جائے۔ آپ کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ اگر مَیں کانفرنس میں ان نکات کی حمایت کرتا تو یہ قبول کر لیے جاتے۔ اس کا کچھ بھی امکان مجھے نظر آتا تو مَیں ایسا ضرور کرتا۔ لیکن مَیں دیکھ رہا تھا کہ مجیب الرحمٰن کے چھ نکات اور نیشنل عوامی پارٹی کے وَن یونٹ کے خلاف نکات کے ساتھ اسلامی نکات کو رکھنا ایک نامناسب اقدام ہے اور اس کا کوئی حاصل اس کے سوا نہیں ہے کہ یہ سب نکات ایک ساتھ رد ہو جائیں۔

۱۹۵۶ء کے آئین کو اگر آپ خود پڑھیں تو اپنے اس خیال کی غلطی آپ پر خود واضح ہو جائے گی کہ اس میں کوئی بات اسلامی نہیں ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۵۹)

لاہور

۲۱ر مارچ ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ نے جس معاملہ کے متعلق مجھ سے استفسار کیا ہے اس کے بارے میں اصل صورت حال میں آپ کے سامنے رکھے دیتا ہوں۔ اس کے بعد رائے قائم کرنا آپ کا اپنا کام ہے۔

تحریک جمہوریت کی پانچ جماعتوں کے ساتھ جب جمعیت علماء اسلام، نیشنل عوامی پارٹی (ولی خاں گروپ) اور ۶ نکات کی حامی عوامی لیگ نے متحد ہو کر جمہوری مجلس عمل بنائی تھی، اُس وقت یہ طے ہوا تھا کہ آٹھوں جماعتیں اس وقت تک انتخابات کا بائیکاٹ کریں گی جب تک ان کا مرتب کردہ آٹھ نکاتی مطالبہ تسلیم نہ کر لیا جائے۔ پھر اُس مجلس عمل نے اپنے ان مطالبات کے حق میں ایک ملک گیر تحریک چلائی اور اس کو اتنی زبردست عوامی تائید حاصل ہوئی کہ حکومت آٹھ میں سے چھ مطالبات تو پہلے ہی پورے کرنے پر مجبور ہو گئی، اور بقیہ دو مطالبات کے لیے اس نے جمہوری مجلس عمل کو دعوت دی کہ ایک گول میز کانفرنس میں بیٹھ کر صدر صاحب اور ان کی سرکاری پارٹی کے ساتھ بات چیت کی جائے۔ وہ دو مطالبات یہ تھے۔

۱۔ ملک میں صدارتی نظام کے بجائے وفاقی پارلیمانی نظام قائم کیا جائے۔

۲۔ بالغ رائے دہندگی کی بنا پر براہِ راست انتخابات کا طریقہ اختیار کیا جائے۔

گول میز کانفرنس کی دعوت موصول ہونے کے بعد جمہوری مجلس عمل کا ایک اجلاس لاہور میں منعقد کیا گیا جس میں یہ طے کرنا تھا کہ ہم کانفرنس میں اپنے مذکورۂ بالا مطالبات کو پیش کرنے اور تسلیم کرانے کے لیے کیا طریقہ اختیار کریں۔ اس اجلاس میں عوامی لیگ اور نیشنل عوامی پارٹی نے چند ایسے نکات اٹھائے جو مذکورۂ بالا دو متفقہ مطالبات میں شامل نہ تھے، نہ اس سے پہلی کبھی جمہوری مجلس عمل میں زیر بحث آئے تھے۔ اس پر مفتی محمود صاحب نے جو تقریر کی وہ یہ تھی "اس وقت تمام جماعتوں کو دو متفق علیہ مطالبات پیش کرنے چاہئیں جن کے حق میں تحریک اٹھائی گئی تھی، کیونکہ ہم صرف انہی کو پیش کرنے کے مجاز ہیں اور عوام نے انہی کو تسلیم کرانے کے لیے ہماری تائید کی ہے، ان کے سوا دوسرے آئینی نکات اس موقع پر اٹھانا صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ نہ ہم انہیں پیش کرنے کے مجاز ہیں، نہ گول میز کانفرنس کوئی دستور ساز اسمبلی ہے جو ایک نیا آئین بنائے۔ اور نہ موجودہ مرکزی اسمبلی عوام کی حقیقی نمائندہ ہے کہ ہم اس سے ایک نیا آئین بنوائیں۔ ہمارے لیے صحیح طریقِ کار یہ ہے کہ فی الحال ہم یہ دو نکات گول میز کانفرنس میں طے کرالیں، اور باقی امور کو آئندہ منتخب ہونے والی اسمبلی پر چھوڑ دیں۔ لیکن اگر آپ لوگ دوسرے نکات اٹھاتے ہیں تو پھر ہم بھی یہ دو نکات اٹھائیں گے کہ علمائے ۲۲ نکات تسلیم کیے جائیں اور دستور میں مسلمان کی تعریف بیان کی جائے"۔ یہ مفتی صاحب کی تقریر کا خلاصہ ہے جس سے مفتی صاحب انکار نہیں کر سکتے، کیونکہ پوری جمہوری مجلس عمل کے شرکاء اس کے گواہ ہیں۔

اب آپ خود دیکھ سکتے ہیں کہ اس معاملہ میں مفتی صاحب نے جو موقف اختیار کیا تھا وہ اصولاً بھی صحیح نہ تھا اور تدبیر کے لحاظ سے بھی غلط تھا۔ اس کے معنی یہ تھے کہ اگر تم اپنے

نکات نہ اٹھاؤ تو ہم بھی اپنے نکات نہیں اٹھائیں گے اور اگر تم اپنے نکات اٹھانے پر اصرار کرتے ہو تو ہم بھی اپنے اِن نکات پر اصرار کریں گے۔ علاوہ بریں اُن کے اس موقف کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اسلام کے مطالبے کو اُن نزاعی مطالبات کی سطح پر لے آیا جائے جن میں سے کسی کا بھی گول میز کانفرنس میں طے ہونا ممکن نہ تھا۔ اسی بنا پر مَیں نے مفتی صاحب کے موقف کا ساتھ دینا مناسب نہیں سمجھا، کیونکہ نہ مَیں اسلامی مطالبہ کو نزاعی مطالبات کی سطح پر رکھنا پسند کرتا تھا، اور نہ یہ صحیح سمجھتا تھا کہ عوامی لیگ کے چھ نکات اور نیشنل عوامی پارٹی کے اینٹی ون یونٹ مطالبہ کے ساتھ اسلامی مطالبے کو پیش کر کے اسے بھی اُن ہی کی طرح رد کرا دیا جائے۔ اگر یہ صورت حال نہ ہوتی تو میری طرف سے علماء کے ۲۲ نکات کی تائید نہ کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہو سکتا تھا، کیونکہ مَیں تو خود ان نکات پر دستخط کرنے والوں میں شامل تھا۔

تاہم مَیں نے کانفرنس میں صاف صاف یہ کہا تھا کہ آج ملک کو جن پیچیدہ مسائل سے سابقہ درپیش ہے، یہ سب خمیازہ ہے اِس بنیادی غلطی کا کہ جس نظریئے اور مقصد کے لیے پاکستان بنایا گیا تھا اس پر ایک دن بھی ایمانداری کے ساتھ کام نہیں کیا گیا۔ اگر یہ غلطی نہ کی گئی ہوتی تو اِن مسائل میں سے کوئی مسئلہ بھی پیدا نہ ہوتا۔ اب اس کا اصل علاج یہ ہے کہ ہم اسلام کے اس پورے نظام کو یہاں اس کی صحیح روح اور شکل کے ساتھ اور سچائی اور ایمانداری کے ساتھ قائم کریں جو تعلیم، قانون، معاشرت، سیاست معیشت، اور زندگی کے تمام گوشوں میں اصلاح کا ہمہ گیر پروگرام دیتا ہے۔ لیکن یہ کام یکلخت نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے ہم کو تدریج ہی سے کام لینا ہوگا۔ سب سے پہلے ہم کو موجودہ آئین میں یہ بنیادی اصلاح کرانی چاہیے کہ براہ راست بالغ رائے دہندگی کی بنیاد پر ایک

ایسی بااختیار نمائندہ اسمبلی وجود میں آئے جسے قانون سازی، بجٹ اور ترمیم دستور کے پورے اختیارات حاصل ہوں۔ پھر ہم انتخابات میں اسلامی پروگرام کے لیے عوام کی رائے ہموار کریں گے اور جو بااختیار اسمبلی ان کی رائے سے بنے گی اس کے ذریعہ سے اس پروگرام کو نافذ کرائیں گے۔" یہ میری اس تقریر کا خلاصہ ہے جو میں نے گول میز کانفرنس میں کی تھی۔ مفتی صاحب خود اس وقت موجود تھے اور کانفرنس کے تمام شرکاء اس کے گواہ ہیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۶۰)

لاہور

۷/ اپریل ۱۹۶۹ء

عزیزم عاصم صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ مجھے اب پتھری کے مرض سے تو نجات مل گئی ہے۔ لیکن جوڑوں کی تکلیف ابھی باقی ہے۔ اس میں بہت کم تخفیف ہوئی ہے۔ آپریشنوں کے بعد مجھے آرام لینے کا موقع نہیں مل سکا، بلکہ یہاں آتے ہی میرے اوپر ایسی سخت مشقت آن پڑی جس میں مسلسل تین مہینے مشغول رہنے کے بعد اب بالکل میری طاقت سلب ہو چکی ہے۔ آپ کا مسودہ بھی دیکھنے کا موقع نہ مل سکا۔ اب ذرا صحت بحال ہو لے اور کچھ فرصت نصیب ہو تو انشاء اللہ اسے دیکھوں گا۔ آپ نے اس کے لیے عنوان مناسب تجویز کیا ہے۔

بائیبل اور تلمود کے ساتھ قرآن کے اختلافات کو اگر آپ جمع کر دیں تو یہ ایک مفید

کام ہوگا۔

انجیل برناباس کو ہم انگریزی میں شائع کرنا چاہتے ہیں، مگر یہ امر ابھی تحقیق طلب ہے کہ ۱۹۰۰ء میں جو کتاب انگلستان سے شائع ہوئی تھی اور اب وہ غیر مطبوع (Out of Print) ہے، آیا ۶۲ سال گزرنے کے بعد بھی اس پر پبلشر اور انگریزی مترجم کا کاپی رائٹ باقی ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق ہم قانونی مشورہ طلب کر رہے ہیں۔

میری طرف سے اپنے گھر میں سلام کہہ دیں۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۶۱)

لاہور
۷ر اپریل ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مع First Primer of Islam ملا۔ اس سلسلہ کی مزید کتابیں بھی آپ لکھ دیں تو نہ صرف برطانیہ بلکہ دوسرے ایسے ملکوں کے مسلمان بچوں کی تعلیم کے لیے بھی بہت مفید ہوگا جہاں وہ بالکل غیر مسلم ماحول میں پرورش پا رہے ہیں۔

یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ شاہ فیصل نے استادوں کی تنخواہوں کے لیے ساڑھے سات ہزار پونڈ سالانہ منظور کر لیے ہیں جن سے فائدہ اُٹھا کر آپ نے وہاں مسلمان بچوں کو دینی تعلیم دینے کے لیے دس استاد مقرر کر دیے ہیں جو ۵۰ مدرسوں میں کام کریں گے۔ اب لیبیا کے لیے ایک خط آپ کو بھجوا رہا ہوں۔ آپ میرا یہ خط اپنے مسلم ایجوکیشن ٹرسٹ کی طرف سے ایک خط کے ساتھ مکتوب الیہ کو بھیج دیجیے اور اپنے خط میں اپنے

ٹرسٹ کی پوری اسکیم وضاحت سے ساتھ لکھ دیجیے اور انہیں بتائیے کہ برطانیہ میں کتنے مسلمان جگہ جگہ پھیلے ہوئے ہیں اور ان کے بچوں کو دینی تعلیم دینے کے لیے کتنے وسیع پیمانے پر ایسے استاد مقرر کرنے کی ضرورت ہے جو انہیں مدارس میں جا کر دین سکھائیں، اور ان استادوں کی تنخواہیں ادا کرنے کے لیے کتنے وسائل کی ضرورت ہے۔

یہ صاحب جن کے نام میں نے خط لکھا ہے، لیبیا کے چیف جسٹس ہیں۔ مجھے امید ہے کہ یا تو وہ خود میرے اس خط کی بنا پر حکومت لیبیا کو اس ضرورت کی طرف توجہ دلائیں گے، یا پھر آپ کو مطلع کریں گے کہ اس غرض کے لیے آپ لیبیا میں کس محکمہ سے رجوع کریں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۶۲)

لاہور

۹ر اپریل ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ نے اور آپ کی طرح ملک کے مختلف حصوں سے متعدد اصحاب نے مجھ سے اس عبارت کی وضاحت چاہی ہے جو لاہور کے اس ہفت روزہ نے مئی ۱۹۶۳ء کے ایک فلمی پرچے سے نقل کر کے اپنی ۲۸ مارچ ۱۹۶۹ء کی اشاعت میں سرورق پر میری طرف منسوب کرتے ہوئے شائع کی ہے۔ یہ ہفت روزہ میرے پاس بھی آتا ہے اور جس روز وہ مجھے وصول ہوا تھا اسی روز میں نے یہ عبارت دیکھ لی تھی۔ لیکن

س کی طرف مَیں نے توجہ دینا اس لیے ضروری نہ سمجھا کہ اول تو میرے خلاف اس کے پروپیگنڈے کا ایک طویل سلسلہ برسوں سے چل رہا ہے جو طرح طرح کے الزامات سے سرِ نیز ہوتا ہے، آج یہ کوئی نئی عنایت نہیں ہے جو اس نے میرے اوپر کی ہو۔ دوسرے مَیں ہر معقول آدمی سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ مجھ سے کچھ پوچھنے کے بجائے اپنی جگہ خود ان دو باتوں پر غور کرے گا کہ:

۱۔ اِس پرچے کو آخر اس بات کی کیا خاص ضرورت پیش آئی تھی کہ مارچ ۱۹۶۹ء میں ایک فلمی پرچے کی وہ عبارت نقل کرے جو اس نے چھ سال پہلے مئی ۱۹۶۳ء میں میری طرف منسوب کر کے شائع کی تھی؟

۲۔ پھر اس کی کیا خاص وجہ تھی کہ اس عبارت کو سرورق پر درج کیا گیا؟ کیا اس کے پیچھے کوئی بہت پاکیزہ اور شریفانہ مقصد کارفرما ہو سکتا تھا؟

تاہم چونکہ آپ نے اور دوسرے بہت سے لوگوں نے اس کے متعلق مجھ سے سوال کرنا ہی ضروری سمجھا ہے تو میں اس کا جواب حاضر کیے دیتا ہوں۔

مجھے نہیں معلوم کہ کسی فلمی رسالے نے کبھی مجھ سے کوئی باقاعدہ انٹرویو لیا ہو اور مَیں نے اسے کوئی بیان دیا ہو۔ نہ یہ بات کبھی میرے علم میں آئی کہ ایسے کسی پرچے نے میری طرف منسوب کر کے کوئی بات شائع کی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جس طرح انشورنس کمپنیوں والے اپنا کاروبار چمکانے کے لیے مختلف علما کی طرف سے منسوب کر کے کچھ فتوے شائع کرتے پھرتے ہیں اسی طرح کسی فلمی رسالے نے ایسی ہی کوئی کرم فرمائی میرے ساتھ بھی کر ڈالی ہو۔ لیکن اگر کسی شخص کو کسی مسئلے میں میرا شرعی مسلک معلوم کرنا ہو، اور اس کی نیت بخیر بھی ہو، تو وہ دو ہی صورتوں میں سے کوئی ایک صورت اختیار کر سکتا ہے۔ یا

تو مجھ سے خود لکھ کر پوچھ لے کہ اس معاملہ میں تیرا مسلک کیا ہے۔ یا میری کتابوں میں تلاش کرے کہ مَیں نے اس مسئلے کے متعلق اپنے مسلک کی کوئی وضاحت کی ہے یا نہیں۔ ان دونوں صورتوں کو چھوڑ کر جو شخص اس غرض کے لیے ایک فلمی رسالے کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے میرے مسلک کی تحقیق کر کے بڑے اہتمام سے شائع کرتا ہے، اس کے حسن نیت کا اندازہ کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

اب مَیں آپ کو بتاتا ہوں کہ فلم اور ڈرامے اور اس کے اندر عورت کے کردار کے متعلق مَیں تفصیل کے ساتھ اگست ۱۹۵۲ء کے ترجمان القرآن میں اپنا مسلک بیان کر چکا ہوں۔ اور وہ میری کتاب رسائل و مسائل کے حصہ دوم میں بھی "اسلام اور سینما ٹوگرافی" کے عنوان سے درج ہے، اور یہ کتاب ناپید بھی نہیں ہے بلکہ کئی سال سے مسلسل شائع ہو رہی ہے، اور پاکستان کے ہر حصے میں جو شخص چاہے اسے خرید بھی سکتا ہے اور جماعت اسلامی کے دار المطالعوں میں بھی دیکھ سکتا ہے۔ اس کے بعد کیا آپ یہ باور کریں گے کہ جو لوگ شب و روز مجھ پر اعتراض کرنے کے لیے میری کتابیں کھنگالتے رہتے ہیں وہ اس بات سے بالکل ناواقف ہوں گے کہ اس مسئلے میں میری اپنی واضح تحریر شائع شدہ موجود ہے اور ان بیچاروں کو مجبوراً اس کے لیے ایک فلمی رسالے کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی ہو گی؟

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۶۳)

لاہور

۱۰/ اپریل ۱۹۶۹ء

محترمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ رسالہ دینیات کے جرمن ترجمے کے لیے میرا دیباچہ آپ کو مل گیا ہے، اور مزید یہ کہ زندگی بعد موت کے جرمن ترجمہ کی اشاعت کا بھی انتظام ہوگیا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہمبنی میں جو مسلمان طلبہ اور کاروباری لوگ مقیم ہیں وہ وہاں ایک اسلامی دارالاشاعت قائم کردیں جس سے جرمن زبان میں اسلام کے متعلق لٹریچر شائع ہوسکے۔ غیر مسلم پبلشر تو کبھی اسلام کے حق میں کوئی چیز شائع کرنے پر آمادہ نہ ہوں گے۔ آپ اس سلسلے میں وہاں مسلمانوں کو توجہ دلائیں تو امید ہے کہ اس کا انتظام ہوسکے گا

میری صحت آج کل بہت کمزور ہو رہی ہے۔ کیونکہ پیشنوں کے بعد مجھے آرام لینے کا بالکل موقع نہیں ملا۔

میری طرف سے اپنے شوہر کو سلام پہنچا دیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۶۴)

لاہور
۳۰ اپریل ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ دُبئی میں ہمارے ایک کارکن مسرت حسین صاحب ہیں۔ آپ اُن سے ملیں اور ان کے ساتھ مل کر انگریزی دانوں میں انگریزی، عربی دانوں میں عربی، اور اردو دانوں میں اردو لٹریچر پھیلانے کا کام کریں۔ پہلا کام لوگوں میں اسلام کا علم پھیلانا ہے۔ اس کے بعد ہی اُن کے اعمال اور اخلاق درست کرنے کے لیے کچھ کیا جا سکتا ہے۔

جماعت اسلامی کی رکنیت بہت سے سیاسی اسباب کی بنا پر ہم نے پاکستان تک محدود رکھی ہے۔ باہر کے لوگوں کو ہم پاکستان کی جماعت کا رکن نہیں بناتے۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۶۵)

لاہور
۳ مئی ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ سٹہ کی جتنی صورتیں آپ نے لکھی ہیں یہ سب ایک قسم کا جُوا ہیں۔ اگرچہ بظاہر یہ حصص کی خرید و فروخت ہے جسے بجائے خود ناجائز نہیں کہا جا سکتا کیونکہ ایک شخص جو کسی تجارت میں حصہ دار ہو، اگر اپنا حصہ کسی دوسرے ایسے شخص کے ہاتھ بیچ دے جو اس کے خریدنے کا خواہش مند ہو تو یہ معاملہ اپنی ظاہری شکل میں قابلِ اعتراض نہیں ہے۔ لیکن دراصل یہ سارا کام قمار بازی کی اسپرٹ کے ساتھ ہوتا ہے اور اس میں فی الواقع تجارتی

شرکت کی نیت سرے سے ہوتی ہی نہیں ہے۔ پھر چونکہ سرمایہ داروں کی ایک بڑی تعداد اسی طرح بیٹھی ہوئی بازار کے گرتے چڑھتے بھاؤ بھانپ کر محض حصّوں کی خرید و فروخت کا کاروبار کرتی رہتی ہے، اس لیے تجارت میں کبھی استحکام پیدا نہیں ہوتا بلکہ وہ مسلسل ایک بحران کی حالت میں مبتلا رہتی ہے اور سٹّہ باز محض حصص کی خرید و فروخت کا الٹ پھیر کر کے ایسی نفع اندوزی کرتے رہتے ہیں جسے مشکل ہی سے شرکت فی البیع کہا جا سکتا ہے۔

رہا آپ کا یہ سوال کہ ایک اسلامی حکومت میں اسٹاک ایکسچینج پر حصص کی خرید و فروخت بند کرنے اور اس خرید و فروخت کو جائز شرکت فی البیع کی حد میں رکھنے کے لیے کیا تدابیر اختیار کی جا سکتی ہیں، تو یہ ایک اچھا خاصا پیچیدہ مسئلہ ہے جسے حل کرنے کے لیے اسلامی قانونِ تجارت کے ماہرین، اور ایسے تاجروں کی ایک مجلس کو باقاعدہ کام کرنا ہو گا جو موجودہ دَور کے تجارتی کاروبار سے وسیع عملی واقفیت بھی رکھتے ہوں اور اس کی برائیوں کو سمجھ کر انہیں دور کرنے کے خواہشمند بھی ہوں۔ ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ سٹّے کو بند ہونا چاہیئے، لیکن ایک متبادل عملی نظام تجویز کرنا کافی تحقیقی کام کیے بغیر مشکل ہے۔ آپ چونکہ خود علم تجارت کی ایک درسگاہ میں کام کر رہے ہیں اس لیے خود بھی غور کریں اور اپنے ہم خیال ساتھیوں سے بھی مشورہ کریں کہ اس مقصد کے لیے کیا کیا عملی تدابیر ممکن ہیں۔ کوئی ایک ابتدائی خاکہ بھی آپ تیار کر لیں تو وہ دوسرے لوگوں سے بھی مشورہ کے لیے بھیجا جا سکتا ہے تاکہ کوئی بہتر اسکیم بنائی جا سکے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۶۶)

لاہور
۱۲ر مئی سنہ ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ اگست ۱۹۳۷ء میں مَیں نے چودھری نیاز علی خاں صاحب کے ساتھ پٹھان کوٹ جاکر وہ جگہ دیکھی جو انہوں نے بنائی تھی۔ وہاں سے واپس ہو کر علامہ اقبال سے لاہور میں ملا، اور پھر یہ فیصلہ کر کے حیدر آباد چلا گیا کہ اپنے وہاں کے معاملات ختم کر کے پٹھان کوٹ منتقل ہو جاؤں گا۔ پھر مارچ ۱۹۳۸ء میں حیدر آباد سے پٹھان کوٹ منتقل ہو گیا اور اس کے بعد دوسرے ہی مہینے علامہ اقبال مرحوم کا انتقال ہو گیا۔

خاکسار
ابو الاعلےٰ

(۶۷)

لاہور
۱۶ر مئی سنہ ۱۹۶۹ء

عزیز گرامی ڈاکٹر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۱ر مئی ملا جس کے ساتھ "مشرق" کا وہ تراشہ بھی منسلک تھا جس میں آپ نے مجھ سے کچھ سوالات کیے ہیں اور ان کا جواب مانگا ہے۔ معذرت

خواہ ہوں کہ بعض مصروفیتوں کی وجہ سے جلدی جواب نہ دے سکا۔

آپ ایک صاحبِ علم آدمی ہیں، اور آپ جیسے تعلیم یافتہ لوگوں سے انسان یہ توقع رکھتا ہے کہ کسی مصنف سے اُس کے خیالات کے متعلق استفسار کرنے سے پہلے وہ اُس کی ان کتابوں کا مطالعہ کرلیں گے جن میں وہ اپنے خیالات کو وضاحت کے ساتھ بیان کرچکا ہو۔ آپ نے جو سوالات مجھ سے کیے ہیں وہ صرف میرے اُس انٹرویو پر مبنی ہیں جو "چٹان" میں شائع ہوا ہے۔ اگر میں نے ان مسائل پر عمر میں پہلی مرتبہ صرف چٹان کے اس انٹرویو ہی میں اپنے خیالات ظاہر کیے ہوتے اور اُس سے پہلے کبھی ان پر کوئی تفصیلی بحث نہ کی ہوتی تو بلاشبہ آپ یہ توضیحات مجھ سے طلب کرنے میں حق بجانب ہوتے۔ لیکن آپ خود جانتے ہیں کہ میں اِن موضوعات پر اپنی متعدد تحریروں میں تفصیل سے کلام کرچکا ہوں، اور چٹان کے انٹرویو میں اُن کا صرف ایک مختصر سا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ اِس صورت میں آپ کے لیے مناسب یہ تھا کہ اگر آپ کو فی الواقع میرے خیالات کی تفصیل درکار تھی تو میری اُن تحریروں کو پڑھ لیتے، پھر کوئی مزید وضاحت درکار ہوتی تو اپنے سوالات کو اُنہی کی حد تک محدود رکھتے۔

بہرحال چونکہ آپ نے یہ سوالات ایک اخبار کے ذریعہ سے کیے ہیں، اور ان کو پڑھ کر بہت سے ذہنوں میں اُلجھنیں پیدا ہوچکی ہوں گی، اس لیے میں مختصراً ان کا جواب عرض کیے دیتا ہوں، اگرچہ میرے نزدیک ایک مصنف کے ساتھ یہ زیادتی ہے کہ اُس کی کتابیں پڑھنے کی زحمت گوارا نہ کی جائے اور اُسے بار بار اپنی لکھی ہوئی باتوں کو دُہرانے پر مجبور کیا جائے۔

۱۔ عادل حکومت اور ظالم حکومت کا فرق میں نے پوری وضاحت کے ساتھ اپنی دو

کتابوں "اسلامی ریاست" اور "خلافت و ملوکیت" میں بیان کر دیا ہے۔ جاگیریں دینے کے متعلق اسلامی قانون کی وضاحت بھی مَیں اپنی کتاب "مسئلۂ ملکیت زمین" میں کر چکا ہوں اور اُس میں مَیں نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ اس معاملہ میں حدِ اعتدال سے کیا مراد ہے۔ یہ کتابیں شائع شدہ موجود ہیں۔ بازار میں بھی ملتی ہیں اور بہت سے کتب خانوں میں بھی مل سکتی ہیں۔

۲۔ ایک عادل حکومت نے اگر کوئی زمین کسی کو معاشرے کی کچھ جائز خدمات انجام دینے کے لیے عطا کی ہو تو یہ عطیہ اس وقت تک باقی رہے گا جب تک ان خدمات کی ضرورت ہو اور وہ اُن کو ٹھیک طرح انجام دے رہا ہو۔ ایسے عطیہ کا اس کی اولاد کی طرف منتقل ہونا اِس بات پر موقوف ہے کہ اُن خدمات کی ضرورت بھی باقی ہو اور اس کی اولاد ان خدمات کو انجام دے سکتی ہو۔ بخلاف اس کے جو زمین آبادکاری کے لیے دی گئی ہو، یا معاشرے کی کچھ ایسی قابلِ قدر خدمات کے صلے میں عطا کی گئی ہو جو اُس شخص نے انجام دی ہوں، تو بجز اِس کے کہ عطیہ دیتے وقت عینِ حیات کی شرط لگا دی گئی ہو، باقی تمام صورتوں میں وہ اُس کی اولاد کی طرف میراث میں منتقل ہو گی۔ آخر کیا وجہ ہے کہ جس زمین کو کسی شخص نے اپنی محنت سے ترقی دی ہو، یا جس شخص نے کوئی زمین اپنی خدمات کے صلے میں پائی ہو وہ اس کی اولاد کو وراثت میں نہ ملے؟

۳۔ آپ اعتراض فرماتے ہیں کہ:

> "یہ جاگیر اُس کے مرنے کے بعد ورثاء کو کس بنا پر ملے گی؟ جب اللہ کے حضور میں ہر شخص کے صرف اپنے اعمال کام آئیں گے، باپ بیٹے کی مدد نہیں کر سکے گا اور شوہر بیوی کی استقامت (؟ شائد اعانت مراد ہے) کے

ناقابل ہوگا، تو اللہ کی زمین پر باپ کی خدمات کا معاوضہ بیٹے کو دیئے جانے کے لیے کون سی وجہ جواز موجود ہے؟"

آپ کا یہ اعتراض براہِ راست اسلام کے قانونِ وراثت پر ہے جسے اُسی خدا نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے جس کی کتاب سے آپ نے یہ بات اخذ کی ہے کہ اس کے حضور ہر شخص کے صرف اپنے اعمال کام آئیں گے اور باپ بیٹے کی، یا شوہر بیوی کی کوئی مدد نہ کر سکے گا۔ براہِ کرم ایک مرتبہ پھر غور کر کے فیصلہ کیجیے کہ آیا آپ قرآن کے بیان کردہ قانونِ وراثت پر اعتراض کرنا چاہتے ہیں؟ اس کا فیصلہ جب آپ کر لیں گے اور اپنا اعتراض صاف صاف پیش فرمائیں گے تو انشاء اللہ مجھے جواب دینے سے قاصر نہ پائیں گے۔ یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ جو ترکہ بھی کوئی شخص چھوڑتا ہے وہ اس کی اپنی محنتوں کا نتیجہ ہوتا ہے، یا کم از کم اس میں اس کی محنتوں کے نتائج بھی شامل ہوتے ہیں۔ اس لیے آپ کے استدلال کی رو سے کسی مرنے والے کی وراثت بھی اُس کے پس ماندوں کو نہیں ملنی چاہیے۔ بیوی یا جوان اولاد کے بارے میں تو پھر بھی کہا جا سکتا ہے کہ مرنے والے کے متروکہ مال میں ان کی محنتوں کے ثمرات بھی شامل ہوتے ہیں۔ لیکن چھوٹے چھوٹے یتیم بچوں کو تو آپ کی دلیل کے مطابق وراثت میں حصہ ملنے کی کوئی معقول وجہ ہی نہیں ہے۔

۴۔ آپ نے پوچھا ہے کہ ظالمانہ حکومتوں نے جو ناجائز جاگیریں دی تھیں، وہ اگر ضبط بھی کر لی جائیں "تو سوال یہ ہے کہ ان ناجائز جاگیروں سے آمدنی حاصل کر کے جو مزید اراضی خریدی گئی ہوں کیا وہ بھی ناجائز ہیں یا جائز؟ اگر جائز ہیں تو کس بنا پر؟" مجھے تعجب ہے کہ آپ نے یہ سوال ان جاگیروں کی ناجائز آمدنیوں سے خریدی ہوئی صرف زمینوں تک محدود کیوں رکھا؟ اس آمدنی سے تو کپڑے بھی بنائے گئے ہوں گے۔ برتن اور فرنیچر

وغیرہ بھی خریدے گئے ہوں گے۔ بیویوں کے مہر ادا کر کے ان کو نکاح میں بھی لایا گیا ہو گا۔ اور نہ معلوم کیا کیا معاملات ناجائز آمدنیوں سے کیے جا چکے ہوں گے جو جاگیرداروں کی موجودہ نسل ہی نے نہیں بلکہ ان کے باپ دادا نے جاگیریں پانے کے بعد ایک طویل مدت کے دَوران میں کیے ہوں گے۔ پھر یہ سوال صرف جاگیروں تک ہی محدود کیوں رکھا جائے ؟ صدیوں سے ہمارے ہاں ہر قسم کے مالی اور معاشی معاملات بہت بڑی حد تک بالکل خلافِ شریعت طریقوں پر چلتے رہے ہیں۔ آج مشکل ہی سے کچھ گنے چُنے آدمی ایسے ہوں گے جن کے متعلق یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہو کہ ان کی اور ان کے باپ دادا کی ساری آمدنیاں بالکل جائز نوعیت کی تھیں اور آج ان کے گھر، ان کے اثاث البیت، ان کے پہننے کے کپڑے اور کھانے کے برتن، اور جو کچھ بھی مال، جائداد، یا سامان ان کے پاس ہے، سب جائز آمدنیوں کا ثمرہ ہے۔ اگر اس حقیقت سے آپ کو انکار نہیں ہے تو دو باتوں میں سے ایک کا فیصلہ کیجیے۔ یا تو پاکستان کے کروڑوں باشندوں میں سے ایک ایک کی اَملاک کی جانچ پڑتال کر کے یہ تعیّن کیا جائے کہ ان میں سے کیا چیزیں اس کے پاس جائز ذرائع سے آئی ہیں اور کیا ناجائز ذرائع سے۔ یا سب کو مشتبہ قرار دے کر اکٹھی ضبطی کا حکم دے دیا جائے اور ہر شخص کی ہر چیز چھین کر اسے ٹھیک اُس حالت میں چھوڑ دیا جائے جس میں وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ پھر مَیں پوچھتا ہوں کہ انہیں چھینے گا کون ؟ جس حکومت یا سیاسی ادارے کو یہ خدمت انجام دینے کے لیے مقرر کیا جائے گا سب سے پہلے تو انہیں خود یہ ثابت کرنا ہو گا کہ ان کے پاس ان کا اپنا اور ان کے باپ دادا کے وقتوں کی آمدنیوں کا جو کچھ بھی ثمرہ ہے وہ سب جائز نوعیت کا ہے، اور اگر وہ یہ ثابت نہ کر سکیں تو ان کو تن کے کپڑے تک اُتار دینے کے بعد یہ حق حاصل ہو گا کہ اِس پاکیزہ فریضے کو انجام دیں۔

آپ کے سوال کے ان منطقی نتائج کی طرف میں آپ کو اس لیے توجہ دلا رہا ہوں کہ جس نوعیت کی کھوج کرید آپ کرنا چاہتے ہیں وہ کسی حد پر جا کر رُک نہیں سکتی اور اس کا انجام آخر کار یہ ہوگا کہ ہمارا پورا معاشرہ تلپٹ ہو کر رہ جائے گا۔ خیریت اسی میں ہے کہ جہاں تک پچھلے زمانوں کی چھوڑی ہوئی خرابیوں کا تعلق ہے ان میں ظلم اور ناہمواریوں کی جو نمایاں شکلیں سامنے موجود ہیں ان کی تلافی پر اکتفا کیا جائے، اور آئندہ کے لیے ایک صحیح اسلامی نظام یہاں قائم کر دیا جائے جو بتدریج تمام خرابیوں کی اصلاح بھی کرے گا اور نئی خرابیوں کی پیدائش کو بھی روک دے گا۔

۵۔ مَیں نے اختصار کے ساتھ اپنے انٹرویو میں ٹیکس عائد کرنے کے متعلق اسلام کی جس پالیسی کا ذکر کیا تھا اس پر آپ نے کئی سوالات کر ڈالے ہیں۔ حالانکہ وہ سوالات پیدا ہی نہ ہوتے اگر آپ نے میرے وہ مضامین پڑھ لیے ہوتے جو مَیں نے "قرآن کی معاشی تعلیمات"، "اسلام اور عدل اجتماعی"، "اسلامی نظم معیشت کے اصول اور مقاصد"، "انسان کا معاشی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل" کے عنوان سے لکھے ہیں اور پمفلٹوں کی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان کو آپ بغور ملاحظہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اسلام سارے معاشی مسائل کو صرف قانون اور سیاسی طاقت کے زور سے حل نہیں کرتا بلکہ تعلیم، اخلاقی تربیت، معاشرتی اصلاح اور دوسرے بہت سے ذرائع سے کام لے کر انسان کو بحیثیتِ انسان اور انسانی معاشرے کو بحیثیتِ مجموعی درست کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور قانون کی طاقت صرف اُس جگہ استعمال کرتا ہے جہاں تمام تدابیرِ اصلاح کے باوجود خرابی کی کوئی صورت باقی رہ جائے۔ آپ پہلے تو یہ فرض کرتے ہیں کہ معاشرے کو اِسی حالت میں رہنے دیا جائے گا جو اِس وقت بگاڑ کے

ہمہ گیر اسباب سے پیدا ہو چکی ہے، اور پھر پوچھنا یہ چاہتے ہیں کہ صرف اسلام کے معاشی قانون کو لے کر اس بگاڑ کی اصلاح کیسے کی جائے گی؟ یہ دونوں باتیں ہی غلط ہیں، اس لیے ان کی بنیاد پر جو سوالات پیدا ہوتے ہیں وہ بھی غلط فہمی پر مبنی ہیں۔

۶۔ آپ پوچھتے ہیں کہ عفو (زائد از ضرورت دولت) سے مراد کیا ہے؟ سوال یہ ہے کہ کیا واقعی یہ کوئی بڑا پیچیدہ مسئلہ ہے؟ آج بھی انکم ٹیکس عائد کرنے سے پہلے ایک خاص حد تک آمدنی کو ٹیکس سے مستثنیٰ کر دیا جاتا ہے اور اس کے متعلق یہ فرض کیا جاتا ہے کہ اس قدر آمدنی ایک کنبے کی اوسط ضروریات پوری کرنے کے لیے ناگزیر ہے۔ اس کے بعد زائد آمدنی پر ٹیکس عائد کیا جاتا ہے۔ یہ حد ظاہر ہے کہ کسی نص قطعی سے مقرر نہیں کر دی گئی ہے۔ ایک زمانہ کی قیمتوں اور اوسط درجے کی ضروریات کا لحاظ کر کے طے کی جاتی ہے۔ اس پر ہر وقت نظر ثانی کی جا سکتی ہے اور کوئی دوسری حد انصاف کے ساتھ تجویز کی جا سکتی ہے، بشرطیکہ آپ پھر پلٹ کر "انصاف" کا مطلب نہ پوچھ لیں۔

۷۔ اس کے بعد آپ یہ سوالات اٹھاتے ہیں کہ یہ زائد از ضرورت دولت جو آدمی کے پاس ہے اس کا مصرف کیا ہے؟ وہ ساری دولت کیوں نہ لے لی جائے؟ وہ شخص مزید دولت کیوں کماتا رہے؟ اور پھر اس زائد دولت پر آپ قرآن حکیم کی یہ آیت چسپاں کرتے ہیں کہ "جو لوگ سونے چاندی کے خزانے جمع کرتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو عذاب الیم کی بشارت دے دو"۔ اگر آپ برا نہ مانیں تو میں عرض کروں کہ یہ سوالات اٹھاتے وقت آپ نے اسلام کے معاشی اصولوں کو سرے سے بالکل ہی نظر انداز کر دیا ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام دولت کمانے اور

خرچ کرنے اور کاروبار میں لگانے کے چند طریقوں کو قطعی حرام کر دیتا ہے۔ ان احکام کی پیروی کرتے ہوئے جو شخص خالص حلال طریقوں سے اتنی دولت کمائے جو جائز مصارف میں صرف ہونے کے بعد بھی بچ رہے، اس کے معاملہ میں وہ تین صورتوں میں سے کوئی ایک صورت اختیار کر سکتا ہے۔ ایک یہ کہ وہ اسے اللہ کی خوشنودی کے لیے نیکی اور بھلائی کے کاموں میں دل کھول کر خرچ کر دے۔ اِس پر اس کے لیے بڑا اجر و ثواب ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ اسے جمع کر کے رکھے۔ اس پر اس سے لازماً زکوٰۃ وصول کی جائے گی، اور اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل صریح الفاظ میں فرمایا ہے کہ جس جمع شدہ مال کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے وہ اس خزانے کی تعریف میں نہیں آتا جس پر عذاب الیم کی خبر دی گئی ہے۔ مزید براں جو دولت اس طرح جمع رہ جائے گی اُسے آخر کار اسلام کا قانونِ وراثت تقسیم کر دے گا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ وہ اسے کسی حلال کاروبار میں لگا کر مزید دولت کمائے۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ دولت گردش میں آئے گی، لوگوں کو اس سے روزگار ملے گا اور جس حلال کام میں بھی وہ روپیہ لگائے گا وہ معاشرے کی معاشی ترقی کا ذریعہ بنے گا۔ اس زائد از ضرورت دولت کے متعلق مَیں نے یہ کہا ہے کہ اس پر ملکی ضروریات کے لیے ٹیکس دو قاعدوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے لگانا چاہیے۔ اول یہ کہ جس کے پاس جتنی زیادہ دولت ہو اس پر اتنا ہی زیادہ ٹیکس لگایا جائے۔ دوسرے یہ کہ ٹیکس اتنا لگانا چاہیے کہ کمائی کا محرک باقی رہے۔ آپ کو اس دوسرے قاعدے پر اعتراض ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ ساری زائد از ضرورت دولت اس سے لے لی جائے۔ سوال یہ ہے کہ کس حق کی بنا پر آپ ہر شخص کی ضروریات کی ایک حد مقرر کر کے اس سے زائد وہ ساری دولت لے لیں گے جو اس نے اپنی حلال محنت سے کمائی ہے؟ اور اگر آپ ایسا کریں گے تو کون

اتنا بے وقوف ہوگا کہ پھر آپ کی مقرر کی ہوئی حد سے زیادہ کمانے کے لیے وقت، محنت اور ذہانت صرف کرے؟ اور اگر ہر شخص صرف اُس حد کے اندر رہ کر کمائے تو آپ ملک کا نظام چلانے کے لیے ٹیکس لوگوں کی کس آمدنی پر لگائیں گے؟ اس صورت میں تو آپ کو ملک کا سارا نظامِ حکومت لپیٹ کر رکھ دینا ہوگا، کیونکہ لوگوں کی بقدرِ ضرورت آمدنی پر خواہ آپ بلا واسطہ ٹیکس لگائیں یا بالواسطہ، بہرصورت وہ ظلم ہوگا۔

۸۔ آپ نے یہ فرض کر لیا ہے کہ کسبِ حرام کے تمام دروازے بند کر دیے، اور صرف کسبِ حلال تک سارے معاشی کاروبار کو محدود کر دیے، اور زکوٰۃ کی تحصیل و تقسیم کا باقاعدہ انتظام شروع ہو جانے کے بعد بھی ایک اسلامی نظام میں ایسی حالت پیدا ہو سکتی ہے کہ ایک شخص کے پاس زائد از ضرورت ایک کروڑ روپیہ موجود ہو اور اس کے گرد و پیش ہزاروں آدمی بھوکے مر رہے ہوں۔ یہ باتیں کرتے ہوئے شاید آپ نے اپنے وقت کا اُتنا قلیل سا حصہ بھی، جو یہ سوالات لکھنے میں صرف ہوا ہے، اس امر پر غور کرنے میں صرف نہیں کیا کہ بھوک سے مرنے والوں کے درمیان ایک کروڑپتی کی موجودگی آیا حرام خوریوں سے رونما ہوتی ہے یا کسبِ حلال کی پابندیوں کے ساتھ ایسا ہونا ممکن ہے؟ اور اگر اسلامی قانون کے مطابق ملک کی تمام جمع شدہ دولت پر، تمام تجارتوں اور صنعتوں پر، تمام زرعی پیداوار پر، اور تمام مواشی کے ریوڑوں پر زکوٰۃ عائد کر کے اسے وصول اور تقسیم کرنے کا انتظام کر دیا جائے تو کیا کبھی ایسی صورت پیدا ہو سکتی ہے کہ ایک کروڑپتی کے گرد و پیش ہزاروں آدمی بھوکے مر رہے ہوں؟ ذرا حساب لگا کر دیکھیے تو سہی کہ اس قانون کے مطابق زکوٰۃ کتنی مقدار میں جمع ہوگی اور اس کی تقسیم کے باوجود کتنے آدمی بھوک سے تڑپتے رہ جائیں گے؟ تاہم اگر کوئی غیر معمولی آفت ایسی آجائے جس کے مقابلے میں

لوگوں کے مصائب کا مداوا کرنے کے لیے زکوٰۃ کافی نہ ہو تو اسلامی حکومت حکماً بھی لوگوں سے زکوٰۃ کے علاوہ روپیہ اور ذخائر حاصل کر سکتی ہے۔ لیکن آپ یقین رکھیے کہ جس معاشرے میں صرف اسلامی قانون معیشت ہی نافذ نہ ہو بلکہ اسلامی تعلیم اور اخلاقی تربیت اور معاشرتی اصلاح کا پروگرام بھی نافذ ہو، اور ملک کا نظم و نسق بھی خدا ترس لوگوں کے ہاتھوں میں ہو، وہاں جبر کی ضرورت کم ہی پیش آئے گی۔ خدا کے نام پر ایک اپیل اِس کے لیے کافی ہو گی کہ لوگ اپنی ضرورت سے زائد مال ہی نہیں، اپنا پیٹ کاٹ کر ضرورت سے کم مال کا بھی اچھا خاصا حصّہ اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد کے لیے خود لا کر ڈال دیں گے۔ یہ بات مَیں محض ایک مفروضے کی بنا پر نہیں کہہ رہا ہوں۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے زمانے میں یہ عملی تجربہ ہو چکا ہے کہ اخلاقی لحاظ سے انتہائی تنزل کی حالت میں بھی، جب کہ شب و روز مسلمانوں کو خدا سے دور اور اسلام سے منحرف کرنے کے لیے مدّتوں سے سر توڑ کوششیں کی جاتی رہی ہیں، مسلم معاشرے کے اندر اسلامی تعلیمات کا کتنا اثر باقی ہے اور وہ کیا کرامتیں دکھا سکتا ہے۔

اس بحث کو ختم کرتے ہوئے مَیں یہ کہنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ جو لوگ فی الواقع اشتراکی نظام کے قائل ہوں ان کے لیے مناسب یہ ہے کہ ہیر پھیر سے اسلامی نظام کو توڑ مروڑ کو اپنے نظریات پر ڈھالنے کے بجائے صاف صاف یہ کہیں کہ ہم اسلامی نظام نہیں چاہتے بلکہ ہمارے نزدیک اشتراکی نظام ہی برحق ہے۔ آخر تخلقوا باخلاق اللہ کی باتیں کرنے کا کیا حاصل ہے جب کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول ہی کو جی نہ چاہتا ہو۔

خاکسار

ابو الاعلیٰ

---

(۶۸)

لاہور
۲۱ رمئی ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کے ارسال کردہ خاکے (Working Paper) میں متعدد تجاویز بہت عمدہ ہیں۔ البتہ دو چیزوں سے مجھے اختلاف ہے۔ ایک یہ کہ زکوٰۃ کو آپ نے اَملاک پر ٹیکس (Assets Tax) قرار دیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ زکوٰۃ نماز کی طرح ایک عبادت ہے اور رکن اسلام ہے اور اسے ٹیکس کے مقام پر لے آنے سے اس کی اصل روح ہی ختم ہو جاتی ہے۔ دوسری بات جس سے مجھے اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے آخر میں اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ جن لوگوں کو اسلام اور سوشلزم کے ناموں سے کُھجلی لاحق ہونے لگتی ہے اُن کو مطمئن کرنے کے لیے ہم اس نظام کا نام پاکزم یا پاکستان اکنامک آرڈر رکھ دیں۔ میری رائے میں ہمیں اسلام کے نام سے شرمانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ ان لوگوں کی ہم کو پروا کرنی چاہیے جن کو اسلام کے نام سے کُھجلی لاحق ہوتی ہے۔ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اور اسلام کے نام سے بھڑک اٹھنے والے لوگوں کے لیے یہاں کوئی جگہ نہیں ہے۔

خاکسار،
ابو الاعلیٰ

(۶۹)

لاہور

۲۹ مئی سنہ ۱۹۶۹ء

محترمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ آپ کی بچی کی اچانک وفات کی خبر سن کر دلی صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے شوہر کو صبر عطا فرمائے اور اس صبر کا اجر دے۔ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مومن کے حق میں اللہ تعالیٰ جو فیصلہ بھی کرتا ہے وہ اس کے لیے اچھا ہی ہوتا ہے۔ اگر اللہ کی طرف سے اس پر کوئی رنج یا مصیبت آئے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے اور یہ اس کے لیے اچھا ہے۔ اور اللہ کی طرف سے اس کو کوئی خوشی پہنچتی ہے تو وہ اس پر شکر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لیے اچھا ہی ہوتا ہے۔ مومن کے سوا یہ نعمت کسی کو بھی حاصل نہیں ہوتی"

جرمنی میں اسلام کے متعلق کتابیں شائع کرنے کی مشکلات کا مجھے اندازہ ہے۔ آپ کوشش جاری رکھیں اللہ مدد کرنے والا ہے۔ اگر رسالہ دینیات کا جرمن ترجمہ شائع ہو جائے تو میں کوشش کروں گا کہ کویت کا محکمہ اوقاف اس کی کافی تعداد خرید کر جرمنی کی لائبریریوں کو ہدیۃً دینے کا انتظام کر دے۔

خاکسار

ابو الاعلیٰ

---

(۷۰)

لاہور

۳۱ رمئی سنہ ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۶ رمئی ملا۔ مبارکباد اور دعائے خیر کے لیے شکر گزار ہوں۔

شرعی قانون کا نفاذ تو بجائے خود ایک مسلم مملکت کا فریضہ اور ایک مسلمان کے ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ اس کو شرط کے ساتھ مشروط نہ ہونا چاہیے کہ آپ کسی حکم شرعی کی جو تعبیر کرنا چاہتے ہیں اسے تسلیم کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اگر ہر شخص اپنی تعبیر کو نفاذ شریعت کے لیے شرط قرار دینے لگے تو یہ خواب سرے سے ہی شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے گا، نہ اس معاملہ میں ایسی شرطیں لگانے کا کوئی جواز ہے۔

جن مسائل کو آپ نے اس سلسلے میں چھیڑا ہے وہ سب اُس وقت زیر بحث آ سکتے ہیں جب ملکی قوانین کو اسلام کے مطابق تبدیل کرنے کے لیے عملاً کوئی اقدام کیا جائے۔ اُس وقت لیجس لیچر کے اندر بھی اور باہر بھی اہل علم ایک ایک حکم کی تحقیق کر کے اسے ملک کے قانون میں ثبت کریں گے۔ اور تحقیق کرنے میں لازماً اس امر کا بھی لحاظ کیا جائے گا کہ نصوصِ کتاب و سنت کے الفاظ، عہد رسالت و خلافت راشدہ کے عمل درآمد، اور پچھلی ۱۳-۱۴ صدیوں کے دوران میں فقہاء اسلام کے مجموعی فہم سے کسی مسئلہ میں کیا حکم شرعی ثابت ہوتا ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۷۱)

لاہور

۲ر جولائی ۱۹۶۹ء

برادرم نقی علی صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

دوبارہ منصب امارت کی ذمہ داری سنبھالنے پر میں آپ سے تعزیت کی توقع رکھتا تھا، مگر آپ دے رہے ہیں مبارکباد۔ آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ میری صحت اب کتنی کمزور ہو چکی ہے اور اس کے ساتھ جماعت کی امارت کی ذمہ داری میرے لیے کیسی کمر توڑ ثابت ہو رہی ہے۔ مَیں تو اب اس فکر میں ہوں کہ کسی طرح موجودہ مدت امارت ختم ہو تو جماعت سے معذرت طلب کروں اور یہ بار کسی اور پر ڈالا جائے جو اسے اٹھا سکے۔

آپ جو کتاب لکھ رہے ہیں وہ جب نظر ہائے ثانی و ثالث سے گزرے تو مجھے دکھا لیجیے گا۔ بہتر ہو کہ آپ چودھری غلام محمد صاحب سے بھی اس میں مشورہ لے لیں۔

آپ کی مسلسل بے روزگاری سے تشویش ہے۔ خدا کرے کہ آپ کو کوئی قابلِ اطمینان ذریعۂ معاش مل جائے۔ دوسری مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ انگریزی میں ایم۔اے کرنا آپ کے لیے خاصا مشکل ہوگا کیونکہ وہ بہت محنت چاہتا ہے۔ تاہم اگر آپ یہ امتحان پاس کر لیں تو انشاء اللہ مفید ہوگا۔

تفہیم القرآن میں آپ نے جس فردِ گزاشت کی نشان دہی کی ہے وہ فردِ گزاشت نہیں ہے، بلکہ اردو زبان کے حسن کی خاطر ترجمے میں صرف تقدیم و تاخیر کی گئی ہے۔ یعنی اخر کے فقرے کا ترجمہ ابتدا میں دے دیا گیا ہے۔ آپ ترجمے کو مسلسل پڑھیں تو آپ کا شبہ رفع ہو جائے گا۔ نئے ایڈیشن میں اس مقام پر نوٹ بھی دے دیا گیا

ہے تاکہ آئندہ کسی کو فرد گزاشت کی غلط فہمی نہ ہو۔

آپ نے میری کمزوری اور مصروفیتوں سے واقف ہونے کے باوجود اپنے قلم سے جواب لکھنے کا تقاضا کرکے میرے ساتھ کچھ بے رحمی ہی کی ہے۔ بوقت ضرورت کام آنے والی سندیں آپکے پاس پہلے ہی کافی موجود ہیں۔

میری طرف سے اور سب گھر والوں کی طرف سے آپ کے ہاں سب کو سلام۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۷۲)

لاہور
۳ر جولائی ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ میں فوٹو تو اپنی مرضی سے نہ کبھی کھچواتا ہوں، نہ اپنے پاس رکھتا ہوں اور نہ کسی کو فراہم کرتا ہوں۔ البتہ پیغام حاضر ہے۔

میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ سات سال سے انگلستان جیسے ملک میں اردو صحافت کی خدمت انجام دے رہے ہیں اور اب اپنا ساتواں سالنامہ شائع فرمانے والے ہیں۔ انگلستان میں ہمارے پاکستانی اور مسلمان بھائی اب لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ میں ان سب کو اس ملک میں پاکستان اور اسلام کا سفیر سمجھتا ہوں اور میری یہ دلی خواہش ہے کہ یہ اپنی معاش کی جدوجہد کے ساتھ ساتھ اپنی اس سفارتی ذمہ داری کو بھی محسوس کریں اور اسے بخوبی انجام دینے کی کوشش کرتے رہیں۔ انگلستان میں ایک متعصب گروہ اسلام کے خلاف جو زہر پھیلا رہا ہے اس سے

خوف زدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر ہمارے مسلمان بھائی وہاں سچے مسلمانوں کی سی سیرت و کردار کا مظاہرہ کریں تو انشاء اللہ انگریزی قوم ان کی قدر کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۷۳)

لاہور

۹ر جولائی ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ حرکیاتِ حرارت (Thermo Dynamics) کے دوسرے قانون کو جن الفاظ میں سائنس کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے ان میں آپ نے یہ مضمون تلاش کرنے کی کوشش کی کہ "یہ عالمِ مادی نہ ازلی ہو سکتا ہے نہ ابدی"، اور ظاہر بات ہے کہ یہ مضمون آپ کو کسی کتاب سے نہ مل سکتا تھا۔ اس لیے کہ دراصل یہ تو ایک نتیجہ ہے جو اس قانون سے نکلتا ہے نہ کہ اصل قانون یہی ہو کہ یہ کائنات ازلی و ابدی نہیں ہے۔ آپ براہِ کرم اِس قانون پر غور کریں۔ اس کی رو سے جو حرارت گرم تر سے سرد تر کی طرف منتقل ہوتی ہے وہ پھر کبھی اپنے اصل منبع کی طرف واپس نہیں جاتی، بلکہ سرد سے سرد تر کی طرف منتقل ہوتی چلی جاتی ہے، یہاں تک کہ حرارت کا اصل منبع اُسی درجۂ حرارت پر آجاتا ہے جس پر اس سے متصل کم حرارت رکھنے والے اجسام کا ہو، اور اس منبع سے مزید حرارت حاصل ہونے کا کوئی امکان نہیں رہتا، اِلّا یہ کہ کہیں خارج سے اُس میں مزید حرارت بہم پہنچانے کا انتظام کیا جائے۔ یہی چیز اِس بات کو ثابت کرتی ہے کہ کائنات میں جو بھی منبعِ حرارت ہے،

وہ مسلسل حرارت منتقل کرتا چلا جا رہا ہے اور کوئی حرارت اس کی طرف واپس نہیں جا رہی۔ اس طرح یہ منبع آخر کار ایک روز حرارت سے خالی ہو جائے گا۔

خاکسار
ابو الاعلیٰ

(۷۴)

لاہور
۲۶ جولائی ۱۹۶۹ء

برادرم نقی علی صاحب،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ آپ کی مالی پریشانیوں میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کی مدد فرمائے اور کوئی قابلِ اطمینان ذریعہ معاش پیدا کر دے۔

میری مظلومی کا آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔ احباب اور رفقاء پرانی پرانی چیزیں نہ معلوم کہاں کہاں سے نکال کر شائع کر رہے ہیں۔ مجھے نہ اتنی فرصت ہے کہ ان کو پڑھوں نہ اتنا وقت کہ اصل چیز تلاش کر کے اس سے مقابلہ کروں۔ میری طاقت روز بروز گھٹ رہی ہے اور جو تھوڑا سا وقت میں کام کے لیے نکال سکتا ہوں اسے بہت ضروری کاموں میں صرف کرنا چاہتا ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ مجھے توجہ دلانے کے بجائے شائع کرنے والوں سے براہ راست مراسلت کریں اور اگر کہیں کوئی فرق محسوس کریں، یا کسی چیز کی اشاعت نامناسب پائیں تو انہی لوگوں سے میرے حق میں رحم کی اپیل کریں۔ پہلے ہی بہت گالیاں کھا رہا ہوں۔ میرے دوست مزید گالیاں کھلوانے کا

سامان کیے چلے جاتے ہیں۔

میرے ہاں سب کی طرف سے آپ کے ہاں سب کو سلام۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۷۵)

لاہور

۲۶ر جولائی ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کے ٹرسٹ کی شائع کردہ دوسری کتاب بھی مل گئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی کوششوں میں برکت ڈالے اور اس سلسلے کو مکمل بھی کرائے اور مفید بھی۔ اس کی اشاعت صرف انگلستان ہی میں نہیں ہونی چاہیے بلکہ جہاں جہاں بھی مسلمان آبادیاں اس طرح رہتی ہیں کہ ان کی اولاد کو انگریزی کے سوا کسی دوسری زبان کے ذریعہ سے اپنے دین کا علم حاصل نہیں ہو سکتا، وہاں اس کو پہنچانے کا انتظام بھی ہونا چاہیے۔

انگلستان میں مسلمان بچوں کی دینی تعلیم کے لیے جو کوششیں آپ کر رہے ہیں مَیں اُن کی کامیابی کے لیے دل سے دعا کرتا ہوں۔

لندن کے تمام احباب کو میرا سلام پہنچا دیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۷۶)

لاہور

۲۶ر جولائی ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ آپ کینیڈا کے انتہائی ناسازگار ماحول میں، جہاں خود گمراہ کن "مسلمان" بھی بگاڑ کی دعوت دینے کے لیے موجود ہیں، راہِ راست پر قائم ہیں۔ آپ کا تار اور ٹیلیفون دونوں مجھے راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے زمانہ میں مل گئے تھے، مگر اُس وقت حالات ایسے تھے کہ میں آپ کو نہ تار کے ذریعے سے بتا سکتا تھا نہ ٹیلیفون کے ذریعے سے۔ بس یہ سمجھ لیجیے کہ پاکستان اس وقت بہت نازک دَور سے گزر رہا ہے اور دعا کرتے رہیے کہ وہ اسے اسلامی نظام کے راستہ پر ڈال دے۔

آپ میکگل یونیورسٹی کی لائبریری میں دیکھیے کہ وہاں میری تفسیر تفہیم القرآن کی چاروں جلدیں موجود ہیں یا نہیں۔ اگر موجود ہوں تو روزانہ صبح قرآن مجید کی تلاوت کے وقت اس کو بھی پڑھتے رہیں۔ اس کے علاوہ اگر وہاں رسائل و مسائل کی چاروں جلدیں موجود ہوں تو ان کو بھی پڑھ لیں۔ ان میں آپ کو بہت سے اُن سوالات اور اعتراضات کے جوابات مل جائیں گے جو مغرب زدہ لوگوں کی طرف سے کیے جاتے ہیں۔ عربی زبان سیکھنے کے لیے اگر کوئی عرب طالب علم آپ کو مل جائے تو اس سے مدد لیں۔

میرے لیے باقاعدہ خط و کتابت کرنا تو مشکل ہے، لیکن جب کبھی آپ کو کسی ایسے سوال سے سابقہ پیش آئے جس کا جواب میری کتابوں میں آپ کو نہ مل سکتا ہو تو مجھے لکھیں۔ انشاء اللہ آپ کو جواب دونگا۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

---

(۷۷)

لاہور

۲۸ر جولائی ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ پڑھ کر اور اس سے یہ معلوم کر کے دلی مسرت ہوئی کہ آپ ماریشس میں دین کی خدمت بڑے انہماک سے انجام دے رہے ہیں۔ مَیں نے آپ کو اپنی کتابوں کی فہرست بھیجنے کے لیے ہدایت کر دی ہے۔ انشاء اللہ اس خط کے ساتھ ہی آپ کو مل جائے گی۔

آپ نے جو سوالات کیے ہیں ان کا جواب یہ ہے۔

۱۔ قرآن مجید میں اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى کے الفاظ سورۂ نمل آیت ۸۰ میں آئے ہیں۔ آپ اس سے پہلے اور اس کے بعد کی آیات کے ساتھ اس کو ملا کر پڑھیں تو معلوم ہو گا کہ یہ بات اُن لوگوں کے متعلق نہیں کی گئی ہے جو مر کر قبروں میں جا چکے ہیں، بلکہ اُن ضدی اور ہٹ دھرم کافروں کے بارے میں کہی گئی ہے جن کے ضمیر مر چکے ہیں اور جن کے دل پتھر کی طرح ایسے سخت ہو گئے ہیں کہ ان کو سمجھانے اور راہ راست پر لانے کا کوئی امکان نہیں رہا ہے۔ یہی مضمون سورۂ روم آیت ۵۲ میں بھی آیا ہے اور وہاں بھی سیاق و سباق سے اس کا وہی مطلب نکلتا ہے جو اوپر بیان ہوا ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۷۸)

لاہور
۱۱ر اگست ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ اللہ کے علم اور اس کی قدرت مطلقہ کے درمیان تعلق کی نوعیت کیا ہے، اس کو سمجھنا اور ٹھیک ٹھیک پیمائش کرنا ہمارے لیے کسی طرح ممکن نہیں ہے۔ بہرحال یہ بات بھی قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم تمام چیزوں پر حاوی ہے، اور یہ بھی ثابت ہے کہ اس نے ہر چیز کی ایک تقدیر مقرر کی ہے، اور یہ بھی ثابت ہے کہ وہ دعائیں سنتا اور انہیں قبول بھی کرتا ہے۔ ان سب کو ہم جوں کا توں مانتے ہیں۔ مگر تفصیلات میں جا کر کھوج کرید کرنے کا نتیجہ بجز پریشانی کے کچھ نہیں ہے، کیونکہ ہمارے پاس ان کو جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۷۹)

لاہور
۲۷ر اگست ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ ۲۹ر اگست کو قریب قریب تمام جماعتوں کی طرف سے بالاتفاق

یوم احتیاج[1] منایا جارہا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اسلامی حکومتوں کے سربراہوں کی کانفرنس پر عرب ممالک کے حکمرانوں نے اتفاق کر لیا ہے۔ خدا کرے اس کا اچھا نتیجہ برآمد ہو۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۸۰)

لاہور

۳ ستمبر ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ نے جس خیر خواہی کا اظہار کیا ہے اس کے لیے مَیں آپ کا بہت شکر گزار ہوں۔ مَیں نے تصنیف و تالیف کا جو تھوڑا بہت کام کیا ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کی خاطر اور اس کی رضا جوئی کے لیے کیا ہے۔ اگر وہ رب کائنات اس حقیر سی خدمت کو قبول فرمالے تو اس سے بڑا میرے لیے کوئی اعزاز نہیں اور یہی سب سے بڑا صلہ ہے۔ مجھے اس کی قطعاً نہ ضرورت ہے اور نہ خواہش کہ کوئی میری کتابوں کی تعریف کرے یا مجھے اس پر کوئی صلہ دیا جائے۔ آپ اس بے مقصد کوشش کے پیچھے نہ پڑیں۔ بس آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ میری کسی خدمت کو شرفِ قبولیت بخشے۔

مَیں آپ کی ہمدردی اور خیر خواہی کا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

[1] اس سے مراد وہ یوم احتجاج ہے جو مسجدِ اقصیٰ کی آتش زنی پر پاکستان میں منایا گیا تھا۔

(۸۱)

لاہور
۹ ستمبر ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ جس مسئلے کے متعلق جنوبی افریقہ کے لوگوں نے میری رائے دریافت کی ہے اس کے بارے میں غور کرنے کے بعد میں جس نتیجے پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ:

اگر کوئی جماعت جنوبی افریقہ کے مسلمانوں میں ایسی ہے جو بے لاگ طریقہ سے اسلام کی دعوت رنگ دار اور سفید فام قوموں کے درمیان پھیلانے کا کام کر رہی ہو، تو اس کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ الکشن سے الگ رہے، انصاف کی بات ہر ایک کے سامنے پیش کرے، ظلم کی مخالفت کرے، اور سب کو یہ بتائے کہ امرِ حق کیا ہے جس کی پیروی کرنے سے دنیا میں عدل قائم ہو سکتا ہے۔ اسے کسی کا طرف دار اور کسی کا مخالف بن کر سامنے نہیں آنا چاہیے اور سیاسی جھگڑوں سے اپنا دامن بچانا چاہیے۔

رہے جنوبی افریقہ کے عام مسلمان، جو ایشیائی اقوام سے تعلق رکھتے ہیں، انہیں کوشش کرنی چاہیے کہ سفید فام باشندوں کی امتیاز رنگ و نسل (Apartheid) کی پالیسی کے خلاف کام کریں۔ ان میں سے اگر کوئی خود آزاد امیدوار کی حیثیت سے کھڑا ہونا چاہے تو ہو سکتا ہے، اگر یہ قابلِ عمل نہ ہو تو کسی ایسے شخص کی مدد کی جا سکتی ہے جو امتیاز رنگ و نسل کی پالیسی کے خلاف کام کرنے والے گروہ سے تعلق رکھتا ہو اور جس سے یہ توقع کی جا سکے کہ مسلمانوں کی تائید حاصل کرنے کے بعد وہ اسلامی مقاصد کے لیے بھی کام کرے گا۔ ایسا شخص غیر مسلم بھی ہو تو اس سے معاملہ کرنے میں مضائقہ نہیں ہے، کیونکہ جنوبی افریقہ میں

مسلمانوں کے مخصوص حالات کی بنا پر یہ امکان کم نظر آتا ہے کہ غیر مسلمانوں سے بالکل الگ رہ کر وہ سخت نسلی تعصب رکھنے والی حکومت کی پالیسیوں پر اثر انداز ہو سکیں گے۔

جنوبی افریقہ والوں کو میری طرف سے یہ جواب آپ بھیج دیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۸۲)

لاہور

۴ر اکتوبر ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ مورخہ ۲۰ر ستمبر ملا۔ میں ان دنوں ملک سے باہر گیا ہوا تھا، اس لیے جواب ذرا تاخیر کے ساتھ دے رہا ہوں۔ آپ کی دعائے خیر کے لیے شکر گزار ہوں اور جس حسن ظن کا آپ نے اظہار فرمایا ہے، دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کا مصداق بنائے۔

سورۂ یونس کے جس مقام کے متعلق آپ نے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے اس پر میں نے دوبارہ غور کیا اور مجھے کوشش کے باوجود ان آیات میں اُس مضمون کی طرف اشارہ کرنے والا کوئی قرینہ نہ ملا جس کا آپ نے ذکر فرمایا ہے۔ وہاں جو بات کہی گئی ہے وہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے ایمان کو قبول کرنے سے انکار فرما دیا اور اس کو جواب میں یہ وعید سنائی کہ تجھے بعد کی آنے والی نسلوں کے لیے عبرت بنانے کی خاطر تیرا بدن محفوظ کر دیا جائے گا۔ اس مقام پر کوئی خفی سے خفی قرینہ بھی ایسا موجود نہیں ہے جس سے یہ قیاس کیا جا سکے کہ فرعون کے دل میں مچھلیوں کا لقمہ بننے سے بچنے، یا اپنے

آباؤ اجداد کے ساتھ فراعنہ کے قبرستانوں میں جگہ پانے کی کوئی خواہش اُس وقت پائی جاتی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اِس بعد از وقت ایمان کے انعام کے طور پر اس کی اس خواہش کو پورا فرما دیا۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۸۳)

لاہور

۴ر اکتوبر ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کی مبارکباد کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ کے ارسال کردہ پمفلٹ کی چند کاپیاں وصول ہوئیں۔ جس وقت آپ کا یہ مضمون شائع ہوا تھا اسی زمانے میں مَیں نے اُسے پڑھا اور بہت پسند کیا تھا۔ مگر میرا خیال یہ تھا کہ یہ ابھی ذرا قبل از وقت ہے۔ اب رَباط کانفرنس کے بعد یہ طے ہوا ہے کہ مسلم ریاستوں کا ایک مستقل سکرٹریٹ قائم کیا جائے اور آئندہ مارچ میں وزرائے خارجہ کی کانفرنس ہو۔ میرا خیال ہے کہ اس سکرٹری ایٹ کے قائم ہونے کا انتظار کر لیا جائے اور جس وقت وزرائے خارجہ کی کانفرنس منعقد ہونے والی ہو اس وقت اسے پھیلایا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ بر موقع ایک چیز کے آنے سے اُن لوگوں کی رائے تیار کرنے میں مدد مل سکے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۸۴)

لاہور

۱۱ر اکتوبر ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ مورخہ ۳ر اکتوبر ملا۔ انجیل برنباس کی انگریزی ترجمہ کی فوٹو سٹیٹ کاپی مَیں نے انگلستان سے منگوالی ہے اور وہ میرے پاس موجود ہے۔ مَیں کوشش کر رہا ہوں کہ یہ انگریزی میں پھر کتابی صورت میں پاکستان سے شائع کر دی جائے، کیونکہ عیسائی دنیا تو اس کی اشاعت گوارا کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی میرے پاس ہے، جو مولوی انشاء اللہ صاحب نے عربی سے کر دیا تھا اور ۱۹۱۶ء میں شائع ہوا تھا۔ مگر مَیں براہ راست انگریزی سے نیا ترجمہ کرانے کا انتظام کر رہا ہوں۔

برٹانیکا کے حوالوں میں انشاء اللہ ایڈیشن کی تصریح کرنے کا اہتمام کروں گا۔ افسوس ہے کہ پہلے اس کا خیال ہی نہیں آیا۔

خاکسار

ابو الاعلیٰ

(۸۵)

لاہور

۱۳ر اکتوبر ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ رَباط کے سفر نے مجھے بہت خستہ کر دیا تھا اور جوڑوں کی

تکلیف بہت بڑھ گئی تھی۔ اب ایک ڈاکٹر کی دوا سے کچھ فائدہ ہوا ہے اور اسی بنا پر پھر رابطۂ عالم اسلامی کے اجلاس میں شرکت کے لیے رختِ سفر باندھ لیا ہے۔ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ اس مرحلے کو بھی بخیریت گزروا دے۔ آپ کے حق میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت اور اطمینان قلب عطا فرمائے۔

خاکسار
ابو الاعلیٰ

(۸۶)

لاہور
۶ر نومبر ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی،
السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ محمد بن قاسم سندھی ادبی سوسائٹی کی طرف سے کل سندھ ادبی کانفرنس سکھر میں منعقد کر رہے ہیں۔ مَیں اس میں ضرور شریک ہوتا مگر میری صحت اس کی متحمل نہیں ہے کہ مراکش اور سعودی عرب کے یکے بعد دیگرے دو طویل سفروں کے بعد کوئی مزید سفر کر سکوں۔ اس لیے اس مختصر پیغام ہی پر اکتفا کرتا ہوں کہ اسلام ہی ایک وحدت کا رشتہ ہے جو تمام مسلمانوں کو بلا لحاظ نسل و زبان و وطن ایک برادری بناتا ہے۔ اسی رشتے کی بنیاد پر پاکستان ایک ملک بنا ہے اور اس ملک کی خیر اُسی وقت تک ہے جب تک ہم مسلمان ہونے کے احساس کو ہر دوسرے احساس پر غالب رکھیں گے اور اسلام کی اساس پر مجتمع رہیں گے۔

مَیں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے مقاصد میں کامیاب فرمائے اور آپ سے اپنے دین کی خدمت کا کام لے۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۸۷)

لاہور
۶ر نومبر ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ میری اصل تجاویز کو اُس وقت تک اچھی طرح نہیں سمجھا جا سکتا جب تک وہ ساری بحث نگاہ میں نہ ہو جس پر وہ تجاویز مبنی تھیں۔ بہتر یہ ہوگا کہ آپ میری کتاب "تحریک آزادی ہند اور مسلمان" ملاحظہ فرمالیں جو میری تین کتابوں، "مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش" حصہ اول و دوم اور "مسئلۂ قومیت" کا مجموعہ ہے۔ یہ کتابیں ۳۸ء سنہ ۳۹ء میں شائع ہوئی تھیں جنہیں اب یکجا کر دیا گیا ہے۔ اس مجموعہ میں آپ کو وہ پوری بحث مل جائے گی جو اُس وقت کی گئی تھی اور پھر وہ تجاویز پیش کی گئی تھیں جن کی تشریح آپ چاہتے ہیں مختصر یہ ہے کہ میرے نزدیک ہندوستان سرے سے ایک قوم کا ملک نہ پہلے تھا نہ اب ہے، بلکہ وہ کئی قوموں پر مشتمل ہے جن کی تہذیبیں الگ الگ ہیں اور جن کے اندر الگ الگ قوم ہونے کا شدید احساس موجود ہے۔ اس لیے مَیں نے یہ تجویز کیا تھا کہ ایسے ملک میں تمام باشندوں کو ایک قوم فرض کر کے ایک جمہوری نظام میں باندھ دینا صحیح نہیں ہے۔ اس میں ہر قوم کو تہذیبی خود اختیاری (Cultural Autonomy) حاصل ہونی

چاہیے اور پھر وفاقی اصولوں پر اور متناسب طریق انتخاب کے ذریعہ سے چند مخصوص اختیارات رکھنے والی ایک حکومت بننی چاہیے جس میں یہ قومیں حصہ دار ہوں۔ آپ نے جن اصحاب کا ذکر کیا ہے ان سے میں کوئی واقفیت نہیں رکھتا اور نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ ان کی اسکیم کی تفصیلات کہاں سے مل سکیں گی۔

پاکستان کے بارے میں میرا کیا موقف تھا، اسے سمجھنے کے لیے آپ کو میری وہ تفصیلی بحث دیکھنی چاہیے جو مَیں نے اپنی کتاب "مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش، حصہ سوم" میں کی ہے۔ مَیں نے ہندوستان میں ہندو مسلم کشمکش کو روز بروز خونریزی کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر پہلے یہ تجویز کیا تھا کہ اگر یہ دونوں قومیں ایک پرامن تصفیہ نہیں کر سکتیں تو پھر ملک کی تقسیم کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ مگر جب مَیں نے دیکھا کہ تقسیم کے لیے جو پارٹی جدوجہد شروع کر رہی ہے (یعنی مسلم لیگ) وہ بالکل قوم پرستانہ طریقے پر کام کر رہی ہے اور اس سے پاکستان ایک قومی ریاست تو بن سکتا ہے لیکن اسلامی ریاست نہیں بن سکتا، تو مَیں نے وضاحت کے ساتھ یہ بتانا ضروری سمجھا کہ ایک اسلامی ریاست بنانے کے لیے تنظیم و تحریک کس طرح ہونی چاہیے۔ اس غرض کے لیے جو بحث مَیں نے کی اسے غلطی سے لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ مَیں پاکستان بنانے کی مخالفت کر رہا ہوں۔ حالانکہ مَیں پاکستان کا مخالف نہ تھا بلکہ یہ چاہتا تھا کہ شروع ہی سے کام اس طرح کیا جائے کہ پاکستان محض ایک قومی ریاست بننے کے بجائے اسلامی ریاست بن سکے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۸۸)

لاہور

۸ر نومبر ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ کے بغیر پیدا ہونا قرآن سے قطعی طور پر ثابت ہے۔ اس کا انکار کرنے والا اگر یہ کہے کہ یہ قرآن سے ثابت نہیں ہے تو وہ جاہل ہے، اور اگر یہ کہے کہ "قرآن کا یہ بیان غلط ہے کہ حضرت عیسیٰؑ باپ کے بغیر پیدا ہوئے تھے" تو وہ کافر ہے۔ ان دونوں باتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں وہ شخص قرآن کی غلط تاویل کرتا ہے اور دوسری صورت میں وہ قرآن کا انکار کر دیتا ہے۔ غلط تاویل جہالت ہے مگر کفر نہیں ہے۔ البتہ قرآن کی کسی بات کو یہ تسلیم کرنے کے بعد کہ وہ قرآن کی بات ہے، غلط قرار دینا یقیناً کفر ہے۔ اس طرح کے جاہلانہ خیالات رکھنے والے آدمی کی باتیں شائع کرنا اور اس کی تائید و حمایت کرنا گناہ ہے۔ کسی سچے مسلمان کو نہ کسی گمراہ آدمی کی حمایت کرنی چاہیے نہ اس کے خیالات کو شائع کر کے لوگوں کو گمراہ کرنا چاہیے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن میں تصریح ہے کہ انہیں نہ قتل کیا گیا اور نہ صلیب دی گئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھا لیا۔ اسی طرح بکثرت صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ ان دونوں باتوں کا انکار کرنے والا مسلمان نہیں ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۸۹)

لاہور

۱۱ر نومبر ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۶ر اکتوبر میری غیر موجودگی میں یہاں پہنچا۔ میں سعودی عرب گیا ہوا تھا۔ واپسی پر اب آپ کو جواب دے رہا ہوں۔

جن امور کے متعلق آپ نے میری رائے دریافت کی ہے ان پر مفصل اظہار رائے میں تو میری مصروفیتیں مانع ہیں۔ البتہ مختصراً اپنے خیالات لکھے دیتا ہوں۔ ممکن ہے کہ یہ آپ کے لیے کچھ مفید ثابت ہوں

(الف) پاکستان کی خارجہ پالیسی پہلے مغربی بلاک کی طرف واضح جھکاؤ رکھتی تھی۔ پھر جب اس کے نقصانات نمایاں ہو کر سامنے آ گئے تو روس اور چین کے ساتھ بھی تعلقات بہتر بنانے کی کوشش کی گئی، جس میں کسی حد تک کامیابی ہوئی۔ اس وقت پاکستان ان تینوں طاقتوں کے ساتھ اپنے تعلقات میں توازن قائم کرنے اور رکھنے کی کوشش کر رہا ہے اور اس کے ساتھ مسلمان ملکوں سے عموماً اور ٹرکی اور ایران کے ساتھ خصوصاً قریبی تعلقات رکھنے کے لیے کوشاں ہے۔ میری رائے میں کوئی خارجہ پالیسی اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک ملک کی داخلی قوت مضبوط و مستحکم نہ ہو۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ حکومت کو باشندگان ملک کی پوری اور دلی تائید حاصل ہو۔ اس کے ساتھ خارجہ پالیسی کی کامیابی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ معاشی حیثیت سے ملک بیرونی امداد

کا کم سے کم محتاج ہو۔

(ب) عوامی جمہوریۂ چین سے دوستانہ تعلقات رکھنا تو ابتداً ہمسائیگی کا تقاضا تھا۔ لیکن بعد میں ہندوستان سے تعلقات کی خرابی دونوں ملکوں کے درمیان روابط کی افزائش کا سبب بنی۔ پھر روس اور امریکہ سے اسلحہ کی فراہمی میں جب مشکلات بڑھیں تو چین کی طرف پاکستان کا جھکاؤ بڑھ گیا۔ میرے نزدیک یہ حالات کے دباؤ کا لازمی نتیجہ ہے۔ جب روس اور امریکہ ہندوستان کو بے تحاشا مسلح کر رہے ہوں تو پاکستان کو لامحالہ کسی نہ کسی کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔

(ج) ہندوستان کے ساتھ پاکستان کی خارجہ پالیسی اُس معاندانہ رویہ سے متعین ہوتی ہے جو ہندوستان نے قیام پاکستان کے وقت سے اس کے بارے میں اختیار کر رکھا ہے۔ کشمیر اور دریائی پانیوں کے مسئلے نے دونوں ملکوں کے تعلقات کو اور زیادہ کشیدہ کر دیا ہے۔ میرے نزدیک ان دونوں ملکوں میں ہمسائیگی کے خوشگوار تعلقات قائم ہونا اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک ہندوستان اپنی عناد کی روش ترک نہ کر دے اور بڑے بڑے نزاعی مسائل کا منصفانہ تصفیہ کرنے پر راضی نہ ہو۔

(د) و (ہ) میرے لیے یہ کہنا مشکل ہے کہ عوامی جمہوریہ چین کے معاملہ میں پاکستان کی خارجہ پالیسی کس حد تک کامیاب رہی ہے اور اس میں کامیابی یا ناکامی اگر کوئی ہے تو اس کے وجوہ کیا ہیں۔ اس کے متعلق رائے قائم کرنے کے لیے پاکستان کی وزارت خارجہ کے اندرونی احوال تک رسائی ضروری ہے اور وہ مجھے حاصل نہیں ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۹۰)

لاہور
۱۲ر نومبر ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ مَیں نے الحربُ خُدْعَۃٌ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ "جنگ میں دھوکہ دینا جائز ہے"۔ عربی زبان میں خُدْعَۃٌ کے معنی ہیں مکر، یعنی ظاہر کچھ کرنا اور مخفی طور پہ عمل کچھ اور کرنا یا بے خبری میں کسی کو نقصان پہنچانا۔ اردو زبان میں جب اِس فقرے کا مطلب ادا کیا جائے گا تو لامحالہ اسی مفہوم کا حامل کوئی لفظ استعمال کرنا ہوگا۔ آدمی کسی بات کی تشریح میں تو آزاد ہو سکتا ہے، لیکن ترجمہ کرتے ہوئے اصل لفظ کا ہم معنی لفظ ہی استعمال کرنا پڑتا ہے۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۹۱)

لاہور
۲۳ر نومبر ۱۹۶۹ء

برادرم صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ مورخہ ۸ر رمضان المبارک ملا۔ میری صحت کا حال بدستور ہے۔ دوائیں استعمال کرنے کی وجہ سے کچھ کام کرنے کے قابل ہو جاتا ہوں۔ لیکن مشقت برداشت کرنے کی طاقت اب مجھ میں نہیں رہی۔ اس حالت میں سفروں کی مشقت آپڑتی ہے تو

ایک مدت تک نڈھال رہتا ہوں۔

انصار اللہ کے مسئلے پر آپ نے کئی مرتبہ مجھے توجہ دلائی ہے، اور مَیں نے وہ سارے مقامات نکال کر دیکھے ہیں جہاں یہ مضمون آیا ہے۔ مجھے تو کہیں اُس شبہ کی گنجائش نہیں ملی جس کا آپ اظہار کرتے ہیں۔ خصوصًا اللہ کے ساتھ "شریک" کا لفظ تو کسی جگہ بھی استعمال نہیں کیا گیا ہے، نہ معلوم آپ کو یہ کیسے خیال ہوا کہ مَیں نے کہیں یہ لفظ استعمال کیا ہے۔

قرآن مجید میں یہ مضمون چھ مقامات پر آیا ہے۔ آلِ عمران، آیت ۵۲ (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ ۲۵۶)۔ الحج، آیت ۴۰ (تفہیم جلد سوم صفحہ ۲۳۲)۔ سورۂ محمد آیت ۷ (تفہیم القرآن جلد پنجم صفحہ ۱۹)۔ سورۂ حدید آیت ۲۵ (تفہیم القرآن، جلد پنجم، صفحہ ۳۲۲) الحشر آیت ۸ (تفہیم القرآن، جلد پنجم صفحہ ۳۹۵) الصف آیت ۱۴ (تفہیم القرآن، جلد پنجم، صفحہ ۴۷۹)۔ آپ اِن سب مقامات کو نکال کر دیکھیں اور مجھے بتائیں کہ آپ کو کس چیز پر اعتراض ہے۔ سورۂ حدید کی آیت کی تشریح کرتے ہوئے مَیں نے ایک جگہ "ہاتھ بٹاؤ" لکھا تھا، اب اس کو بدل کر "ساتھ دو" کر دیا ہے۔ اس کے سوا مجھے کسی کھٹک کی گنجائش بھی کہیں نہیں ملی۔

اگر ترجمے پر آپ کو اعتراض ہے تو آپ دیکھ لیں کہ دوسرے مترجمین نے کیا ترجمے کیے ہیں۔ آلِ عمران کی آیت قال الحواریون نحن انصار اللہ کا ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب نے کیا ہے "گفتند حواریان ما ئیم یاری دہندگان خدا را"۔ شاہ رفیع الدین صاحب کا ترجمہ ہے "کہا حواریوں نے کہ ہم ہیں مدد دینے والے اللہ کے"۔ شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ ہے "کہا حواریوں نے ہم ہیں مدد دینے والے اللہ کے"۔ مولانا اشرف علی صاحب کا ترجمہ ہے "حواریین بولے کہ ہم ہیں مددگار اللہ (کے دین) کے"۔ ظاہر ہے کہ قوسین کی عبارت تفسیر ہے نہ کہ ترجمہ۔

سورۂ حج کی آیت کا ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب نے کیا ہے "اللہ مقرر مدد کرے گا اس کی جو مدد کرے گا اس کی۔"

سورۂ محمدؐ کی آیت کا ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب نے یہ کیا ہے "اگر تم مدد کرو گے اللہ کی تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔"

سورۂ حدید کی آیت کا ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب کے ہاں یہ ہے "اور تا معلوم کرے اللہ کون مدد کرتا ہے اُس کی اور اُس کے رسولوں کی۔"

سورۂ حشر کی آیت کا ترجمہ شاہ صاحب یوں کرتے ہیں "اور مدد کرنے کو اللہ کی اور اس کے رسولوں کی۔"

سورۂ صف کی آیت کا ترجمہ ان کے ہاں یہ ہے "تم ہو مددگار اللہ کے۔"

قرآن مجید کے الفاظ کا ترجمہ بہر حال جو بھی کرے گا وہ اُن الفاظ کے مطابق ہی ہوگا۔ اس سے زائد کوئی بات اگر مترجم قوسین میں یا قوسین کے بغیر کرتا ہے وہ تفسیر ہے نہ کہ ترجمہ۔

خاکسار

ابوالاعلےٰ

(۹۲)

لاہور

۲۹ر نومبر ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ جس شخص کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ اس کے متعلق آپ خود

اسی سے یہ معلوم کریں کہ آیا وہ مرزا غلام احمد کو نبی مانتا ہے یا نہیں۔ اگر نبی مانتا ہو تو ظاہر ہے کہ وہ قادیانی ہے اور اس کے مسلمان ہونے کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا۔ اور اگر وہ نبی ماننے سے انکار کرتا ہو تو پھر اسے بتایا جائے کہ :

(۱) جھوٹے نبی کو ماننے والا کافر ہوتا ہے، اس لیے تم غلطی کر رہے ہو کہ اسے مسلمان قرار دیتے ہو۔

(۲) ظفر اللہ خاں کے عقیدے کی رو سے تم خود کافر ہو، کیونکہ وہ اور تمام قادیانی ہر اُس شخص کو کافر کہتے ہیں جو مرزا غلام احمد کو نبی نہ مانے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۹۳)

لاہور

۳۰ر نومبر ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ مجھے سندھ میں متحدہ اسلامی محاذ کے قیام کی اطلاع ملی اور اس پر مسرت ہوئی کہ آپ نے اور دوسرے علماء و مشائخ نے متفق ہو کر سندھ میں ایک اسلامی محاذ قائم فرما دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر جزیل عطا فرمائے اور آپ کی کوششوں کو اپنی برکات سے نوازے۔ فی الواقع اس وقت اعدائے دین نے ہر طرف جو فتنہ برپا کر رکھا ہے اس کے مقابلے میں تمام اہل دین کا متحدہ عمل نہایت ضروری ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سندھ کے تمام علمائے حق اور مشائخ کبار کو اس محاذ پر جمع فرما دے اور ان لوگوں کو خاسر و خائب کر دے جو اللہ کے کلمے کے مقابلے

پر دوسرا کلمہ بلند کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۹۴)

لاہور

۲ر دسمبر ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ نے جن موضوعات پر تقاریر شروع کرانے کا ارادہ کیا ہے وہ سب مناسب ہیں۔

البتہ ایک موضوع میرے نزدیک مناسب نہیں ہے اور وہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "بحیثیت مفکر"۔ حضور کا مقام مفکر کے مقام سے بلند ہے اور ایک رسول کی حقیقی حیثیت بھی "مفکر" کی نہیں ہے۔ اس لیے میری رائے میں اسے آپ خارج کر دیں۔

باقی موضوعات بالکل درست ہیں۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کی اس سعی خیر میں برکت عطا فرمائے اور یہ تقریریں مسلمانوں کے لیے صحیح رہنمائی کی موجب ہوں۔ فی الواقع اس فتنے کے دور میں مسلمان اس کے سخت محتاج ہیں کہ ان کو اللہ اور اس کے رسول پاک کی ہدایت و رہنمائی کی طرف متوجہ کیا جائے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۹۵)

لاہور

۴ر دسمبر ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ میرے ساتھ آپ نے جس محبت و عقیدت کا اظہار فرمایا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ میری اور جماعت اسلامی کی تمام کوششیں پاکستان کو ان فتنوں سے بچانے کے لیے وقف ہیں جن کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہر وقت یہ دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی تائید و توفیق سے نوازے۔

خاکسار
ابو الاعلیٰ

(۹۶)

لاہور

۷ر دسمبر ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ خلافت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں، یعنی ایسی خلافت جو نبوت کے طریقے پر ہو اور اس مشن کے لیے کام کرے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مامور فرمایا تھا

۲۔ اصل میں تو امت کے لیے ایک ہی خلیفہ ہونا چاہیے۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ امت صدیوں سے اس قدر بٹ گئی ہے کہ آج اس کے بہت سے ملک اور بہت سی حکومتیں ہیں۔ اب یہ تو ممکن نہیں رہا کہ ساری دنیا کے مسلمان ایک مملکت میں جمع ہو جائیں اور ان کا ایک خلیفہ ہو۔ تاہم یہ ممکن ہے کہ ہر مسلمان ملک کی حکومت اسلامی ہو جائے اور پھر ان کا ایک وفاق بن جائے جس کا سربراہ خلیفہ قرار دے دیا جائے۔

خاکسار ابو الاعلیٰ

(۹۷)

لاہور

۱۶ر دسمبر ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ یہ دونوں باتیں قطعی جھوٹ ہیں میری کسی امریکی سفیر سے آج تک ملاقات نہیں ہوئی، نہ امریکی کونسل سے۔ اور امریکی سفارت خانے نے جماعت کی بے شمار کتابیں تو درکنار کسی قابلِ ذکر تعداد میں بھی نہیں خریدیں۔ ممکن ہے کہ اپنی کسی لائبریری کے لیے پاکستان کے دوسرے لٹریچر کی طرح کوئی کتاب انہوں نے خریدی ہو تو وہ میرے علم میں نہیں ہے۔

اس جھوٹ کی حقیقت جیسی کچھ ہو سکتی ہے اس کا اندازہ آپ اس سے کر سکتے ہیں کہ ایوب صاحب کی حکومت ۱۰-۱۱ سال تک ہمارے پیچھے پڑی رہی ہے اور ہم پر سی آئی ڈی کی شدید نگرانی رہی ہے۔ اگر امریکہ یا اس کے سفارت خانے سے ہمارا کوئی بھی تعلق ہوتا تو سی آئی ڈی سے کبھی نہ چھپ سکتا۔ آپ کے بھائی کے دوست جنہوں نے یہ بے سروپا الزام لگایا ہے نہایت بے ایمان آدمی تھے اگر امریکی سفارت خانے کی ملازمت میں یہ باتیں ان کے علم میں آئی تھیں اور پھر بھی انہوں نے حکومت کو اس سے مطلع نہ کیا۔ اگر پہلے نہیں کیا تو اب انہیں چاہیے کہ مارشل لا کے حکام کو اس کی رپورٹ دیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۹۸)

لاہور

۱۷ر دسمبر ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ مجھے آپ کی نیشنل فارم گائڈ کونسل کے مقاصد سے پوری

ہمدردی ہے۔ مَیں آپ کے سالانہ جنرل سیشن کے موقع پر آپ کو اپنے تعاون کا یقین دلانا چاہتا ہوں۔

فی الواقع ہماری دیہاتی آبادی جو ہماری کل آبادی کا ۸۵ فی صدی حصّہ ہے، اس کی سخت حاجتمند ہے کہ اس کو بہتر زندگی کے لیے تیار کیا جائے۔ اس کے ساتھ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ اس کام میں اسلامی حدود کو بھی ملحوظ رکھا جائے کیونکہ دیہات کے باشندوں کی عظیم اکثریت مسلمان ہے اور اس کی اصلاح و ترقی کے لیے کام اگر ایسے طریقوں سے کیا جائے جو ان کی قومی روایات سے مطابقت رکھتے ہوں تو ان کا دلی تعاون بآسانی حاصل ہو سکتا ہے۔

ہمیں بہر حال اس امر میں فرق کرنا ہوگا کہ پاکستان میں ہمارا معاشرہ دوسرے ممالک کے معاشرے سے مختلف ہے اور ہمیں اصلاح و ترقی کے ہر پروگرام کو اپنی روایات کے مطابق ہی انجام دینا چاہیے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۹۹)

لاہور

۲۴ر دسمبر ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ نے جس اندیشہ کا اظہار کیا ہے وہ اُس محبّت و اخلاص پر مبنی ہے جو آپ میرے ساتھ رکھتے ہیں۔ مگر مَیں نے ہمیشہ یہ سوچتے ہوئے کام کیا ہے کہ زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جب تک وہ مجھ سے کام لینا چاہے گا وہی میری

حفاظت کرے گا کوئی طاقت میرا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔ اور جب وہ مجھے اپنے ہاں بلانا چاہے گا بلا لے گا۔ کوئی مجھے اس کے فیصلہ سے بچا نہ سکے گا۔ اس لیے میں اللہ کے بھروسے پر اپنا کام کیے جا رہا ہوں۔ رہی وہ احتیاط جو قوانین فطرت کے لحاظ سے کرنی چاہیے تو اس میں حتی الوسع کوتاہی نہیں کی گئی ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۰۰)

لاہور

۲۹ر دسمبر ۱۹۶۹ء

محترمی و مکرمی،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کی معلومات درست ہیں۔ ہمارا خاندان پہلے براس میں تھا، پھر وہاں سے منتقل ہو کر شیخ پورہ ضلع میرٹھ میں آباد ہوا، اور اس کے بعد دھلی منتقل ہو گیا۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۰۱)

لاہور

۱۳ر جنوری ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کی شکایت بجا ہے، لیکن اصل معاملہ یہ ہے کہ میرا حلقہ تعارف پورے ملک میں پھیلا ہوا ہے اور بکثرت لوگوں سے نہایت مخلصانہ تعلقات ہیں۔

بچوں کی شادی کے موقع پر باہر کے احباب کو دعوت دوں تو سینکڑوں سے گزر کر ہزاروں احباب کو دعوت نامے بھیجنے پڑیں۔ اس لیے مجبوراً یہ طریقہ اختیار کر لیا ہے کہ صرف مقامی احباب ہی کو دعوت دیتا ہوں۔ بہر حال مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ آپ ولیمہ کے موقع پر تشریف لے آئے اور اپنے ہاتھ سے احمد فاروق کے گلے میں ہار ڈال دیا۔ اس اخلاص و محبت کے لیے مَیں آپ کا بہت شکر گزار ہوں۔

جن امور کے متعلق آپ نے میری رائے طلب کی ہے اُن کا جواب حاضر خدمت ہے۔

۱۔ اگر آپ مسئلہ جبر و قدر، اور تفہیم القرآن میں تقدیر کے متعلق میرے حواشی بغور پڑھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ نوشتہ تقدیر بھی صحیح ہے، اور اپنی نیکی و بدی کے معاملہ میں انسان کی ذمہ داری بھی برحق ہے۔ یہ ایک بڑا پیچیدہ مسئلہ ہے جس کا جواب چند فقروں میں نہیں دیا جا سکتا۔ تفہیم القرآن کی ہر جلد کے آخر میں جو انڈکس درج ہے اس میں تقدیر کا عنوان نکال کر وہ سب مقامات دیکھ لیجیے جہاں اس مسئلے پر بحث کی گئی ہے۔

۲۔ اپنے اندر اخلاص پیدا کرنے کے لیے ہر وقت اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے۔ جو کام بھی آدمی کرے اسے کرنے سے پہلے بھی یہ سوچے کہ آیا مَیں نیک نیتی کے ساتھ یہ کام کر رہا ہوں، اور کرنے کے بعد اپنا جائزہ لے کہ کس نیت سے اس نے یہ کام کیا۔

۳۔ تفسیر روح المعانی کا ترجمہ ابھی تک اُردو میں نہیں ہوا ہے۔

۴۔ فقہ کی متعدد کتابیں اردو زبان میں ہیں۔ آپ ملک غلام علی صاحب سے پوچھ لیں کہ کونسی کتاب آپ کے لیے موزوں رہے گی۔ امام ابوحنیفہ نے خود فقہ پر کوئی کتاب نہیں لکھی ہے بلکہ ان کے شاگردوں نے ان کے فتاویٰ مرتب کیے ہیں۔

۵۔ عرش و کرسی کی کیفیت متعین کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ یہ معاملہ متشابہات

میں سے ہے۔ میں نے جو ترجمہ کیا ہے وہ اس لیے ہے کہ کہیں لوگ اللہ تعالیٰ کو عرش پر بیٹھا ہوا نہ سمجھ لیں۔

۶۔ میں نے سورۂ نجم کی تفسیر میں احادیث صحیحہ سے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ معراج کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چشمِ سر سے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا تھا۔

۷۔ اسلام میں جمہوریت نہیں ہے۔ البتہ اسلام میں حکومت کا جو طرز بنایا گیا ہے وہ جمہوریت سے اقرب ہے۔ یہ فیصلہ کرنا عام مسلمانوں ہی کا کام ہے کہ شریعت کے مطابق حکومت چلانے کا کام کن لوگوں کے سپرد کیا جائے۔ عام مسلمان جس قدر زیادہ باشعور ہوں گے وہ اتنا ہی صحیح فیصلہ کریں گے۔ اور ان کا شعور جتنا ناقص ہوگا اتنا ہی یہ فیصلہ ناقص ہوگا۔ اگر عام مسلمانوں کے اس حق کا انکار کیا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر کون اس چیز کا فیصلہ کرے گا؟ یہ کہنا کہ اہل الرائے اس کا فیصلہ کریں گے، اپنی جگہ پر پھر یہ سوال پیدا کر دیتا ہے کہ اہل الرائے کون ہیں اور کون نہیں ہیں؟ اس کا فیصلہ کیسے کیا جائے گا۔؟

خاکسار، ابوالاعلیٰ

(۱۰۲)

لاہور

۲۶ جنوری ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ شکر گزار ہوں کہ آپ نے تفہیم القرآن کو پسند فرمایا۔ آخری جلد کو مکمل کرنے کی پوری کوشش کر رہا ہوں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس کام کی تکمیل کرنے

کا موقع مجھے عطا فرما دے۔

اردو زبان میں زبان آور کا لفظ اپنے اندر ذم کا کوئی پہلو نہیں رکھتا۔ ممکن ہے کہ آپ کو یہ لفظ اس لیے کھٹکا ہو کہ پشتو میں اس کا ہم معنی لفظ ذم کا پہلو رکھتا ہے۔ اگر مَیں اس کا ترجمہ "زیادہ فصیح" کرتا تو اس سے صحیح مطلب ادا نہ ہوتا، کیونکہ اُردو میں فصیح کا مفہوم عربی مفہوم سے مختلف ہے۔

یُصَدِّقُ قُنِیْ کا ترجمہ تائید کرے بھی مَیں نے اس لیے کیا ہے کہ اس مقام پر تصدیق کا مطلب محض سچا قرار دینا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو بات میں پیش کروں گا اس کی وہ تائید کرے گا۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۰۳)

لاہور

۲۹ر جنوری ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے جماعت اسلامی کی صرف اخلاقی تائید ہی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ مادی اعانت بھی فرمائی۔ دعا کرتا ہوں اور آپ بھی دعا فرمائیں کہ اللہ جل شانہٗ اس نازک موقعہ پر جماعت اسلامی کو اپنے فضل اور تائید سے نوازے اور اپنے مخلص بندوں کے دل اس کی طرف متوجہ فرما دے۔

حیدرآباد کی شاخ جماعت سے آپ نے پہلے ہی رابطہ قائم فرما لیا ہے۔ وہاں کے ذمہ داران جماعت یقیناً آپ کا خیر مقدم کریں گے۔ جماعت کے نظام کی رو سے ہر شخص

کو اپنے مقام اور علاقے کی جماعت ہی سے وابستہ ہونا پڑتا ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۰۴)

لاہور

۴ر فروری ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۳۱ر جنوری ملا۔ فی الواقع چودھری غلام محمد صاحب مرحوم و مغفور کی وفات ایک ایسا حادثہ ہے کہ ہم سب کو اس پر ایک دوسرے کو تعزیت کرنی چاہیے۔ انہوں نے ایسی جگہ خالی کی ہے جسے کوئی بھرتا نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ ہی اس نقصانِ عظیم کی تلافی فرمائے۔ جس نازک موقع پر ان کی سب سے زیادہ ضرورت محسوس ہو رہی تھی اسی وقت اُن کا بلاوا آگیا۔ اللہ تعالیٰ کی مصلحتوں کو ہم نہیں سمجھ سکتے اور ہمارے لیے اس کی مرضی کے آگے سر جھکا دینے اور اسی سے خیر کی توقع رکھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

آپ کی صحت کی خرابی کا حال معلوم کر کے سخت تشویش ہوئی۔ پچھلے دنوں آپ کی مسلسل مصروفیتوں کی اطلاع ملتی رہی ہے۔ اندیشہ تھا کہ اس سے آپ کی صحت پر اثر پڑے گا۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت اور طاقت بخشے اور آپ سے اپنے دین کی زیادہ سے زیادہ خدمت لے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۱۰۵)

لاہور

۱۱ر فروری ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۵ فروری ملا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ سے میری ایک دو مرتبہ ملاقات ہو چکی ہے۔ ویسے بھی میرے والد مرحوم سے آپ کے والد مرحوم کے دوستانہ تعلقات تھے اس لیے مَیں آپ کو کیسے بھول سکتا ہوں۔ لبرل گروپ کے نام سے جو تنظیم آپ اور آپ کے احباب نے قائم کی ہے اس کا منشور بھی مَیں نے دیکھا اور صدیق وہاب صاحب کی تقریر بھی پڑھی۔ مجھے فی الجملہ ان مقاصد سے اتفاق ہے۔ افسوس ہے کہ چودھری غلام محمد صاحب کا انتقال ہو گیا اور خورشید صاحب بھی کراچی میں موجود نہیں ہیں۔ بہتر ہو کہ آپ صابر حسین شرفی صاحب اور صادق حسین صاحب سے رابطہ قائم کر لیں جو آج کل کراچی میں جماعت کے کاموں کے ذمہ دار ہیں۔ ان کے ساتھ گفتگو کر کے آپ طے کر لیں کہ جماعت اور آپ کے لبرل گروپ کے درمیان تعاون کی کیا شکل ہو سکتی ہے۔

خاکسار

ابو الاعلیٰ

(۱۰۶)

لاہور

۱۱ر فروری ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ جو لوگ کسی تاویل کی بنا پر جمعہ نہیں پڑھتے ان کو محض جمعہ ترک

کر دینے کی بنا پر غیر مسلم نہیں قرار دیا جا سکتا۔

شافعیہ کی معتبر کتاب مُغنی المحتاج میں لکھا ہے کہ جمعہ کا وقت وہی ہے جو نمازِ ظہر کا ہے اور یہ بھی تصریح ہے کہ اگر کسی کا جمعہ فوت ہو جائے تو وہ جمعہ کی قضا کرنے کے بجائے ظہر پڑھے۔ یہ بھی اُسی کتاب میں لکھا ہے کہ اگر نماز جمعہ کا دوسرا رکوع آدمی کو مل جائے تو اس کا جمعہ ہو گیا، لیکن اگر دوسرے رکوع کے بعد وہ نماز میں شامل ہو تو پھر ظہر کی نیت کر کے چار رکعتیں پڑھے۔ ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ شوافع کے ہاں جمعہ کے ساتھ ظہر بھی پڑھنے کا کوئی حکم نہیں ہے۔

قرآن میں یہ کہیں نہیں لکھا ہے کہ ظہر کی چار رکعتیں ہیں۔ یہ طریقہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کا مقرر کردہ ہے۔ اسی طرح نماز جمعہ کے احکام بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے مقرر کردہ ہیں جن کی رو سے جمعہ ظہر کا قائم مقام ہے۔

اس آیت کا ایک مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو نزول وحی کے ابتدائی دَور میں یہ فکر لاحق رہتی تھی کہ کہیں آپ بھول نہ جائیں اس لیے وحی نازل ہوتے وقت آپ اس کو یاد کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔ اس پر فرمایا گیا کہ آپ فکر نہ کریں آپ کوئی چیز بھولیں گے نہیں الّا یہ کہ اللہ ہی کوئی چیز بُھلانا چاہے۔ اُس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کا کوئی حصّہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھلا دیا تھا بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ قرآن کو یاد رکھنا آپؐ کے اپنے اختیار میں نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی اس کو آپؐ کے حافظہ میں محفوظ رکھے گا۔

شبِ قدر کے لیے رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتیں اسلیے بتائی گئیں ہیں کہ تاریخوں کے اختلاف کے باوجود آدمی شب قدر پانے کی کوشش کر سکے۔

موئے مبارک کے متعلق آج یہ تحقیق کرنا مشکل ہے کہ جن بالوں کو حضورؐ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ واقعی حضورؐ ہی کے ہیں۔

خاکسار
ابوالاعلےٰ

(۱۰۷)

لاہور
۱۱ر فروری ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کے سوالات کا جواب محض آپ کے اطمینان کے لیے دے رہا ہوں۔ اس جواب کو آپ میرے نام سے پیش نہ کریں بلکہ جو دلائل دے رہا ہوں ان کو اپنی طرف سے پیش کریں۔ جس شخص نے نسلی تعصب کی حامی (Pro-Apartheid) پارٹی کی تائید کی ہے اور اسی کی طرف سے حکومت میں ایک پوزیشن قبول کر لی ہے اس کی اخلاقی حیثیت لازماً ان سب لوگوں کی نگاہ میں گر چکی ہے جو نسلی تعصب (Apartheid) کو اصولاً غلط سمجھتے ہیں۔ خود اسلامی نقطۂ نظر سے نسلی تعصب قابلِ نفرت چیز ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ آپ اس شخص سے کوئی مدد قبول کر سکتے ہیں یا نہیں، اس کا جواب اس بات پر موقوف ہے کہ اُس مدد کی نوعیت کیا ہے جو وہ شخص دینا چاہتا ہے۔ اگر اس کی نوعیت ایسی ہو کہ وہ جنوبی افریقہ کے تمام انسانیت پسندوں میں آپ کی بدنامی کا موجب ہو تو آپ اس سے بچیں۔ اور اگر وہ ایسی مدد ہو جو خدا کی راہ میں ہر کافر و مسلم سے قبول کی جا سکتی ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس لیے آپ مجھے بتفصیل یہ بتائیں کہ وہ کس قسم کی مدد دینا چاہتا ہے، یا کس قسم کی مدد آپ اس سے لینے کا خیال رکھتے ہیں۔ اس کے بعد ہی میں کچھ کہہ سکوں گا۔

خاکسار
ابوالاعلےٰ

---

(۱۰۸)

لاہور

۱۹ر فروری ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۴ ذی الحجہ ملا۔ مَیں اگرچہ عدیم الفرصت ہوں لیکن آپ جیسے اہل علم حضرات اگر علمی مسائل میں میرے مشورے کی ضرورت محسوس فرمائیں تو بلا تکلف خدمت کے لیے حاضر ہوں۔

سورۂ نساء کی آیت ۲۵ کو آپ بغور ملاحظہ فرمائیں تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اُس میں شادی شدہ لونڈی کو اس سزا کی نصف سزا دینے کا حکم دیا گیا ہے جو غیر شادی شدہ حرّہ (آزاد عورت) کے لیے از روئے شرع مقرر ہو۔ آیت کا آغاز ہی اِس فقرے سے ہوتا ہے کہ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ۔ اس میں ظاہر ہے کہ مُحْصَنٰت سے مراد شادی شدہ عورتیں نہیں ہیں بلکہ وہ آزاد غیر شادی شدہ عورتیں ہیں جن کو ایک خاندان کا تحفظ حاصل ہونے کی بنا پر مُحْصَنٰت کہا گیا ہے۔ پھر لونڈی کے لیے اس کے بالمقابل فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ فرمایا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جب تک وہ شادی شدہ نہ ہو جائے اس وقت تک وہ اس معنی میں مُحْصَنَہ نہیں ہوتی جس معنی میں ایک خاندانی عورت غیر شادی شدہ ہونے کے باوجود مُحْصَنَہ ہوتی ہے۔ لونڈی کی جب شادی ہو جائے تب اس کے لیے اِذَآ اُحْصِنَّ کے الفاظ استعمال فرمائے گئے ہیں اور اس کے بعد فرمایا گیا ہے کہ اگر وہ شادی کے بعد زنا کی مرتکب ہو تو اُس کو وہ سزا دی جائے جو مُحْصَنَات کی سزا سے نصف ہو۔ اِس سیاق و سباق میں مُحْصَنَات کی

سزا سے مراد اُن محصنات کی سزا ہی ہو سکتا ہے جن کا ذکر آیت کے آغاز میں کیا گیا ہے۔

رہا یہ سوال کہ سورۂ نور کے نزول سے پہلے اِن مُحْصَنات کی سزا کیا تھی؟ اس کا جواب سورۂ نساء ہی کی آیات ۱۵-۱۶ میں مل سکتا ہے۔ اس میں جو سزا تجویز کی گئی تھی اس میں جہاں تک اذیّت دینے کا تعلق ہے، اس کا تو نصف ہو سکتا تھا۔ رہا گھروں میں قید کر دینا تو وہ غالباً لونڈی کے حق میں اس لیے نافذ نہ ہو سکتا تھا کہ وہ ایک دوسرے شخص کی لونڈی ہونے کی بنا پر قید نہیں کی جا سکتی تھی ورنہ اس کے مالک کا حق ساقط ہو جاتا۔ اُس زمانے میں اگر اس قسم کا کوئی مقدمہ حضورؐ کے سامنے پیش ہوا ہوتا تو اس سزا کی تفصیل معلوم ہو سکتی تھی۔

امید ہے کہ مزاجِ گرامی بخیر ہو گا۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۰۹)

لاہور

۲۳ر فروری ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ آپ کا معاملہ باپ اور بیٹے کا معاملہ ہے۔ اس میں جو مشورہ میں آپ کو دے سکتا ہوں وہ یہی ہے کہ باپ کی طرف سے خواہ زیادتی ہی ہو، مگر بیٹے کو ہمیشہ باپ کے سامنے جھکنا چاہیے اور اپنا قصور نہ ہوتے ہوئے بھی باپ سے معافی مانگنی چاہیے۔ آپ اپنے والد کے پاس جائیں اور جاتے رہیں۔ وہ کوئی سخت بات

بھی کہیں تو اسے برداشت کریں اور انہیں راضی رکھنے کی کوشش کریں۔ اسی میں آپ کی سعادت ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۱۰)

لاہور

۲۴ر فروری ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

چودھری غلام محمد صاحب کی وفات پر آپ کا تعزیت نامہ ملا اور دل کے زخم کچھ اور زیادہ ہرے ہو گئے۔ رفقار کا ایک بڑا گروہ تو تقسیم ہند کے بعد جیتے جی ہی ہم سے جدا ہو چکا ہے جس کا غم کسی طرح بھلائے نہیں بھولتا۔ اب ایک نہایت مخلص و سرگرم رفیق دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں جن کی خالی کی ہوئی جگہ کو یہاں کوئی بھرتا نظر نہیں آتا۔ ہم بے بس بندوں کے لیے اس کے سوا چارہ ہی کیا ہے کہ مشیت الٰہی کے آگے سر جھکا دیں اور جو کچھ بھی پیش آئے اسے صبر کے ساتھ قبول کریں۔ یہاں کے سب رفقار کی طرف سے آپ اور وہاں کے دوسرے رفقار سلام قبول فرمائیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۱۱)

لاہور

۲۴ر فروری ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ ملا۔ جماعت کا جو منشور مجلس شوریٰ نے باقاعدہ پاس کیا ہوا اور پھر اسے

شائع بھی کیا جا چکا ہو اُس میں ردوبدل کا آخر میں کیسے مجاز ہو سکتا ہوں؟ اور اگر لوگوں کے دباؤ میں آکر اس طرح منشور میں ردوبدل کیا جانے لگے تو جماعت کا وقار کیا باقی رہ جائے گا؟ آپ معترضین سے کہیے کہ براہِ کرم وہ خود کوئی ایسا فقرہ تجویز فرما دیں جسے منشور میں رکھ کر اس تجویز کو اسمبلی میں منظور کرایا اور دستور میں شامل کرایا جا سکتا ہو[1]۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کی مولویانہ باتیں ہر جگہ چل سکتی ہیں۔ لیکن اسمبلی میں جہاں لادینی نظریات رکھنے والے لوگ بھی بڑی تعداد میں آئیں گے کسی بات کا تسلیم کرانا کھیل نہیں ہے۔

تحدید ملکیت کے مسئلے میں مفتی سیاح الدین صاحب نے ایک مفصّل مضمون لکھا ہے جسے معاشی کمیٹی کی رپورٹ کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے اس سے انشاء اللہ مسئلے کی شرعی نوعیت واضح ہو جائے گی۔ عمر فاروق کی طرف سے سلام قبول فرمائیں۔ ڈاکٹر احمد فاروق واپس امریکہ جا چکے ہیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۱۲)

لاہور

۲۶ر فروری ۱۹۶۰ء

محترمی و مکرمی،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ کنیڈا میں نہ صرف خود دین سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں بلکہ خدا کے گمراہ بندوں کو بھی راہ راست پر لانے کے لیے کوشاں

---

[1] منشور کی اصل عبارت یہ ہے: "جو لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کو نبی مانتے ہوں اور اس کی نبوت پر ایمان نہ لانے والوں کو کافر قرار دیتے ہوں انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، کیونکہ ان کو مسلمان تسلیم کرنے کے معنی یہ ہیں کہ پاکستان کے مسلمان غیر مسلم اکثریت ہیں"

ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر عطا فرمائے۔

جن یہودی اور کیتھولک اصحاب کو آپ میری کتابیں پڑھنے کے لیے دے رہے ہیں انہیں رسالہ دینیات کا انگریزی ترجمہ بھی ضرور دیجیے۔ اس سے ان کو دین کے سمجھنے میں زیادہ مدد ملے گی۔ اس کے علاوہ ان کو "Islamic Way of Life" اور "The Prophet of Islam" اور خورشید صاحب کی "The Religion of Islam" بھی انہیں دیں۔ تفہیم القرآن کا جتنا حصہ انگریزی میں شائع ہو چکا ہے وہ بھی ان کے لیے مفید ہوگا۔ اس کے علاوہ آپ مولانا عبدالماجد دریابادی کا انگریزی ترجمہ بھی انہیں دے سکتے ہیں۔

جس عورت کا آپ نے ذکر کیا ہے اس کی یہ بات اپنی جگہ ضرور وزن رکھتی ہے کہ ایک جوان آدمی کا غیر شادی شدہ رہنا مناسب نہیں ہے۔ لیکن کسی کے شادی شدہ ہونے یا نہ ہونے یا اس کی آنکھ میں کوئی خرابی ہونے کا کوئی تعلق حق اور باطل سے نہیں ہے۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۱۱۳)

لاہور
۸ر مارچ ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ مجھے معلوم نہیں آپ نے میری کون کون سی کتابیں پڑھی ہیں۔ کیا آپ نے میری کتاب اسلام اور جدید معاشی نظریات اور میری نئی کتاب معاشیات اسلام کا مطالعہ کیا ہے؟ اگر نہیں کیا تو براہِ کرم آپ اب ان کو پڑھ لیں۔ ان میں آپ کو اپنے بیشتر

سوالات کا جواب مل جائے گا۔ خط و کتابت میں ان سوالات کے مختصر جواب ہی دیئے جا سکتے ہیں ان سے آپ کی تسلی نہ ہو سکے گی۔

آپ نے میری کتاب سیاسی کشمکش حصہ سوم کے بارے میں جو سوال پوچھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اصل کتاب خود نہیں دیکھی ہے بلکہ اُس کے اقتباسات میرے مخالفین کی تحریروں میں دیکھ کر یہ سوال کر ڈالے ہیں۔ اگر آپ پوری کتاب کو پڑھتے تو یہ سوالات آپ کے ذہن میں پیدا نہ ہوتے اور آپ کو محسوس ہوتا کہ پاکستان بننے کے بعد جو خرابیاں یہاں رونما ہوئی ہیں مَیں نے پہلے ہی ان کی نشان دہی کر دی تھی۔

قائدِ اعظم نے اسلامی سوشلزم کا لفظ ایک دو مرتبہ استعمال ضرور کیا تھا مگر ان کے ذہن میں اس کا مفہوم وہ نہ تھا جو آج اس کو دیا جا رہا ہے۔ ان کی تقریروں اور تحریروں کو بحیثیت مجموعی دیکھنا چاہیے نہ کہ ایک لفظ کو پکڑ لینا چاہیے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۱۴)

لاہور

۱۲ر مارچ ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ بیمے کے پورے نظام کو بینکنگ کی طرح ہم سب سے پہلے اسلامی اصولوں کے مطابق تبدیل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم اپنی تجاویز اپنی متعدد مطبوعات میں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں۔ میری کتاب معاشیاتِ اسلام، ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کی کتاب غیر سودی بنکاری، ان کی دوسری کتاب شرکت و مضاربت

کے اسلامی اصول، اور ڈاکٹر مصلح الدین کی انگریزی کتاب انشورنس اینڈ اسلامک لا، اس معاملہ میں ہمارے نقطۂ نظر کی توضیح کے لیے کافی ہیں۔ ہمارے نزدیک اسلام کے مطابق بیمہ کے نظام میں بنیادی اصلاحات کیے بغیر یہ کاروبار خواہ نجی ہاتھوں میں رہے، یا قومی ملکیت میں لے لیا جائے، بہرحال یکساں قابلِ اعتراض ہے۔

جہاں تک صنعت و تجارت کو قومی ملکیت میں لینے کا تعلق ہے، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس کو معاشی اصلاح کا تیر بہدف نسخہ سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ اگر کسی خاص صنعت یا کاروبار کو قومی ملکیت میں لینا یا چلانا ضروری ہو اور وہ نجی ہاتھوں میں نہ چل سکتی ہو یا نجی ہاتھوں میں اس کا رہنا نقصان دہ ہو تو قومی اسمبلی میں اس کی ضرورت اور نفع نقصان کے سارے پہلوؤں کا جائزہ لے کر اسے قومی ملکیت میں لینے کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ جو کاروبار بھی قومی ملکیت میں لیا جائے گا وہ لامحالہ بیوروکریسی کے زیرِ انتظام ہی چلے گا اور بیوروکریسی کا انتظام اپنے اندر خرابی کے بہت سے پہلو رکھتا ہے جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ عام اصول یہی ہونا چاہیے کہ کاروبار نجی ہاتھوں میں رہیں اور قوانین اور سرکاری نگرانی کے ذریعہ سے ان کی قباحتوں کو دور کرنے کا انتظام کیا جائے تاکہ کوئی مخصوص گروہ ناجائز فائدے اٹھا کر اور ناروا طریقے اختیار کر کے اجتماعی مفاد کو نقصان نہ پہنچا سکے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۱۱۵)

لاہور

۱۲/ مارچ ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۰ ذی الحجہ ملا۔ جب ایک لفظ ایک ہی آیت میں دو تین مرتبہ استعمال ہوا ہے تو اس کا وہی مفہوم لینا زیادہ صحیح ہے جو اُس آیت میں مراد ہو۔ کسی دوسری آیت میں اگر وہ ایک دوسرے مفہوم میں استعمال ہوا ہو تو اسے یہاں لے آنا مناسب نہیں ہے۔ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ میں صریح طور پر مُحْصَنَات سے مراد وہ عورتیں ہیں جو شادی شدہ ہوں۔ لیکن آیت وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ میں مُحْصَنَات سے مراد صریحاً غیر شادی شدہ حُرّہ عورتیں ہیں اور اس آیت کے سیاق و سباق میں اس لفظ کے یہی معنی مراد لیے جائیں گے۔

یہ آیت دراصل یہ قاعدہ طے کرتی ہے کہ لونڈی کو زنا کی سزا بہرحال اُس سزا کی نصف دی جائے گی جو شریعت میں غیر شادی شدہ حُرّہ کی سزا ہو۔ اگر سورۂ نور سے پہلے کسی لونڈی کی زناکاری کا مقدمہ پیش آیا ہوتا تو معلوم ہو جاتا کہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قاعدے پر عمل کی کیا صورت اختیار فرمائی۔ لیکن میرے علم میں اُس وقت ایسا کوئی مقدمہ پیش نہیں آیا تھا۔ اس صورت میں ہمیں لامحالہ سورۂ نساء کی آیات وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ ..... اور وَاللَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا ..... کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ ان میں سے پہلی آیت ایسی عورتوں کے لیے امساک فی البیوت (گھروں میں بند کر دینے) کا حکم دیتی ہے۔ اس پر عمل درآمد اسی صورت میں ہو سکتا تھا جب کہ لونڈی کا مالک بھی اپنے

حقِ استخدام سے دست بردار ہو کر لونڈی کو یہ سزا دینے کے لیے تیار ہو۔ رہی دوسری آیت ۶، تو میرے خیال میں وہ عملِ قوم لوط کی سزا نہیں ہے بلکہ اس میں زنا کرنے والے مرد و عورت دونوں کو مارنے پیٹنے کا حکم ہے، کیونکہ پہلی آیت صرف عورت کی سزا بیان کرتی ہے۔ ابنِ عباسؓ، سعید بن جبیرؒ، عکرمہ، عطاء، حسن بصری اور عبداللہ بن کثیر نے بھی اسے زانی مرد و عورت کی سزا بتایا ہے جہاں تک مجھے معلوم ہے صرف مجاہد نے اسے عملِ قوم لوط کے فاعل و مفعول کی سزا قرار دیا ہے مگر فقہاء نے بالعموم اُن کی اس رائے کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ محض لفظ وَالَّذٰنِ اِس بات کے لیے کافی نہیں ہے کہ اُسے دو مردوں کے بارے میں سمجھا جائے، کیونکہ جب مردوں اور عورتوں کا ذکر ایک ساتھ کیا جاتا ہے تو مذکر ہی کے صیغے استعمال کیے جاتے ہیں۔

سُنَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ کا جو ذکر آیت ۲۶ میں کیا گیا ہے اس کا تعلق میرے نزدیک صرف آیت ۲۵ سے نہیں ہے، بلکہ سورۂ نساء کے آغاز سے آیت ۲۵ تک جو ہدایات مسلسل دی گئی ہیں اُن کے بعد اہلِ عرب کو خطاب کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ جاہلیت کے جن طریقوں اور رسوم پر تم اب سے پہلے چلتے رہے ہو اُن کے بجائے اللہ تعالیٰ تمہیں شرائعِ الٰہیہ کی وہ ہدایات دے رہا ہے جو تم سے پہلے گزری ہوئی امتوں کو انبیاء علیہم السّلام کے ذریعہ سے دی جاتی رہی ہیں۔

مجھے امید ہے کہ میری ان تشریحات کو آپ قابلِ تشفی پائیں گے۔ مَیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ دین کی جو عظیم خدمات آپ انجام دے رہے ہیں ان میں اس کی توفیق آپ کے شاملِ حال ہو۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ۔

(۱۱۶)

لاہور

۱۶ر مارچ ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ میری طرف سے ڈاکٹر صاحب کو سلام کہیں اور ان سے کہہ دیں کہ آپ نے جب شریعت کے ایک حکم کی پیروی سمجھ کر ڈاڑھی رکھی ہے تو بیوی کے مطالبہ پر آپ کو اسے نہ مونڈنا چاہیے۔ ایک مرتبہ قطعی طور پر ان سے صاف صاف کہہ دیجیے کہ خدا اور رسول کے حکم کے خلاف مطالبہ کرنے کا انہیں کوئی حق نہیں ہے اور ان کا یہ مطالبہ ہرگز پورا نہیں کیا جائے گا۔ اگر وہ بھوک ہڑتال کر کے جان دیں گی تو دُہرا گناہ کریں گی۔ ایک خودکشی کا گناہ اور دوسرا شریعت کے خلاف ایک بے جا مطالبہ کی خاطر جان دینے کا گناہ۔ یہ دُہرا گناہ وہ کرنا چاہیں تو کریں، مگر اس بات کی ہرگز امید نہ رکھیں کہ ان کے کہنے پر ڈاڑھی مونڈ دی جائے گی۔ خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۱۷)

لاہور

۱۷ر مارچ ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ اس زمانے کے مُلّا جو ماڈرن لیجسلیٹو (جدید قانون ساز) بننے کی کوشش کر رہے ہیں وہ دراصل وہ لوگ ہیں جو اپنے خیالات اور نظریات تو دورِ

جدید کے غیر اسلامی فلسفوں اور قوانین سے اخذ کرتے ہیں اور پھر اسلام کو جانے اور سمجھے بغیر اُن کو اسلام کے نام سے رائج کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اُن میں سے اکثر لوگوں نے اپنی زندگی کا جتنا وقت غیر اسلامی فلسفوں اور قوانین کا علم حاصل کرنے میں صَرف کیا ہے اس کا ہزارواں حصّہ بھی اسلام کے مطالعہ میں صرف نہیں کیا ہے۔ بلکہ بہت سے لوگ تو قرآن وحدیث کو براہ راست ان کی اصل زبان میں پڑھ بھی نہیں سکتے۔ اس کے برعکس اسلام کا علم رکھنے والوں کے لیے اہلِ مغرب نے مُلّا کی جو گالی تصنیف کی تھی وہی گالی یہ حضرات بھی ان کو دیتے ہیں۔ حالانکہ مسلمان اگر دنیا میں مسلمان ہونے کی حیثیت سے زندگی بسر کرنا چاہیں تو ان کے لیے صحیح قانون سازی (Legislation) قرآن اور حدیث اور فقہ اور تاریخِ فقہ میں گہری بصیرت کے بغیر ممکن نہ ہوگی۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۱۸)

لاہور

۲۴ مارچ ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ ہم نے منشور میں دراصل زمین کی حد بندی نہیں کی ہے بلکہ معاملہ کی نوعیت دوسری ہے۔ مغربی پاکستان میں جن لوگوں کے پاس بڑی بڑی زرعی املاک ہیں ان کی اتنی بڑی ملکیتوں کے مختلف اسباب ہیں جن میں سے اکثر اسباب خلاف شریعت ہیں۔ مثلاً مدت ہائے دراز سے شرعی قانون میراث کا جاری نہ ہونا، غریب اور کمزور لوگوں کی املاک

پر ناجائز قبضے کرنا وغیرہ۔ اب اُن میں سے ہر ملکیت کی تحقیق مشکل ہے، لیکن ہم کسی ثبوت کے بغیر کسی ملکیت یا اس کے کسی حصّے کو ناجائز بھی نہیں کہہ سکتے۔ اس لیے ہم نے یہ طے کیا کہ ایک خاص حد سے زائد ملکیت جن لوگوں کے پاس ہو ان سے وہ زائد حصّہ اُس قیمت پر خرید لیا جائے جو علاقے کی دوسری ایسی ہی زمینوں کی قیمت ہو، اور اسے غیر مالک کاشتکاروں، یا گزارے سے کم زمین رکھنے والوں کے ہاتھ آسان اقساط پر فروخت کر دیا جائے۔ یہ کوئی مستقل حد بندی نہ ہو گی، کیونکہ شرعی قوانین جاری ہو جانے کے بعد جو شخص بھی کوئی زمین حاصل کرے گا وہ جائز ذرائع سے کرے گا اور اس پر شرعی احکام جاری ہوتے رہیں گے۔ ہماری اس تجویز پر حد سے حد یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ لوگ اس صورت میں زمین بیچنے پر مجبور تو کیے جائیں گے۔ لیکن یہ اعتراض بھی صحیح نہیں ہے۔ اجتماعی مصلحتوں کے لیے لوگوں کی املاک منصفانہ قیمت پر زبردستی خرید نا حکومت کے لیے ناجائز نہیں ہے۔ اگر کوئی سڑک یا نہر یا ریلوے لائن نکالنے کی ضرورت پیش آئے تو کیا حکومت کو یہ حق نہیں ہے کہ راستے میں جو زمینیں واقع ہوں انہیں حکماً خرید لے؟

اس وقت معاشی جو پیچیدگیاں ہمارے ملک میں پائی جاتی ہیں ان سب کا حل صرف زکوٰۃ کی تحصیل و تقسیم سے نہیں ہو سکتا۔ ان کے لیے دوسری تدابیر بھی ناگزیر ہیں جو ہم نے اپنے منشور کے معاشی پروگرام میں بیان کی ہیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۱۱۹)

لاہور

۲۴ مارچ ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ حضرات نے جس دردمندی کے ساتھ علماء کے اختلافات پر تشویش کا اظہار فرمایا ہے اس کی میں تہ دل سے قدر کرتا ہوں، اور اس صورت حال پر مجھے بھی سخت تشویش ہے۔ لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ اس کا علاج کرنے کے لیے مجھ سے زیادہ غیر موزوں کوئی شخص نہیں ہے۔ آپ خود ہی دیکھ سکتے ہیں کہ سب سے زیادہ جو شخص سب و شتم اور تہمتوں اور الزامات کا ہدف بنایا جا رہا ہے وہ میں ہوں۔ میں زیادہ سے زیادہ جو کچھ کر سکتا تھا وہ یہی تھا کہ اپنے مخالفین کی ہر طرح کی دشنام طرازیاں اور الزام تراشیاں سنوں اور جواب میں کچھ نہ کہوں۔ مگر برسوں صبر اور خاموشی کی روش اختیار کیے رکھنے کے باوجود آج بھی مجھ پر تبرا کا سلسلہ جاری ہے۔ اب میں ان حضرات کو جمع کرنے کی خدمت کیسے انجام دے سکتا ہوں؟

خاکسار ابوالاعلیٰ

(۱۲۰)

لاہور

۲۴ مارچ ۱۹۷۰ء

محترم بہن، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۵ مارچ ملا۔ پیر صاحب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے

اکہ انہوں نے اس نازک موقع پر اپنے مریدوں کو جماعت کا ساتھ دینے کی ہدایت فرمائی ہے۔ مجھے آپ کا یہ خیال معلوم کر کے دلی خوشی ہوئی کہ آپ جماعت کے ساتھ تعاون کرنا چاہتی ہیں۔ جب آپ کا لاہور آنا ہو تو یہاں کام کریں، اور جب تک ڈیرہ نواب میں آپ کا قیام رہے اس وقت تک وہاں عورتوں میں زبانی تبلیغ بھی کرتی رہیں اور پڑھی لکھی عورتوں کو ہمارا لٹریچر بھی پڑھواتی رہیں۔ عورتوں کے لیے جو لٹریچر ہم شائع کرتے ہیں وہ آپ کو دفتر رسالہ بتول، اچھرہ، لاہور سے مل سکتا ہے۔ وہی ادارہ عورتوں اور بچوں کے لیے چھوٹی چھوٹی کتابیں شائع کر رہا ہے۔

آپ نے ۱۹۴۷ء کے جس واقعہ کا ذکر کیا ہے وہ مجھے بھی یاد نہیں آتا اور اپنی اہلیہ سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ انہیں بھی یاد نہیں ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ شاید آپ کو اس معاملہ میں کچھ غلط فہمی ہوئی ہے۔ دراصل ۱۹۴۷ء میں ہم لوگ خود اپنا سب کچھ مشرقی پنجاب میں چھوڑ کر اس حال میں یہاں آئے تھے کہ بستر تک ہمارے پاس نہ تھے۔ جماعت اسلامی بھی اُس وقت شدید مالی مشکلات میں مبتلا تھی اور اُس کا بھی سب کچھ مشرقی پنجاب میں رہ گیا تھا۔ اُس وقت ہمیں نئے سرے سے پاکستان میں کام شروع کرنا پڑ رہا تھا۔ ممکن ہے کہ اُس زمانے میں اُن معذور خاتون کی حالت سے متاثر ہو کر میں نے مدد پر آمادگی ظاہر کی ہو اور میری اہلیہ نے اشارہ کیا ہو کہ اِس وقت ہم اِس حالت میں کہاں ہیں کہ کوئی مدد کر سکیں۔ مگر آپ کو کسی نے اِس غلط فہمی میں ڈال دیا کہ میری اہلیہ نے آپ کے متعلق بدگمانی کی تھی۔ بہرحال اس واقعہ کی وجہ سے آپ کو کوئی شکایت پیدا ہوئی ہے تو میری طرف سے بھی اور میری اہلیہ کی طرف سے بھی معذرت قبول فرمائیں۔ خاکسار ابوالاعلیٰ

(۱۲۱)

لاہور

۱۱ر اپریل ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ تفہیم القرآن پر جو لغوی تعلیقات تیار کرنا چاہتے ہیں ان کا تھوڑا سا نمونہ تیار کر کے مجھے بھیجیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی بتائیں کہ اس کو کس شکل میں شائع کرنا آپ کے پیش نظر ہے۔ مَیں نے تفہیم القرآن میں لغت اور گرامر کی بحثیں قصداً بہت ہی کم کی ہیں اور بالعموم ان کو نظر انداز کیا ہے، کیونکہ جس طبقے کے لیے مَیں یہ تفسیر لکھ رہا ہوں اس کے لیے نہ ان بحثوں کی ضرورت ہے، نہ وہ ان کو سمجھ سکتے ہیں۔ آپ یہ تعلیقات اگر تھوڑی سی نمونہ کے طور پر تیار کر کے مجھے بھیجیں گے تو میں اندازہ کر لوں گا کہ یہ کس حد تک مفید ثابت ہوں گی۔ پھر انشاء اللہ اس کی اشاعت کا انتظام دار الفکر سے ہو سکے گا۔

خاکسار

ابو الاعلیٰ

(۱۲۲)

لاہور

۱۳ر اپریل ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے قرآن مجید اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس مسئلے کے متعلق کوئی حکم نفی یا اثبات کی شکل میں نہیں دیا گیا ہے کہ

عورت کو مقدمہ عدالت میں لانے سے پہلے کا نفقہ دلوایا جائے گا یا نہیں۔ اس لیے لامحالہ اس مسئلے کا فیصلہ اسلام کے عام اصولوں اور عقل عام کی بنا پر اجتہاد کے طریقے سے ہی کیا جائے گا۔ نفقہ کے متعلق شریعت میں ایک اصولی بات تو طے کر دی گئی ہے کہ عورت کا نفقہ اس کے شوہر کے ذمہ ہے، لیکن کوئی خاص مقدارِ نفقہ مقرر نہیں کی گئی ہے بلکہ یہ قاعدہ بیان کر دیا گیا ہے کہ ہر شخص اپنی وسعت و استطاعت کے مطابق نفقہ دے۔ اب یہ بات کہ مقدمہ دائر ہونے کے بعد عدالت عورت کو کتنا نفقہ دلوائے، اس کو طے کرنے کے لیے عدالت یہ دیکھے گی کہ اِس وقت شوہر کی استطاعت کیا ہے اور عورت کی ضروریات کم سے کم کتنے نفقہ میں پوری ہو سکتی ہیں، اور دونوں پہلوؤں کو دیکھتے ہوئے عدالت حکم دے گی کہ مرد اس قدر نفقہ ادا کرے۔ لیکن سابقہ نفقہ کو اس کے ذمے واجب قرار دینے کے لیے اس کی مقدار کا تعین آخر کس طرح ہوگا، خصوصاً جب کہ کسی طویل مدت تک عورت نے عدالت سے رجوع نہ کیا ہو؟ اگر پہلے کسی ثالثی فیصلے، یا کسی عدالتی فیصلے، یا عورت اور مرد کے درمیان کسی ثابت شدہ معاہدے کی رو سے ایک مقدار نفقہ متعین ہو چکی ہو تو بلاشبہ اس کے مطابق اس پوری مدت کا نفقہ عورت کو دلوایا جائے گا جس میں مرد نے کوئی نفقہ نہیں دیا ہے، یا معیّنہ مقدار سے کم دیا ہے۔ لیکن اگر ایسی کوئی مقدار پہلے کی طے شدہ نہ ہو تو سابقہ ادوار کے بارے میں یہ فیصلہ کیسے کیا جائے گا کہ شوہر کی مالی حالت مختلف زمانوں میں کیا رہی ہے اور قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کے لحاظ سے ان مختلف زمانوں میں عورت کی ناگزیر ضروریات کے لیے کتنی رقم کافی ہو سکتی تھی؟ اس صورت میں صرف یہی کیا جا سکتا ہے کہ اگر شوہر کی زیادتی ثابت ہو تو آئندہ کے لیے اس پر ایک مقدار نفقہ واجب کرنے کے ساتھ سابقہ ادوار

کے لیے عدالت کوئی مناسب رقم یک مشت بطور ہرجانہ لازم کر دے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۲۳)

لاہور

۱۳ر اپریل ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کے دو عنایت نامے مورخہ ۹ر محرم و ۲۳ر محرم ۱۳۹۰ھ وصول ہوئے۔ پچھلے دنوں مسلسل مصروفیت کے باعث جلدی جواب نہ دے سکا۔

مجھے اب یاد نہیں آتا کہ میری کتاب کے فرانسیسی ترجمہ میں والقدرِ خیرہ وشرّہ کے مضمون کا اضافہ کرنے کے لیے آپ کی جو تجویز لندن کے دوستوں نے مجھے بھیجی تھی اس پر مَیں نے کیا کیا۔ میرے پاس اس سلسلہ میں کوئی یادداشت بھی موجود نہیں ہے۔ میں لندن کے احباب سے پوچھوں گا۔ اگر کوئی اضافہ کر کے مَیں نے بھیج دیا ہو تو خیر، ورنہ اب کوشش کروں گا کہ وہ اضافہ اس میں درج کر دیا جائے۔

یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ تفسیر بقاعی کہیں چھپ گئی ہے۔ میں بھی دریافت کروں گا کہ کہاں چھپی ہے۔ اگر آپ کو کہیں سے اس کی اطلاع مل جائے تو نوازش فرمائیں تاکہ اسے منگوایا جا سکے۔ خدا کرے کہ اس کی ساتوں جلدیں چھپ گئی ہوں۔ آپ نے اس کے جو اقتباسات نقل کیے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابن تیمیہ اور ابن حزم کی طرح البقاعی بھی یہود و نصاریٰ کی کتابوں پر وسیع نظر رکھتے تھے۔

میرا خیال ہے کہ تورات میں بھی پہلی مرتبہ ہی انسانی زندگی کے متعلق مفصل احکام نہیں دیئے گئے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ابتدار سے انسان کو انبیار علیہم السّلام کے ذریعہ سے مہذب قوانینِ حیات کی تعلیم دی ہے اور خود تورات بھی پچھلے صُحُفِ انبیار کی تعلیمات کی ایک طرح سے مُہَیْمِن ہی ہے۔ اس لیے مَیں سُنَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ سے مراد محض احکام توراۃ ہی نہیں لیتا بلکہ وہ سب تعلیمات مراد لیتا ہوں جو ہمیشہ سے انبیار کے ذریعہ نوع انسانی کو دی جاتی رہی ہیں اور یہ سُنَن اُن طریقوں کے بالمقابل ہیں جو اہلِ جاہلیت میں رائج رہے ہیں۔ قرآن کے اس ارشاد کا منشار یہ ہے کہ ہم جاہلیت کے طریقوں کے بجائے زندگی کے اُن مہذب طریقوں کی طرف تمہاری رہنمائی کر رہے ہیں جو ہم نے ہر زمانہ میں انبیار کو اور ان کی پیرو امتوں کو سکھائے ہیں۔ دو مقامات پر قرآن میں صُحُفِ موسیٰ سے پہلے صُحُفِ ابراہیم کی طرف اشارہ بھی کیا گیا ہے۔

خاکسار

ابوالاعلےٰ

(۱۲۴)

لاہور

۱۳ر اپریل ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ اہلیہ کی بیماری اور پھر چوہدری غلام محمد صاحب مرحوم کے انتقال سے آپ کی طبیعت پر جو اثر پڑا ہے، اگرچہ وہ اِن حالات کا فطری نتیجہ ہے، لیکن ایسے حالات میں دو ہی چیزیں انسان کو اطمینانِ قلب بخش سکتی ہیں۔ ایک اللہ کا ذکر۔

دوسرے اللہ کی مشیت پر اعتماد۔ یہ یقین دل میں مستحکم کر لیجیے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے آگے سر جھکا دینا اور جو کچھ اس کی طرف سے آئے اسے برحق سمجھنا ایک مومن کے عین ایمان کا تقاضا ہے۔

میں بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا اور آپ خود بھی دعا کرتے رہیں کہ آپ کو سکون قلب کی نعمت سے نوازا جائے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۲۵)

لاہور

۱۶ر اپریل ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ اطمینان سے خدا کی راہ میں کام کرتے رہیں اور اسی سے مدد اور اجر کے امیدوار رہیں۔ اسلامی شریعت اور قانون، دونوں کی رو سے باپ اپنی اولاد میں سے کسی کو وراثت سے محروم نہیں کر سکتا۔ عوام میں عاق کر کے کسی کو وراثت سے محروم کرنے کا جو خیال پایا جاتا ہے اس کی شرعاً کوئی اصلیت نہیں ہے۔ ایک آدمی کے مرنے کے بعد اس کا ترکہ شریعت کے مطابق تمام موجود وارثوں کو ملے گا۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۱۲۶)

لاہور

۱۹ر اپریل ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ ہمارے منشور میں درحقیقت تحدید ملکیت نہیں کی گئی ہے، بلکہ یہ تجویز کیا گیا ہے کہ سابق زمانے کی بڑی بڑی املاک کے معاملہ میں چونکہ اب فرداً فرداً یہ تحقیق کرنا ممکن نہیں ہے کہ کون سی ملکیت جائز طریقے سے حاصل ہوئی ہے اور کون سی ناجائز طریقہ سے، اور چونکہ ایک مدت دراز تک غیر اسلامی قوانین اور رواجات ملک میں نافذ رہے ہیں جن کی وجہ سے بکثرت املاک کی شرعی حیثیت مشتبہ ہو چکی ہے، اس لیے ایک خاص حد تک زمین اس کے مالکوں کے پاس چھوڑ کر باقی اراضی کو منصفانہ شرح پر خرید لیا جائے گا اور غیر مالک کاشتکاروں یا گزارے سے کم زمین کے مالکوں کے ہاتھ آسان اقساط پر فروخت کر دیا جائے گا۔ یہ انتظام مکمل ہو جانے کے بعد لوگوں کو آزادی ہو گی کہ جو شخص جتنی زمین چاہے خریدے کیونکہ آئندہ شرعی قانون ملک میں نافذ ہوں گے جن کے باعث کسی ملکیت کے ناجائز ہونے کا امکان نہ رہے گا۔

اس تجویز کے مطابق منصفانہ معاوضہ دینے کی تو حکومت پابند ہو گی، لیکن لوگوں کو لازماً زمین فروخت ضرور کرنی ہو گی اور یہ لزوم شرعاً ممنوع نہیں ہے۔ اگر حکومت کو کوئی ریل، نہر یا سڑک مفادِ عامہ کے لیے نکالنی ہو تو جن زمینوں سے وہ گزرے ان کو قیمتاً ضرور خرید جائے گا، لیکن مالکوں کو زمین لازماً بیچنی ہو گی۔ یہ چیز شرعاً بالکل جائز ہے۔

خاکسار ابوالاعلیٰ

---

(۱۲۷)

لاہور

۲ر مئی ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ تفہیم القرآن کے متعلق آپ نے جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے ان کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ دراصل مَیں نے جب یہ کام شروع کیا تھا اس وقت میرا ارادہ مختصر حواشی لکھنے کا تھا تاکہ کتاب زیادہ ضخیم نہ ہو۔ لیکن جوں جوں کام کرتا چلا گیا حواشی زیادہ مفصل ہوتے چلے گئے۔ اب مَیں خود بھی محسوس کرتا ہوں کہ پہلی جلد بعد کی جلدوں سے مناسبت نہیں رکھتی۔ لیکن آگے کا کام پیچھے پلٹ کر دیکھنے کی مہلت نہیں دیتا۔ اگر کتاب کی تکمیل کے بعد اللہ نے زندگی اور طاقت بخشی تو کوشش کروں گا کہ پہلی جلد پر نظر ثانی کر کے تشنگی دور کر دوں۔

خاکسار

ابو الاعلیٰ

(۱۲۸)

لاہور

۵ر مئی ۱۹۷۰ء

برادرم..... صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ دراصل دو چیزوں کو خلط ملط کر رہے ہیں۔ بعض مقامات پر اللہ تعالیٰ نے ایک مفہوم کو بطور محاورہ استعمال فرمایا ہے، اور وہاں اس کے

لُغوی معنی لینا درست نہیں ہے۔ مثلاً ہاتھ کا لفظ، کہ وہ تمام انسانی زبانوں کی طرح عربی زبان میں بھی قدرت اور طاقت کے لیے بطور محاورہ استعمال ہوتا ہے۔ لیکن بعض مقامات پر کچھ الفاظ ایسے استعمال فرمائے ہیں جو محاورہ میں مستعمل نہیں ہوتے، جیسے قَرض یا نُصرت۔ اس طرح کے مواقع پر یہ خیال کرنا کہ معاذ اللہ الفاظ کے استعمال میں اللہ تعالیٰ سے بے احتیاطی ہو گئی ہے اور ہم کو ترجمہ و تفسیر میں اس کی تلافی کرنی چاہیے، اُس سے زیادہ وحشتناک ہے جتنا آپ کو انصار اللہ کا ترجمہ "اللہ کے مددگار" کرنا وحشتناک محسوس ہوتا ہے۔ اِس معاملہ میں حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں سے قرض لینے، اور بندوں کو اپنا مددگار کہنے کے الفاظ کیوں استعمال فرمائے ہیں۔ آپ کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ میرے ذہن پر اقامتِ دین کی اہمیت کا غلبہ ہو گیا ہے، اس لیے میں انصار اللہ کا مطلب اللہ کے مددگار لیتا ہوں۔ دراصل یہ مطلب اقامت دین کی اہمیت پر مبنی نہیں ہے بلکہ اِس کی بنا وہ آزادی ہے جو اللہ تعالیٰ نے کفر و ایمان اور طاعت و معصیت کے معاملہ میں انسان کو عطا فرمائی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمام انسانوں کو اُسی طرح مطیع اور مسلم پیدا کر دیتا جس طرح اُس نے دوسری مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔ لیکن اس نے انسان کو ایمان لانے یا نہ لانے اور اطاعت کرنے یا نافرمان بن جانے کے معاملہ میں آزادی عطا کی، اور اِسی میں اُس کا امتحان رکھ دیا اور اِسی چیز پر جزا و سزا کا مدار رکھا۔ یہ آزادی عطا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ جبراً کسی کو ہدایت نہیں دیتا، اور نہ جبراً کسی کو کفر و معصیت سے روکتا ہے۔ بلکہ کتابوں اور انبیاء کے ذریعوں سے لوگوں کو سمجھاتا ہے کہ وہ اپنی آزادی کو غلط استعمال نہ کریں۔ اور خود اپنی مرضی

سے ایمان و اطاعت کا راستہ اختیار کریں۔ اس سمجھانے کے کام میں جو اہلِ ایمان اللہ تعالیٰ کا ساتھ دیں ان کو اللہ تعالیٰ اپنے انصار قرار دیتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جو مال انسانوں کو دیا ہے، اُس کے معاملہ میں اُس کو یہ اختیار دے دیا ہے کہ چاہے تو وہ اُسے اپنا مال سمجھ بیٹھے اور اسے کسی نیک کام میں خرچ نہ کرے۔ اللہ کی طرف سے کوئی جبر اس پر نہیں ہے، بلکہ یہ بات اس کی مرضی پر چھوڑ دی گئی ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہے تو اُس کی راہ میں خرچ کرے اور شیطان کی راہ میں چاہے تو اس کی راہ میں خرچ کرتا رہے۔ اِسی آزادی کی وجہ سے جو شخص خود اپنی مرضی سے اللہ کی راہ میں مال دے اور اس کے بدلے میں آخرت کے اجر کا وعدہ بخوشی قبول کرلے اس کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وہ اللہ کو قرضِ حَسَن دیتا ہے۔ اس حقیقت کو آدمی سمجھ لے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ نُصرت اور قَرض کے الفاظ سراسر حقیقتِ نفس الامری کے لحاظ سے استعمال فرمائے گئے ہیں۔ ان میں معاذ اللہ کوئی بے احتیاطی نہیں ہے جس کا تدارک کرنے کی ہمیں فکر لاحق ہو۔

خاکسار
ابو الاعلیٰ

(۱۲۹)

لاہور
۱۱ مئی ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ مورخہ ۴ مئی ملا۔ یاد فرمائی کے لیے بہت شکر گزار ہوں۔ آپ نے اپنے جن خیالات کا ذکر فرمایا ہے وہ بہت مجمل صورت میں مجھے پہنچتے رہے ہیں اور میں اجمالی

جواب ہی پیغام پہنچانے والوں کو دیتا رہا ہوں۔ تعجب ہے کہ میرا کوئی جواب آپ تک نہیں پہنچایا گیا۔

لادینی طاقتوں کے مقابلے میں اسلام کی حامی جماعتوں کا اتحاد بلاشبہ ضروری ہے۔ لیکن اگر اُس کے لیے یہ شرط ہے کہ بعض مسائل میں میرا اور دوسرے علماء کا اختلاف دور ہو جائے تو یہ بھی پھر ضروری ہونا چاہیے کہ خود اِن علماء میں باہم جو اختلافات ہیں وہ بھی رفع ہو جائیں۔ اہل حدیث، دیوبندیوں اور بریلویوں کے اختلافات کسی سے مخفی نہیں ہیں متحدہ محاذ بنانے کے لیے ان سب کو بھی اکٹھا ہی رفع ہو جانا چاہیے۔ تنہا میری حد تک اس کے مشروط ہونے کی کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔

علماء کی وہ عظیم اکثریت جس کا آپ نے ذکر فرمایا ہے، مجھ سے بعض مسائل میں اختلاف تو کرتی ہے، مگر یہ معلوم کرنے کی زحمت گوارا نہیں کرتی کہ ان مسائل میں فی الواقع میں نے لکھا کیا ہے۔ میری اصل تحریروں کو انہوں نے خود نہیں پڑھا ہے بلکہ معترضین سے بعض عبارتوں کے حوالے سن لیے ہیں، اور اعتراضات کے جو جوابات میری طرف سے دیئے گئے ہیں وہ بھی ان کی نگاہ سے نہیں گزرے۔ ایسے حضرات کو اگر آج کسی طرح مطمئن کر بھی دیا جائے تو مسموعات پر اعتماد کرنے کا جو طریقہ انہوں نے اختیار کر رکھا ہے اس کی وجہ سے کل پھر وہ کسی سے کچھ سن کر بدظن ہو جائیں گے۔ اسی بنا پر میں نے ان کی طرف سے صبر کر لیا ہے اور لادینی قوتوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے جو کچھ کر سکتا ہوں، اللہ کے بھروسے پر کیے جا رہا ہوں۔ ان کو اگر اشتراکیت اور الحاد اور فسق کا وہ طوفان جو ملک میں اُٹھ رہا ہے ہلکا نظر آتا ہے اور جو اختلافات وہ مجھ سے (بلا تحقیق) رکھتے ہیں وہ شدید تر محسوس ہوتا ہے تو اتحاد و تعاون میں اس کو سنگ راہ

بنائے رکھیں۔ انجام کار ان کے سامنے آجائے گا۔

میرا اِس طرح کا کوئی بیان دینا کہ میرا عقیدہ و مسلک وہی ہے جو قدیم علمار اہل سنت والجماعت کا ہے اور میں عصمت انبیاء اور عظمت صحابہ کے معاملہ میں ان کا ہم عقیدہ ہوں، بالکل ایسی ہی بات ہے جیسے میں ایک روز اخبارات میں یہ بیان شائع کروں کہ میں چور نہیں ہوں اور مَیں نے کہیں ڈاکہ نہیں مارا ہے۔ مَیں سرے سے ان الزامات کو افترا پردازی اور بہتان سمجھتا ہوں جو اِن مسائل میں مجھ پر لگائے جاتے ہیں۔ میرے نزدیک جن لوگوں نے یہ تہمتیں لگائی ہیں وہ خدا سے بے خوف اور آخرت سے بے فکر ہیں۔ ان لوگوں کی تہمتوں کا علاج یہ نہیں ہے کہ مَیں اپنے عقائد کے بارے میں شک کا کوئی امکان تسلیم کر کے اسے رفع کرنے کے لیے اپنی صفائی میں کوئی بیان شائع کر دوں۔

جماعت کے منشور میں معاشی مسائل کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ تنہا میرا مرتب کردہ نہیں ہے، بلکہ علمار اور ماہرین معاشیات کی ایک مجلس نے کئی مہینے غور و خوض کے بعد جو تجاویز پیش کی تھیں ان پر یہ معاشی پروگرام مبنی ہے اور جماعت کی مجلس شوریٰ نے باقاعدہ اس کی ایک ایک دفعہ پر بحث کر کے اسے پاس کیا ہے۔ اس میں سرے سے تحدیدِ ملکیت کی ہی نہیں گئی ہے، بلکہ قدیم بڑی بڑی املاک کے بارے میں یہ طے کیا گیا کہ صرف ایک عارضی تدبیر کے طور پر ایک خاص حد سے زائد ملکیتوں کو حکومت معقول شرح پر خرید لے گی اور انہیں آسان اقساط پر غیر مالک کاشتکاروں یا گزارے سے کم ملکیت رکھنے والے کسانوں کے ہاتھ فروخت کر دے گی۔ اس کے بعد لوگ زمینوں کی خرید و فروخت کے معاملہ میں آزاد ہوں گے اور ملکیتِ زمین کی مقدار پر کوئی مستقل پابندی نہیں لگائی جائے گی۔ اِس کا سوشلزم سے آخر کیا تعلق ہے؟ سوشلزم تو سرے سے زمین کی انفرادی ملکیت

کا قائل ہی نہیں ہے اور وہ کوئی معاوضہ دیئے بغیر لوگوں کی تمام اراضی کو اجتماعی ملکیت میں لے لینا چاہتا ہے۔

ہمارے منشور کی تجویز کردہ صورت پر زیادہ سے زیادہ صرف یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ جو شخص حکومت کے ہاتھ زمین فروخت نہ کرنا چاہے اسے مجبور کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اجتماعی ضروریات کے لیے حکومت کوئی سڑک یا ریل یا نہر نکالنا چاہے تو جن لوگوں کی زمینیں اس کے راستے میں آتی ہوں انہیں فروخت کرنے پر مجبور کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آئندہ اسلامی حکومتوں میں ریلوں، سڑکوں اور نہروں کے نکالنے کا راستہ بند ہے۔ اور اگر منصفانہ شرح پر لوگوں کو ان مقاصد کے لیے زمین فروخت کرنے کے لیے مجبور کیا جا سکتا ہے، تو دوسری اس سے عظیم تر مصلحتوں کے لیے ایسا کرنا کیوں ناجائز ہے؟

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۳۰)

لاہور

۱۴ مئی ۱۹۷۰ء

عزیزہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط مورخہ ۶ مئی ملا۔ اس سے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ نے اور آپ کی ہم خیال لڑکیوں نے کراچی میں اسلامی جمعیت طالبات قائم کر لی ہے۔ یہ بہت اچھا اور ضروری اقدام ہے۔ بلکہ میرے خیال میں اسلامی جمعیت طلبہ کی بہ نسبت جمعیت

طالبات کی اس وقت زیادہ ضرورت ہے۔ اسلام کی مخالف قوتیں ہماری لڑکیوں کو بے دینی اور مادر پدر آزادی کی راہ پر چلانے کے لیے اپنا پورا زور صرف کر رہی ہیں۔ اگر خدانخواستہ اُن کو اس میں کامیابی حاصل ہو گئی تو مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کا بالکل ہی ستیاناس ہو جائے گا۔ اس صورتِ حال کا مقابلہ مرد اچھی طرح نہیں کر سکتے۔ اس کے لیے مسلمان لڑکیوں کو حرکت میں آنا چاہیے اور تعلیم گاہوں میں پوری سرگرمی سے لڑکیوں کے اندر اسلام کا علم پھیلانے اور اسلامی جذبات ابھارنے کا کام کرنا چاہیے۔ آپ میری طرف سے اپنی جمعیت کی سب ارکان کو یہ پیغام پہنچا دیں کہ میں ان کے نیک مقاصد کو نہایت مبارک سمجھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو زیادہ سے زیادہ صحیح طریقے پر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خاکسار

ابو الاعلیٰ

(۱۳۱)

لاہور

۱۴ مئی ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ ۱۲ مئی کے مظاہرے (یوم شوکت اسلام) میں تمام اسلامی جماعتوں کو شامل کرنے کی پوری کوشش کی جا رہی ہے اور مغربی پاکستان میں مختلف جماعتوں کی طرف سے اخبارات میں اعلانات آ رہے ہیں کہ وہ اس مظاہرے میں شریک ہوں گی۔ مشرقی پاکستان میں بھی سب کو شامل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

آئندہ انتخابات میں اسلامی جماعتوں کے درمیان سمجھوتہ کرنے کے لیے گفت و شنید

ہوتی رہی ہے۔ ان کے متعلق مشرقی پاکستان میں جو کچھ کرنا چاہیے اس کے بارے میں غلام اعظم صاحب کو میں نے ضروری باتیں سمجھا دی ہیں۔ آپ کسی وقت ان کو بلا کر گفتگو کر لیں۔ مرکزی طور پر معاملات کو طے کرنے میں شاید ابھی کچھ مزید وقت لگے۔ لیکن یہ تاخیر اس میں مانع نہ ہونی چاہیے کہ مشرقی پاکستان میں بھی بات چیت جاری رکھی جائے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۳۲)

لاہور

۱۶ مئی ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مؤرخہ ۱۴ مئی ملا اور اس خط کی نقل بھی ملی جو آپ نے انصاری صاحب کو لکھا ہے۔ آپ نے اسلام اور امت مسلمہ کے لیے دردمندی اور اخلاص کی بنا پر جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان کی میں دل سے قدر کرتا ہوں۔ مگر میرا خیال یہ ہے کہ آپ کے سامنے صحیح صورت حال نہیں ہے جس کی وجہ سے آپ پریشانی محسوس کر رہے ہیں۔ مسلمانوں میں علماء کے بہت سے گروہ ہیں جن کے درمیان اس قدر شدید اختلافات ہیں کہ انہوں نے ایک دوسرے کو کفر و شرک اور توہین خدا و رسول تک کا مرتکب قرار دیا ہے۔ دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث اور اہل تصوف کے اکابر ایک دوسرے کی تحریریں پیش کر کے جس شدت کے ساتھ ایک دوسرے پر الزامات لگاتے رہے ہیں وہ کسی باخبر آدمی سے مخفی نہیں ہیں۔ ان میں سے بہت سے حضرات وفات پا چکے ہیں اور بہت سے زندہ ہیں۔ اگر کوئی چاہے کہ ان کے

یہ اختلافات ختم ہوجائیں اور یہ خیال کرے کہ جب تک یہ ختم نہ ہوں، مسلمانوں کا متفق ہوکر اسلام کے لیے کوئی کام کرنا ممکن نہ ہوگا، اس کو تجربہ سے معلوم ہوجائے گا کہ اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہوسکتی اور اسلام کی حفاظت کے لیے متحدہ کوشش اگر ممکن ہے تو ان اختلافات کے باقی رہتے ہوئے ہی ممکن ہے۔

جہاں تک میرا معاملہ ہے، میں نے آج تک نہ دیوبندیوں کی مخالفت کی ہے، نہ اہل حدیث کی، نہ بریلویوں کی اور نہ اہلِ تصوّف کی۔ ان میں سے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے ان حضرات پر کبھی کوئی حملہ کیا ہو، یا ان پر کوئی الزامات لگائے ہوں۔ میرا یہ کبھی طریقہ نہیں رہا ہے کہ دوسرے علماء کی تحریروں کو خوردبین لگا لگا کر دیکھتا رہوں اور جہاں کسی کی کوئی بات مجھے ایسی ملے جس پر گرفت کی جا سکے، اس کی خبر لے ڈالوں۔ زبانِ وحی سے کلام تو یہ لوگ بھی نہیں کرتے اُن کی ہر بات گرفت سے بالاتر نہیں ہوتی۔ کوئی اگر ان کے پیچھے پڑ جائے تو ان سب کے ہاں سے ایسی باتیں تلاش کر کے نکال سکتا ہے جن پر شور مچانا اور لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کرنا آسان ہے۔ لیکن یہ بیہودہ کام نہ میں نے کبھی کیا ہے اور نہ کبھی میرے دل میں یہ خیال آیا ہے کہ ان فضولیات میں اپنا وقت صرف کروں۔ البتہ ان گروہوں میں سے بعض حضرات (سب نہیں) میرے ساتھ یہی زیادتی کرتے رہے ہیں۔ ان کے پاس اس کے لیے کافی فرصت ہے کہ میری تحریروں میں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسی عبارتیں نکالیں جن پر اعتراض کیا جا سکتا ہو، اور ان پر تحریر و تقریر اور نجی گفتگوؤں میں لوگوں کو یہ تاثر دیں کہ میں ایک بڑا ہی بدعقیدہ اور گمراہ آدمی ہوں۔ یہ لوگ میرے متعلق کوئی ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کر سکتے کہ میں نے کبھی اُن کے ساتھ یہ سلوک کیا ہو۔ برسوں سے یہ حضرات میرے

پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ حرم تک میں بیٹھ کر انہوں نے میری برائیاں کی ہیں۔ مگر مَیں نے کبھی ان کے جواب میں بھی کوئی بات نہ ان کے خلاف کہی، نہ لکھی۔ آپ خود انہی سے پوچھ لیجیے کہ کیا وہ کوئی ایک مثال بھی ایسی پیش کر سکتے ہیں کہ مَیں نے ان کے خلاف کچھ لکھا ہو یا کہا ہو۔ اب آپ آخر مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ کیا مَیں اِن کے پیچھے دوڑتا پھروں اور ان کی خوشامد کروں؟ میری کون سی ایسی ذاتی غرض ہے جس کے لیے میں ان کی خوشامد کروں؟ اگر ذاتی اغراض کے لیے مَیں کام کر رہا ہوتا تو اُن حاکموں کی خوشامد کرتا جنہیں راضی کر کے مَیں اپنی دنیا بنا سکتا تھا۔

جن مسائل پر یہ کہتے ہیں کہ انہیں مجھ سے اختلافات ہیں، ان میں سے کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جس پر پچھلے چودہ سو سال میں اہل سنت کے اکابر علماء مختلف آراء کا اظہار نہ کرتے رہے ہوں۔ مَیں نے جس مسئلہ پر بھی اپنے خیالات ظاہر کیے ہیں، علمی حیثیت سے دلیل کے ساتھ ظاہر کیے ہیں اور پورا حوالہ دیا ہے کہ قرآن و سنت اور اکابر علماء اہل سنت کے اقوال میں سے کیا کیا چیزیں میری رائے کی تائید کرنے والی ہیں۔ جو اعتراضات بھی میری تحریروں پر کسی علمی دلیل کے ساتھ کیے گئے ہیں ان کا جواب علمی دلائل ہی کے ساتھ یا تو مَیں نے خود دے دیا ہے، یا میری تائید کرنے والے اہل علم نے دیا ہے۔ یہ حضرات ہرگز یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ تمام علمی دلائل صرف اُن ہی کی رائے کے حق میں ہیں اور میری رائے کے حق میں کوئی دلیل اور سند نہیں ہے۔ اس کے بعد ان کا میرے خلاف یہ پروپیگنڈا کہ مَیں ضرور گمراہ ہوں اور گمراہی پھیلا رہا ہوں، اگر خالص نیک نیتی کے ساتھ حق پرستی کی خاطر ہے تو اللہ ان کو اس کا اجر دے گا، اور اگر اس کے سوا کوئی وجہ ہے تو اللہ ہی اس کا فیصلہ فرما دے گا۔ مَیں نے ان کا معاملہ اللہ پر چھوڑ کر صبر کر لیا ہے۔

میری طرف سے بار بار یہ بات صاف صاف واضح کی جا چکی ہے کہ میری کوئی بات اگر علمی دلیل کے ساتھ غلط ثابت کر دی جائے تو میں اس سے رجوع کر لوں گا۔ لیکن اگر معاملہ یہ ہو کہ دلیل میرے حق میں بھی ہے اور اُن کے حق میں بھی، اور میں اپنی دلیل کی صحت پر مطمئن ہوں، تو میں صرف اس لیے اپنی بات کو غلط ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ فلاں حضرت اور فلاں بزرگ مجھ سے راضی ہو جائیں۔ میں علمی مسائل کے معاملہ میں کسی حضرت اور کسی بزرگ کی کبریائی نہیں مان سکتا کہ دلیل کے بجائے ان کے فرمان کو حجت تسلیم کر لوں۔

خاکسار

ابوالاعلےٰ

(۱۳۳)

لاہور

۱۷ مئی ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ مورخہ ۹ مئی ملا۔ تذکار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریب جس شان سے آپ نے منعقد فرمائی اس پر میں تہ دل سے آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ اس مخلصانہ خدمت دین پر آپ کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ اس محفل میں شریک ہونا تو میرے لیے باعث سعادت تھا اور میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اس سعادت کے حصول کا موقع دیا۔

خاکسار

ابوالاعلےٰ

---

(۱۳۴)

لاہور

۱۷ر مئی ۱۹۷۰ء

عزیزم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا مفصل خط ملا، اور اس کے ساتھ اس خط کی نقل بھی ملی جو آپ نے کسی ماہر نفسیات کو لکھا تھا۔ میرے خیال میں آپ نے اپنے (Case) کو ضرورت سے زیادہ مبالغہ کر کے الجھالیا ہے، اور اس کے حل کے لیے اگر آپ نفسیات کے ماہرین کی طرف رجوع کرتے رہے تو مجھے اندیشہ ہے کہ شاید وہ اور الجھ جائے۔ اس لیے پہلے تو ضروری ہے کہ آپ خود اپنے آپ کو سمجھ لیں۔

آپ، ۱سال کے ایک نوجوان طالب علم ہیں۔ بچپن میں ایک دینی ذہنیت رکھنے والے خاندان میں آپ نے آنکھیں کھولیں اور روایتی طور پر دینی خیالات آپ نے اخذ کر لیے جن کے بارے میں پورا عقلی اطمینان کر لینے کی پوزیشن میں آپ نہیں تھے۔ بعد میں آپ نے کچھ جدید زمانے کے مصنفین کی مختلف کتابیں پڑھیں جن سے آپ کے ذہن میں ایک شدید تصادم افکار (Conflict) پیدا ہو گیا۔ فیصلہ کن رائے کسی معاملہ میں قائم کرنے کی پوزیشن میں آپ اب بھی نہیں ہیں۔ یہی چیز ہے جس نے آپ میں تذبذب (Undecidédness) کی کیفیت پیدا کر دی ہے اور اسی وجہ سے آپ اضطراب میں مبتلا ہیں۔ اس حالت سے نکلنے کے لیے آپ کو سب سے پہلے یہ احساس کرنا چاہیے کہ آپ ابھی نوعمر ہیں اور آپ کو دنیا میں بہت کچھ دیکھنا، سننا اور سمجھنا ہے، جس کے بعد آپ کہیں پختہ رائیں قائم کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔ یہ بات ذہن نشین

کرنے کے بعد آپ ٹھنڈے دل سے صبر و سکون کے ساتھ جو کچھ بھی پڑھنا چاہیں پڑھتے رہیں، مگر ایک ایسے طالب علم اور جویائے حق کی حیثیت سے پڑھیے جسے کافی مطالعہ کے بعد آخر میں جاکر کوئی قطعی رائے قائم کرنی ہو۔ ایک ایک چیز کو پڑھ کر اگر آپ اس کے اثر میں آکر بار بار اپنے خیالات اور اپنی رائیں تبدیل کرتے چلے گئے تو آپ کے اندر یہ تذبذب اور زیادہ بڑھتا چلا جائے گا۔ اس سے بچیے اور اُس جج کی طرح مطالعہ کیجیے جو کسی مقدمہ کی روداد اور شہادتیں اور دستاویزیں اور وکیلوں کی بحثیں دیکھتا اور سنتا رہتا ہے، مگر مقدمہ کے متعلق فیصلہ کن رائے آخر میں جاکر قائم کرتا ہے۔ اس طریقہ سے آپ مطالعہ جاری رکھیے اور ہر کتاب کو پڑھنے کے بعد وہ مسائل (Problems) نوٹ کرتے جائیے جو اس کو پڑھنے کے دوران میں آپ کے سامنے آئیں اور یہ بھی نوٹ کر لیجیے کہ ان مسائل میں سے کس کا کیا جواب آپ کو دوران مطالعہ میں ملا ہے، اور کس بات کا جواب آپ کو نہیں ملا، یا کم از کم ایسا جواب نہیں ملا جسے آپ باوزن سمجھیں۔

کچھ مدت تک ہر طرح کی کتابیں جو آپ پڑھنا چاہیں اِس طریقہ سے پڑھتے رہیے۔ آخر میں میری بھی چند کتابیں پڑھ لیجیے جو امید ہے کہ آپ کو اپنے گھر ہی میں مل جائیں گی۔ اگر اُن کو آپ پہلے پڑھ چکے ہیں تو از سرِ نو انہیں پڑھیے۔ پھر دیکھیے کہ آپ کے سامنے پچھلے مطالعہ کے دوران میں جو مسائل آئے ہیں اُن میں سے کس کا جواب آپ کو تشفی بخش ملتا ہے اور کس کے جواب سے آپ مطمئن نہیں ہو سکے۔ اس سلسلے میں اگر ممکن ہو تو تفہیم القرآن کا بھی مطالعہ ضرور کیجیے گا۔ شاید اس کا مطالعہ سب سے آخر میں کرنا آپ کے لیے مفید رہے گا۔

خاکسار

ابو الاعلیٰ

(۱۳۵)

لاہور

۲۵ رمئی ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ اور پمفلٹ ملا۔ غالباً آپ نے یہ سمجھتے ہوئے مجھے اس معاملے میں مخاطب فرمایا ہے کہ "زندگی" سے میرا کوئی تعلق ہے۔ حالانکہ وہ ایک آزاد پرچہ ہے اور میرا اگر کوئی تعلق ہے تو وہ صرف الطاف قریشی صاحب، ڈاکٹر اعجاز صاحب اور مجیب شامی صاحب کے ساتھ محض شخصی حیثیت سے ہے۔ اس شخصی تعلق کی بنا پر ان کے پرچے کی پالیسی اور اس کے مندرجات میں میرا سرے سے کوئی دخل نہیں ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۳۶)

لاہور

۲۷ رمئی ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ مسٹر وکیل الرحمٰن نے لندن سے مجھے آپ کے حالات لکھے ہیں جن سے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو زیادہ سے زیادہ ہدایت کی روشنی عطا فرمائے۔ اسلام قبول کرنے والے کے لیے کسی کے ہاتھ پر بیعت کرنا ضروری نہیں ہے۔ جب آپ نے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا اور اللہ کی توحید اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لے آئے تو آپ مسلمان ہو گئے۔

اب اپنا نام تبدیل کر کے اسلامی نام رکھ لیجیے اور پاسپورٹ میں اپنا نام تبدیل کرا لیجیے۔

افسوس ہے کہ میری کتابوں کا جرمن ترجمہ نہیں ہوا ہے، البتہ انگریزی میں متعدد کتابوں کے ترجمے ہوئے ہیں۔ آپ یو۔ کے اسلامک مشن، لندن سے خط و کتابت کر کے انگریزی میں اسلامی لٹریچر منگوا سکتے ہیں اور مسز فاطمہ ہیرن سے مراسلت کر کے یہ بھی معلوم کر سکتے ہیں کہ جرمن زبان میں اسلام کے متعلق کون سی مفید کتابیں مل سکتی ہیں۔ یہ خاتون مسلمان ہیں اور میری ایک کتاب کا جرمن زبان میں ترجمہ بھی انہوں نے کیا ہے جس کے متعلق مجھے سردست یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ شائع ہو چکا ہے یا نہیں۔ خاکسار

ابو الاعلیٰ

(۱۳۷)

لاہور

یکم جون ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ دین کے کام کی جو ذمہ داریاں بھی آپ پر ڈالی جائیں اللہ کے بھروسے پر ان کو سنبھالیے اور ادا کیجیے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔

آپ نے جس معاملہ میں پریشانی کا اظہار کیا ہے اس کے متعلق یہ بتانا تو میرا کام نہیں ہے کہ حکومت خونی انقلاب کی تیاریاں کرنے والوں سے عہدہ برار ہونے کے لیے کیا کر رہی ہے اور نہ میں یہ جانتا ہوں کہ ان لوگوں کو کہاں سے وہ ذرائع مل رہے ہیں جن سے وہ خونی انقلاب کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ لیکن میں اس معاملے میں مطمئن ہوں کہ اگر

پاکستان کے عوام پوری طرح ہوشیار اور بیدار اور متحد ہو کر ان کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جائیں تو ان کی تمام تدبیریں انشاء اللہ دھری کی دھری رہ جائیں گی۔ عوام کا سیلاب اگر امنڈ آئے تو اس کے مقابلے میں ان کے بم کسی کام نہیں آ سکتے۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۱۳۸)

لاہور
۳ر جون ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کی دعاؤں اور ہمدردانہ جذبات کے لیے دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میرے پیشِ نظر ہمیشہ اسلام کی سربلندی اور امتِ مسلمہ کی بھلائی رہی ہے۔ اللہ کے فضل سے میرے دل میں کبھی مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے بارے میں کسی تعصب نے راہ نہیں پائی۔ اسی وجہ سے میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ سب مسلمان بلا امتیازِ مذہب و مسلک اسلام کی خدمت کے لیے میرے ساتھ تعاون کریں گے اور مجھے غیر نہیں بلکہ اپنا ہی سمجھیں گے۔

مارشل لا ریگولیشن ۸۹ کی منسوخی کو جماعت اسلامی نے باقاعدہ اپنے منشور میں شامل کیا ہے۔ انشاء اللہ اس کی تنسیخ کے لیے ہم اپنی طرف سے کسی کوشش میں دریغ نہ کریں گے۔

مولانا ابن حسن عمارچوی صاحب کی خدمت میں میرا اسلام پہنچا دیں۔

خاکسار ابوالاعلیٰ

(۱۳۹)

لاہور

۷ر جون ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر والدین کو کسی خلافِ شریعت قول و فعل سے روکنے کے لیے کوئی دوسری تدبیر کارگر نہ ہو رہی ہو تو آدمی زیادہ سے زیادہ اس پر قطع تعلق کی دھمکی تو دے سکتا ہے، لیکن ماں باپ پر ہاتھ اٹھانے کی دھمکی دینا جائز نہیں ہے۔ معاملہ بہت ہی سخت نوعیت کا ہو تو عملاً بھی قطع تعلق کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس صورت میں بھی والدین کی خدمت کا حق ساقط نہیں ہوتا۔ کفر و شرک سے بڑھ کر گناہ کیا ہو سکتا ہے؟ لیکن عہدِ رسالت میں جن لوگوں کے والدین مشرک تھے اور مشرکانہ اعمال پر مصر تھے ان پر بھی اولاد کو ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ الّا یہ کہ میدان جنگ میں باپ اسلام کے خلاف لڑنے کے لیے آگیا ہو۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۴۰)

لاہور

۷ر جون ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کی یہ تحقیق قابلِ داد ہے کہ ۳۱ر مئی کو حضرت خدیجہؓ

سے حضورؐ کے نکاح کے بعد ولیمہ کا دن تھا، اور ۲۴ ربیع الاوّل کو صلاح الدین ایوبی نے حطّین کے مقام پر عیسائیوں کو شکست دی تھی۔ تلاش کیا جائے تو اس کے سوا اور بھی اہم واقعات معلوم کیے جا سکتے ہیں جو اس تاریخ کو پیش آئے۔ مگر ہمیں نے اِن مناسبتوں کی بنا پر نہیں بلکہ اس بنا پر ۲۱ رمئی کی تاریخ تجویز کی تھی کہ یکم جون سے سوشلسٹ عناصر، ملک میں اشتراکی انقلاب لانے کے لیے اپنی جنگ شروع کرنا چاہتے تھے اور فی الواقع اسی روز سے انہوں نے جنگ شروع کر بھی دی۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

بنام سردار علی صابری صاحب،

کراچی۔

(۱۴۱)

لاہور

۲۰ رجون ۱۹۷۰ء

محترمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ عورتیں صرف یہ سُن کر بھڑک اٹھتی ہیں کہ کوئی شخص عائلی قانون کا مخالف ہے، اور یہ بھی ان کو غلط فہمی لاحق ہے کہ عائلی قانون ان کے حق میں مفید ہے۔ اُنہیں یہ معلوم نہیں کہ جماعت اسلامی نے عائلی قانون پر مفصّل تنقید کر کے یہ بتایا تھا کہ اُس میں اصل خرابی کیا ہے اور عورتوں کے حقوق صحیح اسلامی طریقے سے دینے کے لیے قانون میں کیا اصلاح ہونی چاہیے۔ اس کے بعد جماعت نے خود ایک مسودۂ قانون مرتب کر کے سابق اسمبلی میں پیش بھی کر دیا تھا، مگر ایوب خاں صاحب

نے اسے اپنے وقار کا سوال بنالیا۔ ہمارا مسوّدۂ قانون رسالۂ ترجمان القرآن میں شائع ہو چکا ہے۔ آپ اسے دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے کہ عورتوں کے حقوق کی حفاظت عائلی قانون کی بہ نسبت ہمارے پیش کردہ مسوّدۂ قانون سے زیادہ بہتر طریقہ پر ہو سکتی ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۴۲)

لاہور

۲۰ر جون ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ میرا آپ کے ساتھ جو تعلق ہے وہ آپ پر بھی ظاہر ہے اور مجھ پر بھی۔ رہے انتخابات، تو ان میں یہ کوئی نرالی بات نہیں ہے کہ ایک پارٹی یا ایک شخص دوسری پارٹی یا دوسرے شخص کا مقابلہ کرے۔ البتہ فریقین کو مقابلہ شریفانہ طریقوں سے کرنا چاہیے تاکہ ہار جیت کے بعد بھی وہ چار آنکھیں کر سکیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۴۳)

لاہور

۲۵ر جون ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ جنم لینا اب اردو زبان کا ایک محاورہ بن چکا ہے اور اس میں

ہندوانہ مفہوم شامل نہیں ہے۔ یہ اُردو زبان کے ذوق کی بات ہے۔ ممکن ہے کہ آپ کو یہ بات کھٹکتی ہو مگر آپ کو کم از کم اتنا سمجھنا چاہیے کہ مَیں اُردو زبان کے ادب سے ناواقف نہیں ہوں۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۱۴۴)

لاہور
۲۶ر جون ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا جس سے آپ کی پریشانیوں کا حال معلوم ہوا۔ مَیں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کے بچے کو جلدی صحت نصیب ہو۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی آزمائش ہے کہ آدمی کو ایک معذور بچے کی پرورش کا سخت صبر آزما کام سونپا جائے۔ ایسے بچے کو والدین اگر محبت اور دردمندی کے ساتھ پرورش کریں تو اس کا بڑا اجر خدا کے ہاں ملے گا۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۱۴۵)

لاہور
۱۴ر جولائی ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، تسلیمات

عنایت نامہ ملا۔ یاد آوری کے لیے شکر گزار ہوں۔ جو معلومات آپ کو درکار ہیں وہ مختصراً عرض کرتا ہوں۔

۱۔ مرزا عالم بیگ خاں اور نیاز بہادر خاں دو بھائی تھے۔ پہلے نیاز بہادر خاں دہلی سے حیدر آباد گئے اور وہاں کی قدیم فوج نظمِ جمعیت میں جمعدار کے منصب پر مامور ہوئے، جاگیر ملی اور تاڑبَن والوں کے گھرانے میں شادی ہوگئی۔ یہ گھرانہ بھی دراصل دہلی ہی سے حیدر آباد گیا تھا اور نیاز بہادر خاں سے جدّی رشتہ پہلے سے تھا۔ بہادر خاں نواب تاڑبن کے دوسرے داماد تھے۔ یہ اُن کا خطابی نام تھا، اصلی نام کچھ اور تھا جو مجھے معلوم نہیں۔

۲۔ نیاز بہادر خاں نے اپنے بھائی مرزا عالم بیگ خاں کو حیدر آباد بلالیا تھا۔ وہیں اُن کی شادی ہوئی اور وہیں میرے نانا مرزا قربان علی بیگ سالک پیدا ہوئے۔

۳۔ حیدر آباد میں مہدوی فرقے اور عام مسلمانوں کے درمیان فساد ہوگیا اور اس کو فرو کرنے کی کوشش کرتے ہوئے نیاز بہادر خاں چَنچَل گوڑے کے مقام پر شہید ہو گئے۔ حالات کچھ ایسے تھے کہ مرزا عالم بیگ خاں نے حیدر آباد میں ٹھیرنا مناسب نہ سمجھا اور وہ اپنے صاحبزادے مرزا قربان علی بیگ کو لے کر دہلی آ گئے۔

۴۔ نیاز بہادر خاں لاولد تھے۔ مرزا عالم بیگ خاں کے دوسرے صاحبزادے (میرے نانا صاحب مرحوم کے بھائی) مرزا شمشاد علی بیگ خاں بھی لاولد تھے۔ وہ رضواں تخلّص کرتے تھے۔

۵۔ مرزا قربان علی بیگ خاں سالک کے دو بیٹے تھے اور چار لڑکیاں تھیں۔ اولاد کی تفصیل یہ ہے:

..... محمد مرزا خاں۔ یہ بھی نوعمری میں مرزا غالب کی محفلوں میں بیٹھا کرتے تھے۔ شاعر بھی تھے۔ عابد تخلص کرتے تھے۔ اُن کی صرف ایک لڑکی محمد کنیز بیگم تھیں۔ حیدر آباد کے سابق چیف جسٹس سعید جنگ اِنہی محمد کنیز بیگم کے داماد ہیں۔

..... حیدر مرزا۔ یہ نوجوانی ہی میں ملک چھوڑ کر حجاز چلے گئے اور پھر کچھ پتہ نہ چلا کہ

ان کا کیا حال ہوا۔ بعض ذرائع سے صرف یہ معلوم ہو سکا کہ جنگ عظیم اول کے زمانے میں ان کا انتقال مدینۂ منورہ میں ہو گیا۔

..... بڑی صاحبزادی (امراؤ بیگم)۔ اُن کی صرف ایک لڑکی تھیں جو میر جمال الدین شمسی سے بیاہی گئیں۔ محلہ چوڑی والاں میں اُن کا مکان شمسی کاٹیج کے نام سے اب بھی مشہور ہے انہی میر جمال الدین صاحب کے صاحبزادے سید نصیر الدین شمسی کی بیٹی میری اہلیہ ہیں۔

..... منجھلی صاحبزادی (انوری بیگم) مالیر کوٹلہ کے حافظ عبداللہ بیگ سے بیاہی گئی تھیں۔ حافظ صاحب نواب مالیر کوٹلہ کے اتالیق تھے۔

..... سنجھلی صاحبزادی (اکبری بیگم)۔ یہ اپنے ماموں زاد بھائی مرزا محمد حسین بیگ سے بیاہی گئی تھیں۔

..... سب سے چھوٹی صاحبزادی رقیہ بیگم صاحبہ مرحومہ میری والدہ تھیں۔

..... مَیں نے اپنے جن ماموں سے کچھ تھوڑا سا بنوٹ کا فن سیکھا تھا وہ میری والدہ مرحومہ کے ماموں زاد بھائی مرزا ولی اللہ بیگ صاحب تھے جو محلہ رودگراں میں رہتے تھے، اور دہلی میں اس فن کے مشہور استاد تھے۔

۶۔ مرزا سالک کا تذکرہ عبدالجبار ملکاپوری کے تذکرے "محبوب الزمن فی شعرائے دکن" میں موجود ہے۔ زمانہ حال میں کلب علی خاں فائق نے اپنی تالیف "مومن" میں تقریباً ان کا مستند تذکرہ لکھا ہے۔ مرزا سالک پہلے حکیم مومن خاں کے شاگرد تھے، بعد میں انہوں نے مرزا غالب سے تلمذ اختیار کیا تھا۔

مجھے امید ہے کہ یہ معلومات آپ کی ضروریات کے لیے کافی ہوں گی۔

خاکسار ابوالاعلےٰ

(۱۴۶)

لاہور

۱۴ر جولائی ۱۹۷۰ء

برادرم.....صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

انصار اللہ کے معاملے میں آپ کا عنایت نامہ مل گیا تھا۔ دراصل یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر مسئلہ میں یا آپ میری بات مان لیں یا میں آپ کی بات مان لوں، ورنہ بحث کا لامتناہی سلسلہ جاری رکھا جائے۔

چٹان اور زندگی میں جو تبصرے اور تجزیئے آئے ہیں ان کے بارے میں میری مستقل پالیسی یہ ہے کہ اس طرح کی چیزوں کو صبر سے گزر جانے دیا جائے اور ان سے تعرض نہ کیا جائے۔ خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۴۷)

لاہور

۱۴ر جولائی ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط پاکر بہت مسرت ہوئی۔ زندگی میں پہلا موقع ہے کہ براس کے کسی شخص نے مجھے یاد کیا اور معلوم ہوا کہ ہمارے قدیم آبائی وطن کے لوگوں میں ابھی کچھ لوگ ہیں جنہیں معلوم ہے کہ ہمارا اور اُن کا کوئی آبائی تعلق ہے۔ آپ کے سوا مجھے دوسرے اہل براس کے متعلق کچھ معلوم نہیں کہ وہ کہاں کہاں ہیں۔ میں خود اتنا مصروف آدمی ہوں کہ مجھے ان لوگوں کا پتہ چلانا بھی مشکل ہے۔ اگر آپ کو معلوم ہو کہ اور کون لوگ کہاں کہاں ہیں تو مجھے مطلع کریں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۴۸)

لاہور

۱۵ر جولائی ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ مالدیپ کے جو حالات آپ نے لکھے ہیں ان سے بہت مفید معلومات حاصل ہوئیں جن کے لیے مَیں آپ کا بہت شکر گزار ہوں۔

مَیں آپ کو دارالفکر اور اسلامک پبلیکیشنز کی فہرستیں بھیج رہا ہوں جن سے آپ کو ہماری مطبوعات کا تفصیلی علم حاصل ہو جائے گا۔ اگر آپ مالی میں کسی کتب فروش کو اس بات پر آمادہ کرلیں کہ وہ پاکستان سے ہماری اردو اور انگریزی کتابیں منگوا کر فروخت کے لیے رکھ لے تو اس سے انشاء اللہ وہاں مفید کام ہو سکے گا اور کچھ نہ کچھ تعلیم یافتہ اصحاب ان سے متاثر ہو کر آپ کے ہم خیال بن جائیں گے۔ جن کتابوں کا ترجمہ آپ اپنی زبان میں کرنے کی ضرورت محسوس کریں ان کا ترجمہ کرنے اور اسے شائع کرنے کی میری طرف سے آپ کو اجازت ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۴۹)

لاہور

۱۸ر جولائی ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ مسلمانانِ ہند کے معاملہ میں جو کچھ میرے بس میں ہے وہ پہلے

ہی میں کر رہا ہوں۔ وہاں کے مظالم کی داستانیں عربی زبان میں ترجمہ کر کے اخبارات کو بھیجی جا رہی ہیں تاکہ عرب ملکوں سے ہندوستان کے اس ظلم کے خلاف آواز بلند ہو۔ ترکی اخبارات کو بھی یہ چیزیں بھیجی جا رہی ہیں۔ حکومت کو بھی مَیں نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ لندن میں ایک آزاد بیورو ایسا قائم ہونا چاہیے جو غیر سرکاری حیثیت میں کام کرے اور دنیا کی مختلف زبانوں میں ہندوستان کے مظالم کی تفصیلات شائع کر کے عالمی رائے عام کو ہندوستان پر دباؤ ڈالنے کے لیے تیار کرے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۵۰)

لاہور

۲۷ر جولائی ۱۹۳۷ء

برادرم شورش صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

۱۳ر جولائی کے چٹان میں آپ نے مولانا غلام اللہ خاں صاحب کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اور اس کے جواب میں ان کا جو خط آپ نے ۲۰ جولائی کے چٹان میں شائع کیا ہے اسے مَیں نے پڑھا۔ صاحب موصوف اپنی تقریروں اور تحریروں میں جو زبان اور انداز بیان میرے متعلق استعمال کرتے ہیں، اور ان کے رسالہ "تعلیم القرآن" میں جو زبان میرے لیے استعمال کی جاتی ہے، اُس کو دیکھ کر کوئی شائستہ آدمی مجھ سے یہ توقع نہیں کر سکتا کہ مَیں اُن سے ملنا یا بات کرنا پسند کروں گا۔ آپ اُن سے کہہ دیجیے کہ تحریف قرآن، توہین انبیاء اور تنقیص صحابہ کے جو الزامات وہ مجھ پر لگاتے ہیں ان کے ثبوت میں وہ میری تحریریں پورے پورے حوالوں کے ساتھ چٹان میں شائع کرا دیں۔ مَیں انشاء اللہ چٹان ہی میں ان کا جواب پیش کروں گا۔ ملک اہل علم سے خالی نہیں ہے۔ لوگ خود اُن کے الزامات اور میرے جوابات

پڑھ کر رائے قائم کر سکتے ہیں کہ کس کی بات صحیح ہے۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۱۵۱)

لاہور

۳۰ر جولائی ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ بچی کی شادی پر مبارکباد کا شکریہ۔ دراصل میرے تعلقات کا دائرہ اتنا وسیع ہو چکا ہے کہ اگر میں ایسی تقریبات میں باہر سے بھی اپنے دوستوں کو مدعو کروں تو ہزاروں آدمیوں کو بلانا پڑے گا، اس لیے مجبوراً ایک محدود دائرے میں مقامی دوستوں ہی کو بلاتا ہوں۔ پھر بھی پچھلی تقریب میں تقریباً ایک ہزار آدمیوں کو مدعو کرنا پڑا۔ جو سوالات آپ نے کیے ہیں ان کے مختصر جواب حاضر ہیں۔

۱۔ حتی الامکان ہماری پالیسی یہی ہے کہ جن علاقوں میں جن برادریوں کا زور ہے وہاں انہی برادریوں کے اچھے آدمیوں کو انتخابات میں آگے لایا جائے۔ مگر ہر علاقے کے کارکنوں کی طرف سے جو سفارشیں آتی ہیں ہمیں انہی کا لحاظ کرنا پڑتا ہے، کیونکہ مرکز میں بیٹھے بیٹھے ہمارے لیے ہر جگہ کے مقامی حالات کو جاننا ممکن نہیں ہے۔

۲۔ اسلام کی حامی جماعتوں کے اتحاد کے لیے ہم اپنی حد تک پوری کوشش کر رہے ہیں لیکن لوگوں کے دل بدل دینا ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ مختلف جماعتوں نے جس قسم کے آدمیوں کو اپنے اندر شامل کر لیا ہے اُن کی وجہ سے جگہ جگہ مشکلات پیش آئیں گی۔

۳۔ میرے اوپر اس وقت مصروفیتوں کا جو ہجوم ہے اس میں یہ فرصت کہاں سے لاؤں

کہ تحریک اقامت دین شروع کرنے کے اسباب و محرکات کو تفصیل سے بیان کردیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے اور آپ کے متعلقین نے تحریک اسلامی کے ساتھ پوری طرح تعاون کا فیصلہ کرلیا ہے۔ لیکن جہاں بھی آپ رہیں گے وہاں بہرحال مقامی جماعتوں کے کارکنوں ہی سے آپ کو تعاون کرنا ہوگا۔

۵۔ علم نجوم یا پامسٹری کے مطالعے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن مستقبل کے لیے ان کو ذریعہ علم غیب بنانا درست نہیں ہے۔ پامسٹری علم طب میں مددگار بن سکتی ہے، کیونکہ اس سے بھی امراض کی تشخیص میں مدد ملتی ہے۔

۶۔ جو لوگ میرے اوپر آئے دن بہتان لگاتے رہتے ہیں ان کے خلاف عدالتی کارروائی کرنا اپنے آپ کو ذلیل کرنا اور اُن کو بے جا اہمیت دینا ہے۔ اُن کا علاج یہی ہے کہ ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی جائے۔ روز بروز وہ بدزبانی اور افترا پردازی کرتے کرتے آپ سے آپ ذلیل و خوار ہو جائیں گے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۵۲)

لاہور

یکم اگست ۱۹۷۰ء

برادرم ..... صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ مورخہ ۲۴ رجولائی ملا۔ میں اس بات کو کفر سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو کسی کا محتاج سمجھے۔ تفہیم القرآن اور میری دوسری تحریریں اس مضمون سے بھری پڑی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے غنی عن العالمین ہے، سب اس کے محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ مگر میں اس بات کو بھی کفر سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو عربی زبان سے ناواقف،

pp 146, 182, 314

یا الفاظ کے استعمال میں بے احتیاطی سمجھا جائے اور یہ خیال کیا جائے کہ ایک مضمون کو ادا کرنے کے لیے جو الفاظ زیادہ مناسب ہو سکتے تھے انہیں چھوڑ کر اسے ادا کرنے کے لیے اُس نے ناواقفیت کی بنا پر یا بے احتیاطی سے نامناسب الفاظ استعمال کیے ہیں جن کی اصلاح اب ہمیں کرنی چاہیے تاکہ جو غلطی اللہ میاں سے ہو گئی ہے اُس کی تلافی ہم کر دیں۔ آپ مفسرین و مترجمین کی بات چھوڑیے۔ مجھے خود صاف صاف بتائیے کہ کیا اللہ تعالیٰ اَنصَارُ دِینِ اللہ نہیں فرما سکتا تھا کہ اُس نے اَنصَارُ اللہ فرمایا؟ کیا وہ اِنْ تَنصُرُوا دِینَ اللہِ یَنصُرْکُمْ نہیں فرما سکتا تھا کہ اُس نے اِنْ تَنصُرُوا اللہَ یَنصُرْکُمْ کے الفاظ استعمال فرمائے؟ کیا وہ وَلَیَنصُرَنَّ اللہُ مَنْ یَنصُرُ دِینَہٗ نہیں فرما سکتا تھا کہ اُس نے وَلَیَنصُرَنَّ اللہُ مَنْ یَنصُرُہٗ فرما دیا؟ کیا وہ وَلِیَعْلَمَ اللہُ مَنْ یَنصُرُ دِینَہٗ وَرُسُلَہٗ نہیں فرما سکتا تھا کہ اُس نے وَلِیَعْلَمَ اللہُ مَنْ یَنصُرُہٗ وَرُسُلَہٗ کہہ دیا؟ یہ پے در پے ایک مضمون کے لیے ایک ہی طرز بیان جو قرآن میں استعمال ہوا ہے اس کی حکمت و مصلحت اگر آپ نہیں سمجھنا چاہتے تو اس کا میرے پاس کوئی علاج نہیں ہے۔ مَیں نے قرآن کی ساری تعلیم پر غور کر کے اس کی حکمت سمجھنے کی کوشش کی، اور اس عقیدے کے ساتھ کوشش کی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں کسی مضمون کے لیے جو لفظ بھی استعمال کیا ہے وہی اس مضمون کو ادا کرنے کے لیے موزوں ترین لفظ ہے۔ اس کے بعد جو کچھ میری سمجھ میں آیا اُسے مَیں نے بیان کر دیا۔ مجھے اُس میں اور قرآن کی دوسری تعلیمات میں کوئی تضاد نظر نہیں آتا۔ جن معاملات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو کفر و ایمان اور طاعت و معصیت کی آزادی دی ہے ان میں وہ جبر کے بجائے تفہیم اور تعلیم و تلقین کا طریقہ اختیار فرماتا ہے۔ اُس تعلیم و تلقین کو جو شخص قبول کر لے وہ مومن ہے۔

اُسے قبول کر کے جو عملاً بندگی اختیار کرے وہ عابد ہے۔ اُسے قبول کر کے جو شخص اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب کرے وہ متقی ہے۔ اُسے قبول کر کے جو شخص نیکیوں کی طرف سبقت کرے وہ مُحسِن ہے۔ اور اُسے قبول کر کے جو شخص اللہ کے باغی بندوں کی اصلاح کے لیے اسی تفہیم اور تعلیم و تلقین کے کام میں حصہ لے اور اللہ تعالیٰ کے خلاف دنیا میں کفر و فسق کی جو بغاوت پھیلی ہوئی ہے اسے فرو کرنے میں جان لڑائے اسے اللہ تعالیٰ خود اپنا مددگار قرار دیتا ہے } میں اپنی طرف سے کسی کو اللہ کا مددگار بناتا تو ضرور کافر ہو جاتا۔ لیکن جسے اللہ نے خود اپنا مددگار فرمایا ہو اس کے حق میں اس لفظ کے استعمال کو اگر کوئی شخص غلط یا نامناسب سمجھے تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ خود تو کفر کا خطرہ مول نہیں لے رہا ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۵۳)

لاہور

یکم اگست ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کو جو کچھ میں نے لکھا تھا وہ مایوس کرنے کے لیے نہیں لکھا تھا بلکہ اپنی مجبوریاں آپ کو بتائی تھیں۔ صحت خراب ہے۔ ہر وقت تھکا تھکا سا رہتا ہوں اور اس حالت میں زبردستی اپنے آپ سے کام لے کر اور زیادہ تھک جاتا ہوں۔ ان حالات میں مشکل سے جو تھوڑا وقت اپنے ضروری کام انجام دینے کے لیے نکال سکتا ہوں اس کا بھی اچھا خاصا حصہ مختلف ملاقاتی حضرات لے لیتے ہیں اور مجبوراً مجھے اپنی طاقت

سے زیادہ کام کر کے اس نقصان کی تلافی کرنی پڑتی ہے۔ اس حالت میں میرے لیے آپ کو خصوصی وقت الگ دینا جس قدر مشکل ہے اس کا اندازہ آپ کو خود یہاں چند روز رہ کر ہو سکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ جو خدمت میں کر سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ عصر و مغرب کے درمیان عام ملاقاتوں کا جو وقت میں نے مخصوص کر رکھا ہے اس میں آپ باقاعدگی سے شریک ہوں اور جو کچھ پوچھنا چاہیں اس مجلس میں پوچھ لیا کریں۔ باقی اوقات آپ کو خود مطالعہ میں صرف کرنے ہوں گے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۵۴)

لاہور

۲ر اگست ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ جماعت اسلامی تو ایک مدت سے اس کے لیے کوشش کر رہی ہے کہ ملک میں جداگانہ طریق انتخاب رائج کر دیا جائے اور اونچی ذات کے ہندوؤں، آدی باسی ہندوؤں، عیسائیوں اور بودھوں کے ووٹ الگ الگ کر دیئے جائیں۔ انتخابات کا اعلان ہونے کے بعد ہم نے حکومت کو کئی بار بار اس طرف توجہ دلائی کہ مشرقی پاکستان میں مخلوط انتخاب کا نتیجہ نہایت تباہ کن ہے۔ مگر افسوس ہے کہ حکومت کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ آپ اس سلسلے میں کوئی کوشش کرنا چاہیں تو ضرور کریں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۱۵۵)

لاہور

۲؍اگست ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ سوشلسٹ اِس وقت اس کوشش میں ہیں کہ مسلمان ان کے مقابلے میں کسی طرح جمع نہ ہونے پائیں۔ اس لیے وہ ہر گروہ کے پاس جا جا کر طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیلا رہے ہیں۔ آپ نے جو سوالات کیے ہیں یہی سوالات مجھ سے کراچی میں کیے گئے تھے اور ان کے جو جوابات مَیں نے دیئے تھے وہ اخبارات میں شائع بھی ہو چکے ہیں۔ تاہم آپ کی خواہش کے مطابق مَیں اُن کے جوابات پھر لکھے دیتا ہوں:

۱۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام صرف جائز ہی نہیں بلکہ بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔ یہ درود و سلام عربی میں بھی ہو سکتا ہے اور نعتیہ نثر یا نظم میں، کسی زبان میں بھی ہو سکتا ہے۔ البتہ اسے فلمی گانوں کے طرز میں گانا حضورؐ کی شان کے خلاف ہے۔

۲۔ بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کو ایصال ثواب کرنا بالکل جائز ہے۔

۳۔ پیری مریدی جائز ہے، البتہ مرید ہوتے وقت آدمی کو یہ دیکھ لینا چاہیے کہ جس شخص کے ہاتھ پر وہ بیعت کر رہا ہے وہ دین کا علم بھی رکھتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۱۵۶)

لاہور

۶ر اگست ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ مَیں نے اپنے آپ کو کبھی تنقید سے بالاتر نہیں سمجھا۔ ہر شخص کو میرے اوپر تنقید کا حق ہے اور جو نقص بھی اسے میرے اندر نظر آئے اسے بے تکلف مجھ سے بیان کر دینا چاہیے۔

کسی شخص کے گھر کے حالات کو سمجھنا ایک مرتبہ کبھی اتفاقاً اس کے ہاں چلے جانے سے ممکن نہیں ہوتا، بلکہ بعض اوقات آدمی حالات کی ناواقفیت کے باعث الٹے نتائج اخذ کر لیتا ہے۔ میرے ہاں جو خواتین اکثر آتی رہتی ہیں ان کو میرے گھر کے حالات اچھی طرح معلوم ہوتے ہیں، اس لیے وہ کسی غلط فہمی میں نہیں پڑتیں۔ آپ کی خالہ صاحبہ اتفاقاً ایسے زمانے میں میرے ہاں اچانک تشریف لائیں جب میری لڑکی کی شادی کے سلسلے میں کراچی سے میرے بہت سے رشتہ دار آئے ہوئے تھے۔ میرے سارے رشتہ دار جماعت اسلامی میں شامل نہیں ہیں بلکہ ایک میرا ہی اکیلا گھر ہے جو ان رشتہ داروں سے الگ راستے پر چل رہا ہے، ورنہ باقی سب اُس تہذیب میں بہہ چکے ہیں جو آج کل ہر طرف چھائی ہوئی ہے۔ مگر شادی بیاہ کے موقع پر اُن سب کا مقاطعہ کر دینا بھی میرے بس میں نہیں ہے۔ آپ کی خالہ صاحبہ آئیں تو انہی خواتین اور لڑکیوں سے انہیں سابقہ پیش آیا جو مہمان کی حیثیت سے آئی ہوئی تھیں۔ اُنہی میں سے ایک کا لڑکا بالکل بیٹلنز کی شکل بنائے پھرتا ہے۔ جب آپ کی خالہ صاحبہ بے پردہ آکر گھر کے برآمدے میں تشریف فرما ہوئیں

تو میرے کسی لڑکے نے بھی (جو معلوم نہیں کہ کونسا لڑکا تھا) ان سے بات کر لی ہو گی۔ جو پردہ دار عورتیں میرے ہاں آتی ہیں ان کے سامنے میرے لڑکے کبھی نہیں آتے۔ لیکن بے پردہ خواتین اکثر میرے ہاں آتی رہتی ہیں اور لڑکوں کے لیے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ خود اُن سے پردہ کیا کریں۔ آپ کی خالہ صاحبہ اگر مجھ سے ملنا چاہتی تھیں تو انہیں چاہیے تھا کہ پہلے مجھے مطلع کر کے وقت لے لیتیں۔ شادی کے زمانہ میں وہ آئیں تو غالباً میرے لڑکے نے یہ دیکھ کر کہ مجھے فرصت نہیں ہے خود اُن سے بات کر لی۔ عام دنوں میں جو خواتین بھی مجھ سے بات کرنا چاہتی ہیں انہیں جماعت کے لوگ گھر میں میری اہلیہ کے پاس بھیج دیتے ہیں اور پھر میری اہلیہ ہی اُن سے میری بات کراتی ہیں۔ آئندہ اگر آپ کی خالہ صاحبہ آنا چاہیں تو انہیں پہلے اطلاع دے کر وقت طے کر لینا چاہیے تاکہ وہ میری اہلیہ سے مل سکیں۔ نامناسب وقت پر کسی کے گھر اچانک پہنچ جانا اور پھر حالات سے ناواقفیت کی بنا پر جو کچھ دیکھنا اس سے الٹے سیدھے نتیجے نکال بیٹھنا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔

رہا آپ کے نانا کے گاؤں کے گرجے کا معاملہ تو اس کے متعلق جماعت اسلامی لاہور کے دفتر کو ہدایات دے دی گئی تھیں۔ لیکن آپ خود جانتے ہیں کہ اس وقت جماعت کے سارے کارکنوں کی توجہ انتخابات کی طرف ہے۔ جہاں پورے ملک کو گرجا یا کمیون یا کوئی اور خرابات بننے سے بچانے کا معاملہ ہو وہاں کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ جو کارکن پہلے ہی سخت مصروف ہیں وہ فوراً ایک گاؤں کے گرجے کا مسئلہ طے کرنے کی فکر کریں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۱۵۷)

لاہور

۱۰ر اگست ۱۹۷۰ء

عزیزم..... صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط مورخہ یکم اگست ملا۔ یہ معلوم کر کے دلی مسرت ہوئی کہ جو حالات آپ پر گزر رہے ہیں اس پر آپ صابر و شاکر ہیں اور اسلام کی خدمت کے لیے آپ کے عزم میں کوئی فرق نہیں آیا ہے بلکہ اس میں اور زیادہ پختگی پیدا ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں اور زیادہ اضافہ کرے اور آپ جیسے باہمت نوجوان لاکھوں کی تعداد میں پیدا کرے جو اس سرزمین میں کفر و الحاد اور بے دینی کے کسی فتنے کو سر نہ اٹھانے دیں۔

سی کلاس میں رکھ کر آپ کو جو تکلیف دی گئی ہے اس کی مطلق پروا نہ کریں۔ مجھے خود بھی چند روز سی کلاس میں رکھا گیا تھا۔ بلکہ میں پھانسی کی کوٹھڑی میں بھی چند روز گزار چکا ہوں جس کے حالات سی کلاس سے بھی زیادہ خراب ہوتے ہیں۔ اس لیے اگر آپ کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا ہے تو اس پر مجھے کوئی حیرت نہیں ہے۔

آپ لوگوں کی رہائی کے لیے جو ممکن کوشش ہے وہ برابر ہو رہی ہے۔ آگے فیصلہ اللہ کے ہاتھ ہے۔ مگر معافی مانگنا بالکل خارج از بحث ہے۔ خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۵۸)

لاہور

۱۰ر اگست ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ اہل برا اس کی پراگندگی اور انحطاط کے حالات معلوم کر کے افسوس ہوا۔ میں آج کل پورے پاکستان میں اسلام کی مخالف طاقتوں کے خلاف جس جدوجہد میں مشغول ہوں وہ مجھے اتنی مہلت نہیں دے سکتی کہ میں اپنے ان بھولے بسرے اور منتشر بھائیوں کو جمع کر کے ان کی بھلائی کے لیے کچھ کر سکوں۔ ان کی بے خبری کا عالم تو یہ ہے کہ برسوں سے پاکستان کے لوگوں کو عام طور پر معلوم ہے کہ یہاں مودودی خاندان کا ایک آدمی بھی ملک میں کام کر رہا ہے مگر اس ۲۳ سال کی مدت میں آپ کے سوا کسی نے بھی آج تک مجھ سے رابطہ قائم کرنے کا خیال تک نہیں کیا۔ اب میں کہاں سے اتنا وقت لاؤں کہ اتنے غافل لوگوں کو ہوشیار کرنے کے لیے کچھ کر سکوں۔

آپ جب چاہیں کسی روز بھی عصر اور مغرب کے درمیان آ کر مجھ سے ملیں۔ اس وقت زبانی آپ سے بات کر لوں گا کہ ان لوگوں کو باہم مربوط کرنے کے لیے کیا کیا جائے۔

خاکسار ابوالاعلیٰ

(۱۵۹)

لاہور

۱۰ر اگست ۱۹۷۰ء

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ مجھے نہایت مسرت ہوئی کہ آپ نے موجودہ زمانے کے الحادی

اور لادینی فتنوں کے مقابلے میں اہل اسلام کے اتحاد کی ضرورت کو محسوس کیا۔ اس اتحاد کے سلسلے میں یہ بات آپ سے مخفی نہیں ہے کہ مسلمانوں میں اہل تصوف بھی ہیں، بریلوی بھی، دیوبندی بھی اور اہل حدیث بھی۔ اگر یہاں کوئی ملحد، کمیونسٹ، سوشلسٹ یا علاقائی قوم پرستی میں مبتلا کوئی گروہ غالب آجائے تو وہ یہ نہیں دیکھے گا کہ بریلوی کون ہے، اہل حدیث کون، دیوبندی کون اور اہل تصوف کون۔ وہ ان سب کا ایک ساتھ خاتمہ کرے گا۔ اس لیے لامحالہ سب کو متحد ہو کر ہی ان کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ لیکن اگر اتحاد کے لیے یہ شرط ہو کہ مسلمانوں کے تمام گروہ اپنا اپنا مسلک چھوڑ کر کوئی ایک مسلک اختیار کرلیں، یا ان مختلف مسلکوں کے لوگ سب مل کر یا تو بریلوی بن جائیں یا اہل حدیث، یا دیوبندی، تو اس اتحاد کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اس طرح کی شرطوں کا نتیجہ سب کی تباہی اور یہاں اسلام کی بیخ کنی کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ اتحاد اگر ممکن ہے تو اسی طرح کہ سب اپنے اپنے مسلک پر قائم رہیں، ایک دوسرے کے ساتھ رواداری برتیں، اور ایک دوسرے کو اطمینان دلا دیں کہ وہ اپنا مسلک زبردستی دوسروں پر نہیں ٹھونسیں گے۔ میں اِسی بات کا قائل ہوں۔ جماعت اسلامی اگر برسرِ اقتدار آئے تو وہ مسلمانوں کے ہر مسلک کے لوگوں کو اپنے اپنے مسلک پر عمل کرنے کی پوری آزادی دے گی، کسی کے مسلک سے تعرض نہ کرے گی اور اسلام کے صرف اُن احکام کو از روئے قانون ملک میں رائج کرے گی جو تمام اہل اسلام کے نزدیک متفق علیہ ہیں۔

خاکسار

ابو الاعلیٰ

(۱۶۰)

لاہور

۱۳ر اگست ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ اور اس کے ساتھ وہ مطبوعہ اپیل بھی وصول ہوئی جس میں آپ نے بعض دوسری جماعتوں کے قائدین کے ساتھ مجھے بھی مخاطب فرمایا ہے۔ اس کے جواب میں چند کلمات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ آپ کی اور تمام شیعہ بھائیوں کی تسلی ہو جائے۔

جماعت اسلامی نے کبھی یہ نہیں کہا اور نہ اس کے لٹریچر یا منشور میں کہیں آپ یہ بات پا سکتے ہیں کہ پاکستان کی ریاست کا صدر لازماً فلاں مسلک کا مسلمان ہونا چاہیے۔ ہم صدر ریاست کے لیے صرف مسلمان ہونے کی شرط لگاتے ہیں۔

جب ہم خلافت راشدہ کے نمونے کی پیروی کرنے کا ذکر کرتے ہیں تو اس میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دَور بھی شامل ہوتا ہے، اور کم از کم وہ دَور تو ہمارے اور آپ کے درمیان مشترک ہے۔ باقی رہے پہلے تین خلفاء تو آپ جانتے ہی ہیں کہ ملک کے اہل سنت ان کی خلافت کو بھی خلافت راشدہ مانتے ہیں۔ ان کے اس عقیدے کو آپ چاہے صحیح نہ سمجھیں لیکن اس بات کو تو آپ تسلیم کریں گے کہ وہ یہ عقیدہ رکھنے کا ویسا ہی حق رکھتے ہیں جیسا آپ اپنا ایک عقیدہ رکھنے کا حق رکھتے ہیں۔ اب اگر مسلمانوں کی ایک متحدہ اسلامی ریاست قائم ہونے کے لیے یہ بات شرط قرار دے دی جائے کہ ملک میں جتنے مختلف مسلکوں کے مسلمان موجود ہیں وہ سب کسی ایک

مسلک پر متفق ہو جائیں تو یہ شرط نہ کبھی پوری ہوگی نہ اس شرط کے ساتھ دنیا میں کوئی اسلامی ریاست قائم ہو سکے گی۔

کتاب و سنت کی تعبیر کے معاملہ میں ہمیں اور آپ کو عام ملکی قانون (Public Law) اور شخصی قانون (Personal Law) کے درمیان لا محالہ فرق کرنا ہوگا۔ عام ملکی قانون بہر حال کتاب و سنت کی اُس تعبیر پر ہی بنے گا جسے اکثریت مانتی ہو۔ مراکو میں اکثریت مالکیوں کی ہے اس لیے وہاں کا پبلک لا مالکی تعبیر پر بنے گا۔ انڈونیشیا اور ملیشیا میں اکثریت شافعی ہے اس لیے وہاں کا پبلک لا شافعی تعبیر پر بنے گا۔ ایران میں اکثریت شیعہ ہے، اس لیے وہاں کا پبلک لا شیعہ تعبیر پر بنے گا۔ اور پاکستان میں اکثریت سنّی ہے اس لیے اگر یہاں آپ کوئی اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں تو اس کا پبلک لا لازماً سنّی تعبیر ہی پر بنے گا۔ البتہ پرسنل لا کے معاملے میں شیعوں کے لیے شیعہ تعبیر، اہل حدیث کے لیے اہل حدیث کی تعبیر، اور حنفیوں کے لیے حنفی تعبیر ہی مسلّم ہوگی۔

اس اصولی بات کو اگر تسلیم نہ کیا جائے تو پھر بہتر ہے کہ ہم اور آپ انگریزی، چینی، روسی یا کسی اور غیر اسلامی قانون پر متفق ہو جائیں، کیونکہ کتاب و سنت کی کوئی ایسی تعبیر ممکن نہیں ہے جو پبلک لا کے معاملہ میں حنفیوں، شیعوں اور اہل حدیث کے درمیان متفق علیہ ہو۔

تعلیم کے معاملہ میں ہم نے اپنے منشور کے صفحہ ۱۸ پر یہ تصریح کر دی ہے کہ ثانوی تعلیم تک ہر مسلمان بچے کو لازماً اسلامی عقائد اور ضروری احکام سے واقف کرایا جائے گا۔ اور جو مسلمان فرقے اکثریت سے مختلف عقائد رکھتے ہیں ان کے بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام ان کی مرضی کے مطابق الگ کیا جائے گا۔

مسلّمہ اسلامی فرقوں کے حقوق ہم نے اپنے منشور کے صفحہ ۳۲ پر ٹھیک ٹھیک

اُنہی الفاظ میں بیان کیے ہیں جو ۱۹۵۱ء میں سنّی اور شیعہ علماء کے باہمی اتفاق سے اسلامی ریاست کے ۲۲ اصولوں میں طے ہوئے تھے۔ منشور کی عبارت یہ ہے:

"مسلمہ اسلامی فرقوں کو حدودِ قانون کے اندر پوری مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ انہیں اپنے پیروؤں کو اپنے مذہب کی تعلیم دینے کا پورا حق ہوگا۔ وہ اپنے خیالات کی آزادی کے ساتھ اشاعت کر سکیں گے۔ ان کے شخصی معاملات کے فیصلے ان کے اپنے فقہی مذہب کے مطابق ہوں گے اور ایسا انتظام کرنے کی پوری کوشش کی جائے گی کہ انہی کے قاضی یہ فیصلہ کریں۔"

اس کے بعد مجھے امید ہے کہ آپ کو جماعت اسلامی کے متعلق کوئی غلط فہمی باقی نہ رہے گی۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۱۶۱)

لاہور
۱۵ر اگست ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ اور ڈاکٹر محمد یوسف صاحب کا مقالہ ملا۔ مجھے آپ کی النادی العربی کے مقاصد اور ڈاکٹر صاحب کے ارشادات سے پورا اتفاق ہے۔ جماعت اسلامی نے اپنے منشور میں اسی بنا پر یہ کہا ہے کہ ہم پورے ملک کے نظام تعلیم میں عربی زبان کو ایک لازمی مضمون کی حیثیت سے شامل کریں گے۔ ہمارے نزدیک دین کا فہم آدمی کو اس کے

بغیر حاصل نہیں ہو سکتا کہ آدمی قرآن و حدیث کو اُن کی اصل زبان میں سمجھ سکے۔ ملک میں اسلامی قانون بھی نافذ نہیں ہو سکتا جب تک فقہ اسلامی کے اصل مآخذ تک ہمارے وکلا اور حکام عدالت کی رسائی نہ ہو اور وہ سب عربی میں ہیں۔ اور عربی ہی مسلمانوں کی بین الاقوامی زبان بن سکتی ہے۔

خاکسار۔ ابوالاعلیٰ

(۱۶۲)

لاہور

۱۹ر اگست ۱۹۷۰ء

برادر گرامی قدر، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کی مطبوعہ دردمندانہ اپیل ملی۔ جس گہرے جذبۂ دینی و ملی کی بنا پر آپ نے یہ اپیل کی ہے، میں اس کی تہ دل سے قدر کرتا ہوں اور اس نیک مقصد میں ہر تعاون کے لیے حاضر ہوں۔ لیکن اس وقت ملک میں جو متضاد عناصر بے شمار پارٹیوں کی شکل میں متضاد مقاصد کے لیے کام کر رہے ہیں، ان کو جمع کر کے کوئی متفقہ فارمولا بنانا مجھے ممکن نظر نہیں آتا۔ اس وقت ہم یہ کوشش کر رہے ہیں کہ جن پارٹیوں کے درمیان کم از کم خیالات میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے ان کے درمیان ایک قابل عمل اتحاد ہو جائے۔ چنانچہ مشرقی پاکستان کی حد تک اس میں کامیابی ہو گئی ہے اور مغربی پاکستان میں اس کے لیے کوشش جاری ہے۔ اگر ایسی جماعتیں جو ملک میں اسلامی نظام بھی چاہتی ہیں اور ملک کی وحدت بھی قائم رکھنا چاہتی ہیں باہم مل کر کوشش کریں تو امید ہے کہ آئندہ اسمبلی میں اکثریت انہی کو حاصل ہو جائے گی۔ اور اگر انہوں نے ایک دوسرے سے الگ رہ کر بلکہ باہم مقابلہ کر کے کام کیا تو ملک کا خدا حافظ۔

خاکسار ابوالاعلیٰ

(۱۶۳)

لاہور

۲۰ر اگست ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کو معلوم ہے کہ پاکستان کی آبادی کا کتنا بڑا حصہ اس وقت ہر قسم کے علاج کی سہولتوں سے محروم ہے۔ طب جدید جس قدر گراں خرچ ہے اس کو دیکھتے ہوئے ایک مدت دراز تک یہ ممکن نہیں ہے کہ اس طریق علاج کے مطابق علاج کی سہولتیں ہم پورے ملک کی آبادی کو فراہم کر سکیں۔ اس لیے جس طریق علاج سے ہم اپنے دیہات اور شہروں کے غریب طبقوں کو کسی نہ کسی حد تک یہ سہولتیں بہم پہنچا سکیں اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ یونانی طب چاہے یونان میں ختم ہو چکی ہو، ہمارے ملک میں تو رائج ہے اور بکثرت لوگ اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ہومیوپیتھی بھی چاہے جرمنی میں رائج نہ ہو، مگر ہمارے ملک میں کثرت سے لوگ اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔ آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ عملی تجربہ کی رو سے یہ دونوں طریق علاج قطعی ناکام ہیں، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو لوگ اتنے بے وقوف نہیں تھے کہ جس علاج سے ان کو کوئی فائدہ نہ ہوتا ہو اس کی طرف وہ رجوع کرتے۔ عام مریض کو اُس جھگڑے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے جو حکیموں، ڈاکٹروں اور ہومیوپیتھوں کے درمیان اپنے اپنے طریق علاج کی بہتری اور دوسرے طریق علاج کی خرابی کے بارے میں برپا ہے۔ وہ تو فائدہ چاہتا ہے، خواہ کسی طریقِ علاج سے ہو۔

آپ نے ہوائی جہاز اور گاڑی کی جو مثال دی ہے وہی آپ کے استدلال کی

کمزوری پر دلیل ہے۔ کیا آپ پاکستان کی عام آبادی کے لیے ہوائی جہاز تو درکنار موٹروں اور بسوں کے ذریعہ سے بھی ٹرانسپورٹ کا پورا انتظام کر سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو بیل گاڑی، گدھے، اونٹ، ٹٹو، جو بھی میسّر ہیں ان کو استعمال کرنا ہی ہوگا۔

شاید یہ بات آپ کی دلچسپی کی موجب ہو کہ چین میں اب تک قدیم چینی طب، جدید طب کے ساتھ ساتھ رائج ہے اور اس کو حکومت کی سرپرستی بھی حاصل ہے، کیونکہ حکومتِ چین یہ محسوس کرتی ہے کہ اپنی ۷۵ کروڑ آبادی کے لیے وہ جدید طب کی سہولتیں بہم نہیں پہنچا سکتی۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۶۴)

لاہور

۲۴ اگست ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اِس کارزارِ حیات میں اللہ ربّ العالمین سے دعا مانگنا ایک بندۂ مومن کا بہترین ہتھیار ہے۔ احادیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مشکل و ناسازگار حالات میں جہاں دوسری تدابیر اختیار فرماتے وہاں اللہ تعالیٰ سے کثرت کے ساتھ دعا بھی کیا کرتے تھے۔ جس زمانے میں اعدائے اسلام کا بظاہر بڑا زور دکھائی دیتا تھا، اس زمانے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بالخصوص درج ذیل دعا پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ

"اے اللہ ہم تجھی کو ان کی گردنوں پر مسلّط کرتے ہیں اور تجھی سے ان کی شرارتوں

کے بالمقابل پناہ طلب کرتے ہیں۔" (مرتب)

یہ دعا بہت مختصر اور جامع ہے اور اِس وقت پاکستان اور پورے عالم اسلام کے مسلمان جن داخلی و خارجی فتنوں سے دوچار ہیں ان کے پیشِ نظر یہ دعا بہت موزوں اور برمحل ہے۔ اس لیے مَیں نے جماعت اسلامی کے کارکنوں کو بالخصوص اور دوسرے تمام مسلمانوں کو بالعموم یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ یہ مسنون دعا نمازوں کے ساتھ اور دوسرے اوقات میں کثرت سے مانگا کریں تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں اور بے دینوں کے نرغے سے ہمیں بچائے اور خود ہی اپنی بے پناہ طاقت سے ان کے شر کو دفع کرے۔

خاکسار ابوالاعلیٰ

(۱۶۵)

لاہور

۲۵ راگست ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ مورخہ ۱۷ راگست ملا۔ مجھے افسوس ہے کہ جو باتیں مَیں نے رفع نزاع کے لیے کہی تھیں وہی باعث نزاع بن گئیں۔ اگر یہ واقعی میرے ہی بیان کا قصور ہے تو اللہ مجھے معاف فرمائے۔ لیکن آپ کے عنایت نامے سے مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ اس حقیقی صورت حال سے قطع نظر فرما رہے ہیں جس سے فی الواقع ہمیں سابقہ درپیش ہے اور ایک خیالی صورت حال پر گفتگو فرما رہے ہیں جو حقیقت میں موجود نہیں ہے۔

کیا آپ اِس سے انکار کر سکتے ہیں کہ ہم سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے دَور سے متصل زمانے میں نہیں جی رہے ہیں بلکہ اس کے ۱۳ سو سال بعد کے دَور میں سانس لے رہے ہیں؟ اس

طویل دَور میں شیعہ اور سنی اختلافات عقیدے اور قانون، دونوں کے معاملہ میں پیدا ہوئے۔ حنفیوں، شافعیوں، حنبلیوں، مالکیوں اور اہل تشیّع کی الگ الگ فقہیں مرتب ہوگئیں۔ ان عقائد اور فقہوں کی پیروی دنیا کی مسلم آبادی کے بہت بڑے بڑے گروہ صدیوں سے کر رہے ہیں، اور ہمارے لیے اب یہ ممکن نہیں ہے کہ اِن ۱۳ صدیوں کی ساری تاریخ پر خطِ نسخ پھیر کر ٹھیک اسی مقام پر جا پہنچیں جہاں حضرت علی کی شہادت کے وقت ہم تھے۔ اگر ایسا ہونا ممکن ہوتا تو یہ ہماری خوش قسمتی ہوتی۔ اب آپ اچھی طرح غور کر کے مجھے بتائیں، کیا اب یہ ممکن ہے کہ حنفی اپنی فقہ حنفی کو چھوڑ کر، اور شیعہ اپنی فقہ جعفری کو چھوڑ کر، آئندہ اسمبلیوں میں پرسنل لا کے لیے نہیں بلکہ عام قوانین کے لیے ایک نئی فقہ بنائیں اور وہ پاکستان کی پوری آبادی کے لیے مسلم اسلامی قانون ہو؟ آپ کو اگر یہ ممکن نظر آتا ہو تو ضرور اس کی کوشش فرمائیں۔ میں بھی دعا کروں گا کہ صدیوں کی یہ فرقہ بندی آپ کی کوششوں سے ختم ہو جائے۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۱۶۶)

لاہور
۲۵ اگست ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ غالباً اس کو تحریر کرنے کے بعد آپ نے میرا وہ بیان بھی پڑھ لیا ہوگا جو مولانا اظہر حسین زیدی صاحب کے بیان کے جواب میں میں نے دیا ہے۔ ان دونوں بیانات کو آپ پھر بغور ملاحظہ فرمائیں اور خود ہی سوچیں کہ پرسنل لا کو چھوڑتے

ہوئے صرف پبلک لا کے معاملہ میں جو مسائل پیدا ہوتے ہیں ان کا عملی حل اُس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے جو میں نے پیش کیا ہے۔ بہت کم مسائل ایسے ہیں جن میں حنفی اور جعفری فقہ کے احکام یکساں ہیں۔ ایسے مسائل تو بلا اختلاف قانونی شکل اختیار کر سکتے ہیں۔ مگر جہاں حنفی اور جعفری فقہ میں اختلاف ہے، وہاں اگر آپ کی تجویز کردہ صورت اختیار کی جائے تو ہماری آئندہ اسمبلیوں کو یا تو ایک مجلس مناظرہ میں تبدیل کرنا ہوگا جس میں شیعہ اور حنفی علمار ہفتوں اور مہینوں وہی بحثیں دہراتے رہیں جو مدتہائے دراز سے جاری ہیں، یا پھر دونوں فقہوں کو چھوڑ کر ایک نئی فقہ مرتب کرنی ہوگی جو نہ پوری حنفی فقہ ہوگی نہ پوری جعفری فقہ۔ اور امید نہیں کہ اس نئی فقہ کو حنفی اور شیعہ سب اسلامی قانون کی حیثیت سے تسلیم کر لیں۔ اِس دَلدَل میں اگر آپ اس ملک کے مسلمانوں کو پھنسانا پسند کرتے ہیں تو اس کا آپ کو اختیار ہے، ورنہ سیدھا اور صاف راستہ میرے نزدیک یہی ہے کہ جس طرح ایران میں پبلک لا جعفری فقہ کے مطابق ہونا چاہیے اور وہاں کے سنیوں کو یہ پوزیشن قبول کرنی چاہیے، اُسی طرح پاکستان میں پبلک لا حنفی اکثریت کی فقہ پر مبنی ہونا چاہیے اور یہاں بھی اہل تشیّع کو یہ پوزیشن قبول کر لینی چاہیے۔ مَیں اپنی حد تک آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر میں ایران کا باشندہ ہوتا تو ہرگز یہ مطالبہ نہ کرتا کہ یہاں ملک کا پبلک لا جعفری فقہ پر مبنی نہ ہو، بلکہ صرف یہ کہتا کہ میرا پرسنل لا میرے لیے محفوظ رہنا چاہیے۔

خاکسار

ابوالاعلےٰ

---

(۱۶۷)

لاہور

۲۹ر اگست ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامہ مورخہ ۲۲ر اگست ملا۔ یہ معلوم ہو کر افسوس ہوا کہ پچھلے دنوں آپ علیل رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت بخشے۔

جماعت اسلامی کی طرف سے سردست دستور کا ابتدائی مسودہ تیار کرایا جا رہا ہے۔ مکمل ہونے کے بعد چند خاص خاص اہل نظر حضرات کو اس کی نقلیں بھیجی جائیں گی تا کہ وہ ہر پہلو سے اس کا جائزہ لے کر اپنی تجاویز نوٹ کر دیں۔ مسودہ سامنے ہو تو اس پر غور و خوض کرنا اور اس میں اصلاح و ترمیم تجویز کرنا نسبتہً آسان ہوگا۔ اس کی تکمیل کے بعد آپ کو اطلاع دے دی جائے گی۔ آپ مناسب سمجھیں تو یہاں تشریف لا کر اس پر غور فرمائیں اور اس کی ضرورت نہ سمجھیں تو اس کی نقل آپ کو حیدر آباد ہی بھیج دی جائے گی۔

جماعت اسلامی کے متعلق آپ نے جن امور کا ذکر فرمایا ہے ان کے بارے میں مَیں آپ کا بہت شکر گزار ہوں کہ کمزوریوں کے جو جو پہلو آپ کی نگاہ میں تھے وہ آپ نے صاف صاف بتا دیے۔ میری مشکل یہ ہے کہ نہ مَیں خود اپنی زندگی کو طول دے سکتا ہوں اور نہ یہی بات میرے امکان میں ہے کہ اپنے جیسا ایک دوسرا آدمی پیدا کر دوں۔ قوم میں جو قحط الرجال ہے آپ اس سے خوب واقف ہیں۔ ۲۹ سال کی محنت سے جو بہتر سے بہتر آدمی مل سکے ان کو جمع کر دیا۔ جس حد تک ان کی تربیت کر سکتا تھا اس میں اپنی طرف سے کوتاہی نہیں کی۔ جن کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش میرے امکان میں تھی اور ہے انہیں دور

کرنے کی کوشش کرتا رہا ہوں اور اب بھی کر رہا ہوں۔ لیکن جو کام خدا کے کرنے کے ہیں وہ خدا ہی اپنے فضل سے کرے گا تو بگڑی بن جائے گی، ورنہ بندے کے بس سے جو کچھ باہر ہے اس کے معاملہ میں مرضی الٰہی کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۶۸)

لاہور

یکم ستمبر ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ قائداعظم محمد علی جناح مرحوم و مغفور جن کا آپ یوم ولادت منا رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں یہ سعادت نصیب ہوئی کہ وہ اس دور میں روئے زمین پر مسلمانوں کی سب سے بڑی مملکت کو وجود میں لانے کا باعث بنے۔ اس کشمکش اور جدوجہد میں انہیں بیک وقت انگریزوں، ہندوؤں اور سکھوں کی شدید مزاحمت و مخالفت سے سابقہ درپیش تھا جن میں سے ہر ایک قیام پاکستان کے خلاف ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قائداعظم کو اپنے مقصد میں کامیاب فرمایا اور مخالفین کی متحدہ قوت ان کے مقابلے میں بے بس ہو گئی۔ ان کی اس عدیم النظیر کامیابی کے چند وجوہ تھے اور اُن میں سے ہر ایک میں ہمارے لیے ایک سبق ہے۔

پہلی بات یہ کہ جب قرارداد پاکستان پاس ہو گئی اور برصغیر ہندوستان کے مسلمانوں کے مسئلے کا آخری حل یہی طے پایا کہ ملک تقسیم ہو تو قائداعظم نے بعض سیکولر اور سوشلسٹ

عناصر کے علی الرغم اس بات کا غیر مبہم اعلان کر دیا کہ پاکستان میں اسلام کا اجتماعی نظام قائم کیا جائے گا اور مذکورہ عناصر کو متنبہ کیا کہ وہ اپنی روش سے دست کش ہو جائیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مسلمان جو خطۂ پاکستان سے دور دراز بستے تھے، وہ بھی اُخوّتِ اسلامیہ کے جذبے سے سرشار ہو کر قیام پاکستان کی جد و جہد میں شریک ہو گئے

قائداعظم کی کامیابی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے مخالفین کی گالیوں اور الزام تراشیوں کو کبھی درخور اعتنا نہ سمجھا اور نہ ان کا جواب دینے میں اپنا وقت ضائع کیا، بلکہ ہمیشہ اپنے مقصد کو سامنے رکھ کر اس کی طرف مستقل مزاجی سے پیش قدمی کرتے رہے۔ جس انسان کو بھی دنیا میں کوئی مثبت تعمیری کام کرنا ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس طریقے پر عمل کرے اور زندگی کی مہلت کو مفید اور نتیجہ خیز مصرف میں صرف کرے۔

قائداعظم کی سیرت میں تیسری خوبی یہ تھی کہ وہ ایک جمہوریت پسند انسان تھے۔ انہوں نے ہمیشہ اپنے رفقاء سے مشورہ اور ان کا اعتماد حاصل کرتے ہوئے کام کیا اور پاکستان میں ایک جمہوری نظام کی تشکیل کو پیش نظر رکھا۔ پاکستان میں بعض لوگوں نے اثبات جرم کے بغیر شہری آزادیاں سلب کرنے والے سیفٹی ایکٹ کی قسم کے قوانین کو رائج رکھنا چاہا تو انہوں نے صاف طور پر کہہ دیا کہ میں جن مبغوض قوانین (Wretched) کے خلاف انگریز کی اسمبلی میں آواز اٹھاتا رہا ہوں، اب میں خود انہیں حیات نو کا پروانہ کیسے دے سکتا ہوں؟۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ اُن کی خوبیوں کا مسلمانان پاکستان کو وارث بنائے اور مرحوم کو اُن کی خدمات کا بہترین اجر عطا فرمائے۔ خاکسار ابوالاعلیٰ

(۱۶۹)

لاہور

۲ر ستمبر ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ جماعت میں رابطۂ عوام کی جو کمی آپ محسوس کر رہے ہیں وہ اپنی جگہ صحیح ہے، لیکن جماعت کے کارکنوں کی تعداد جتنی بڑھ رہی ہے اسی رفتار سے رابطۂ عوام میں بھی بتدریج اضافہ ہو رہا ہے۔ خصوصاً پچھلے سات آٹھ مہینوں میں قدم بہت کچھ آگے بڑھا ہے۔ جن شدید حالات سے ہمیں سابقہ درپیش ہے وہ آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔ مذہبی جماعتیں بھی کھلی یا چھپی مخالفت کر رہی ہیں۔ اکثر سیاسی جماعتیں بھی مخالف ہیں۔ اور تمام گمراہ تحریکیں بالاتفاق جماعت کے خلاف اپنا سارا زور صرف کر رہی ہیں۔ ایسی حالت میں جتنا اور جو کچھ کام جماعت اپنے قلیل وسائل اور مٹھی بھر کارکنوں کے ذریعہ سے کر رہی ہے وہ بسا غنیمت ہے۔ میری جن تحریرات پر صریح بد دیانتی کے ساتھ اعتراضات کیے جا رہے ہیں ان کا جواب دینے میں اگر میں لگ جاؤں تو پھر کوئی اور کام نہیں کر سکتا۔ جماعت کے لوگوں کا یہ کام ہے کہ جہاں جہاں بھی ان اعتراضات سے لوگ متاثر ہوں ان کو میری اصل تحریریں سیاق و سباق کے ساتھ پڑھوا دیں یا پڑھ کر سنا دیں۔

آپ کے ذاتی معاملہ میں میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ اپنے حالات کو اچھی طرح دیکھ لیں۔ اگر آپ اپنے اندر اتنی قوت پاتے ہوں کہ ملازمت چھوڑ کر مشکلات کا مقابلہ کر سکیں تو چھوڑ دیجیے ورنہ اس قدر احتیاط برتیں کہ آپ کی ملازمت خطرے میں نہ پڑے۔

خاکسار ابوالاعلیٰ

(۱۷۰)

لاہور

۲ر ستمبر ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ جس تفصیل کے ساتھ آپ نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اس سے آپ کے دل کی دردمندی کا احساس ہوا۔ مجھے تقسیم سے پہلے ہی اِن حالات کا اندازہ تھا جو اب آپ کے سامنے آرہے ہیں۔ اسی بنا پر میں نے لیگ میں شرکت سے پرہیز کر کے جماعت اسلامی کو منظم کیا تھا، تاکہ آگے ہندوستان اور پاکستان میں جو حالات پیش آتے نظر آرہے تھے ان کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک منظم جماعت تیار رہے۔ اس وقت بہت سے مسلم لیگی حضرات مجھ سے ناراض تھے، اور اب بھی بہت سے ناراض ہیں۔ لیکن مَیں نے اس وقت بھی اپنا فرض انجام دیا تھا اور اب بھی انجام دے رہا ہوں۔ جن فتنوں سے پاکستان اس وقت دوچار ہے جماعت اسلامی ان سب کے مقابلے میں اپنے ذرائع و وسائل اور اپنے کارکنوں کی حد استطاعت تک کام کر رہی ہے۔ آپ کے لیے بھی اگر ممکن ہو تو اس کام میں جماعت کا ہاتھ بٹائیں۔

خاکسار ابوالاعلیٰ

(۱۷۱)

لاہور

۱۲ر ستمبر ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا ارسال کردہ مسوّدۂ آئین وصول ہوا۔ انشاء اللہ اس سے بھی استفادہ کی کوشش

کی جائے گی۔ دوسری جگہوں سے بھی مفید تجاویز آ رہی ہیں۔

اسلامی قانون کی تدوینِ جدید سے مراد کوئی نیا قانون بنانا نہیں ہے بلکہ اسلامی قوانین کو جو پہلے سے موجود ہیں جدید قانونی کتابوں کے طرز پر مرتب کرنا ہے تاکہ اس زمانے کی عدالتیں اور وکلاء ان کے مطابق کام کر سکیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۷۲)

لاہور

۱۵ ستمبر ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کے مخلصانہ جذبات اور دعاؤں کے لیے شکر گزار ہوں۔

آج تک شدید دشمنی اور مخالفت کے ماحول میں اللہ ہی کے بھروسے پر کام کرتا رہا ہوں اور انشاء اللہ کرتا رہوں گا۔ جب اور جس طرح مالک کی مرضی ہوگی اپنے حضور بلا لے گا اس سے پہلے دنیا کی کوئی طاقت مجھے ختم کرنا چاہے گی بھی تو نہ کر سکے گی۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۱۷۳)

لاہور

۱۶ ستمبر ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۵ اگست ملا۔ جتنی تکلیف آپ کو میرے ۱۵ اور ۲۰ اگست کے بیانات سے ہوئی ہے، اس سے کچھ زیادہ ہی تکلیف مجھے اس بات سے ہوئی ہے کہ اہلسنّت میں جو شخص سب سے زیادہ بے تعصب، اور فرقہ بندی کے جھگڑوں سے دور، اور تمام مسلمانوں کے درمیان بلا امتیازِ مذہب و مسلک ایک ملی وحدت پیدا کرنے کے لیے کوشاں آپ کو مل سکتا تھا، اُسی سے آپ کو اور دوسرے شیعہ بھائیوں کو شکایت پیدا ہو گئی ہے۔ حالانکہ اگر آپ میرے اُن دونوں بیانات کو پھر ٹھنڈے دل سے دیکھیں تو آپ کو ان میں کوئی معقول وجہ شکایت نہیں ملے گی۔ آپ نے ۳۱ علماء کے جن متفق علیہ ۲۲ نکات کا حوالہ دیا ہے، ان پر خود میرے بھی دستخط ہیں اور ان سے نہ میں نے ذرہ برابر انحراف کیا ہے، نہ جماعت اسلامی نے۔ جماعت کے منشور میں مسلّمہ اسلامی فرقوں کے حقوق بیان کرتے ہوئے بعینہٖ وہی عبارت نقل کی گئی ہے جو ان متفقہ ۲۲ نکات میں درج ہے۔ (ملاحظہ ہو منشور جماعت صفحہ ۳۳)۔ تعلیم کے سلسلے میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ جو مسلمان فرقے اکثریت سے مختلف عقائد رکھتے ہیں ان کے لیے ان کی اپنی مرضی کے مطابق حتی الامکان جداگانہ انتظامات کیے جائیں گے (صفحہ ۱۸)۔ اس فقرے میں حتی الامکان سے مراد یہ ہے کہ کہیں ایسے دو تین ہی بچے ہوں تو ان کی مذہبی تعلیم کے لیے مقامی طور پر کوئی مناسب انتظام کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ ان اصولوں کی دفعہ ۷، جس کا حوالہ آپ نے دیا ہے

وہ پہلے ہی ۱۹۵۶ء کے دستور میں موجود ہے اور جماعت اسلامی اس دستور کی حامی ہے اس لیے منشور میں اس کا الگ ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

اب آپ ذرا میرے ان بیانات پر پھر ایک نگاہ ڈالیں۔ میں نے ان میں یہ کہا ہے کہ جہاں تک انتظامیہ اور عدلیہ کا تعلق ہے، ان میں سنی شیعہ کا مسئلہ ہمارے ہاں نہ پہلے کبھی پیدا ہوا ہے، نہ اب انشاء اللہ کبھی پیدا ہوگا۔ عدالت کے بڑے سے بڑے مناصب پر شیعہ سنی سب فائز ہوتے رہے ہیں اور کبھی کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا نہیں ہوا کہ حاکم عدالت شیعہ ہے یا سنی۔ کئی سربراہ ریاست شیعہ رہے ہیں اور ان کے بارے میں مذہب کی بنیاد پر کوئی سوال کبھی پیدا نہیں ہوا۔ دو کمانڈر ان چیف بھی شیعہ رہے ہیں۔ ان کے بارے میں کبھی یہ سوال پیدا نہیں ہوا۔ انتظامیہ کے ہر شعبے میں نیچے سے اوپر تک شیعہ سنی سب مقرر ہوتے رہے ہیں اور ان کے معاملہ میں بھی یہ سوال کبھی نہیں اٹھا کہ کون شیعہ ہے اور کون سنی۔ اسمبلیوں میں بھی شیعہ ممبر منتخب ہوئے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ اس معاملہ میں بھی جداگانہ نمائندگی کا سوال اٹھانا مفید ہونے کے بجائے نقصان دہ ثابت ہوگا۔ میرے علم میں اب تک یہ بات نہیں آئی کہ کسی آزاد امیدوار یا کسی پارٹی کے امیدوار کے بارے میں یہ سوال کبھی اٹھا ہو کہ وہ شیعہ ہے یا سنی۔

اصل مشکل قانون سازی کے معاملہ میں، اور وہ بھی صرف عام ملکی قانون (پبلک لا) کے معاملہ میں پیش آتی ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آئندہ ایک مدت دراز تک یہاں اسمبلیوں میں ایسے وسیع النظر دینی عالم منتخب ہو کر آسکتے ہیں جو براہ راست قرآن و سنت سے احکام کا استنباط کر کے ایک نئی فقہ بنانے کے اہل ہوں؟ اگر ایسا ہونا ممکن نہیں ہے، اور موجودہ زمانے کے قانون سازوں کی بنائی ہوئی فقہ نہ شیعوں کے لیے قابل اطمینان ہو سکتی ہے نہ

سنّیوں کے لیے، تو اس کے سوا آخر کیا چارہ ہے کہ پبلک لا اکثریت کے مسلک کے مطابق بنے ؟ یہ صورت اگر آپ کو منظور نہیں ہے تو پھر ہمیں انگریزی دَور کے قوانین پر ہی متفق ہونا پڑے گا، کیونکہ پبلک لا میں بے شمار مسائل ایسے ہیں جن میں اکثریت کا مذہب شیعہ فقہ سے مختلف ہے اور از روئے انصاف یہ مطالبہ آپ نہیں کر سکتے کہ اکثریت اپنا مذہب چھوڑ کر شیعہ فقہ کو قبول کر لے۔

رہا خلافت راشدہ کا معاملہ، تو اہل سنت جب اس نظام کو اپنا مثالی نظام قرار دیتے ہیں تو اس سے مراد یہ نہیں ہوتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے قائم کردہ نظام کو چھوڑ کر ہم اس نظام کو اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ ایسا خیال اگر کسی کے دل میں بھی آجائے تو وہ دائرہ اسلام میں نہیں رہ سکتا۔ دراصل اِس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ حضور تو نبی تھے اور براہ راست اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے تحت کام کرتے تھے۔ اس نوعیت کا نظام تو اب قائم نہیں ہو سکتا، کیونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ البتہ اب جو نظام چلایا جا سکتا ہے وہ اُس نوعیت ہی کا نظام ہو سکتا ہے جو آپؐ کے جانشینوں نے چلایا تھا۔ ان جانشینوں کے معاملہ میں سنّیوں اور شیعوں کے نقطۂ نظر کا اختلاف آج کا نہیں ہے، صدیوں سے چلا آرہا ہے۔ لیکن ہمارے پیشِ نظر ان اختلافات کو تازہ کرنا نہیں ہے، بلکہ عدل و انصاف کے اُن اصولوں کی پیروی کرنا ہے جو خلافت راشدہ کے زمانے میں برسرکار تھے۔ شیعہ حضرات پہلے تین خلفاء کو نہیں مانتے تو ہمیں اس پر اصرار نہیں ہے کہ وہ اب انہیں مان لیں۔ لیکن یہ تو اُنہیں معلوم ہے کہ سنی ان کو مانتے ہیں اور ان کے اس حق کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اُنہیں مانیں۔ ہم اگر مل کر کام کر سکتے ہیں تو اسی طرح کر سکتے ہیں کہ ایک دوسرے کے نقطۂ نظر کو سمجھیں اور رواداری کے ساتھ ہر ایک کے اِس حق کو مانیں کہ وہ اپنے نقطۂ نظر پر قائم رہے۔

خاکسار۔ ابوالاعلیٰ

(۱۷۴)

لاہور

۱۶ ستمبر ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ جواب میں تاخیر کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

آپ نے جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے ان کو میں نے پورے غور کے ساتھ پڑھا ہے ان کے بارے میں مختصراً چند باتوں کی طرف آپ کو توجہ دلاتا ہوں۔

۱۔ ہم جب کسی خاص زمانے اور خاص قسم کے حالات میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے کام کر رہے ہوں، تو ہمیں حالتِ مطلوبہ اور حالتِ موجودہ کے درمیان فرق کو اچھی طرح سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیے۔ حالتِ مطلوبہ تو فی الواقع یہی ہے کہ تحقیق کا دروازہ کھلے، وسیع النظر اہل علم تعصبات سے پاک ہو کر کتاب و سنت سے براہ راست احکام کا استنباط کریں اور اس میں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، زیدی، جعفری، ظاہری، تمام فقہوں سے استفادہ کریں۔ لیکن اس طرح کے اہل علم تیار کرنے کا کوئی انتظام آج تک نہ ہمارے قدیم نظام میں کیا گیا ہے، نہ جدید نظام تعلیم میں۔ خدا کرے کہ آئندہ ہم نظامِ تعلیم کی ایسی اصلاح کرنے میں کامیاب ہو جائیں جس سے مجتہد پیدا ہو سکیں۔ حالت موجودہ یہ ہے کہ حنفی اپنی حنفی فقہ ہی کی پیروی کر رہے ہیں اور اہل حدیث اور شیعہ اپنی اپنی فقہوں کے پیرو ہیں۔ ہر گروہ کے علماء اپنے اپنے مذہب کے مطابق ہی فتوے دے رہے ہیں اور ہر گروہ کے عوام انہی کے فتاویٰ کی پیروی کو اسلام کی پیروی سمجھتے ہیں۔ اس پر مزید یہ کہ ایک مدت تک انتخابات کے ذریعے سے ایسے

لوگوں کی کوئی بڑی تعداد اسمبلیوں میں پہنچنے کی امید نہیں ہے جو کم از کم ان مذاہب کے مطابق ہی اسلام کا کافی علم رکھتے ہوں۔ ایسے حالات میں اگر اسلام سے ناواقف جدید تعلیم یافتہ اور نیم تعلیم یافتہ قانون سازوں کی اکثریت اپنے اجتہاد سے پبلک لا بنانے کی کوشش کرے تو یہ ایسا فتنہ اُٹھے گا جس پر سُنّی، شیعہ، اہل حدیث، سب چیخ اُٹھیں گے۔

جہاں تک دستور کا تعلق ہے، اگر آپ حضرات نے اِس وقت شیعوں کی علیحدہ نمائندگی، ملازمتوں میں تناسب، اور لُبنان کے طرز کے دستور پر (جسے فرانسیسی استعمار نے انتہائی شرارت کے ساتھ مرتب کیا تھا) اصرار کیا تو میرے نزدیک یہ خود شیعوں کے لیے بھی نقصان دہ ہوگا اور ملک کے لیے بھی۔ اس ملک کی اسمبلیوں کے انتخابات میں، اس کی ملازمتوں میں، اس کی صدارت اور اس کی افواج کی قیادت کے معاملہ میں، اس کی بلند ترین عدالتوں کے مناصب پر مقرر کیے جانے میں جو مسئلہ کبھی پیدا نہ ہوا تھا، آج اُس کو اُٹھا کر آپ آخر خود شیعہ برادری کی بھی کیا خدمت انجام دیں گے؟۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۱۷۵)

لاہور
۱۶ ستمبر ۱۹۶۰ء

عزیزم قمر میاں، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

تمہارا خط ملا۔ قدرتی بات ہے کہ میرے قتل کے لیے آنے والے نوجوان کا واقعہ

سُن کر بہن[1] کو اور تمہیں ضرور رنج ہوا ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ جب تک مجھے زندہ رکھنا چاہے گا کوئی میرا بال بیکا نہ کر سکے گا۔ اسی کے بھروسے پر میں کام کر رہا ہوں۔ افسوس ہے کہ میری صحت اب اتنی خراب ہو گئی ہے کہ میرے لیے باہر دورے کرنے اور تقریریں کرنے کے لیے نکلنا مشکل ہے۔ اسی وجہ سے لائلپور نہ آسکا۔

مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ تم نے بی۔ کام کا امتحان دے دیا ہے۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اچھے نمبروں سے کامیاب کرے۔

مخالفین میرے متعلق جو طرح طرح کے سوالات کرتے ہیں ان کے جوابات دینے کی فکر میں اگر پڑو گے تو تم جواب دیتے دیتے تھک جاؤ گے اور وہ سوالات کرتے نہ تھکیں گے۔ اور مجھے بھی اپنے کاموں سے اتنی فرصت نہیں ملتی کہ میں اس طرح کے سوالات کے مفصل جوابات دیتا رہوں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۷۶)

لاہور

۲۶ ستمبر ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ مجھے ہمیشہ کوٹ پتلون اور ہیٹ سے نفرت رہی ہے۔ نہ کبھی پتلون پہنی، نہ ہیٹ لگایا، اور نہ اُس طرح کا کوٹ پہنا جو پتلون کے ساتھ پہنا جاتا ہے۔ ہمیشہ میری وضع شیروانی

---

[1] مکتوب الیہ قمر الزمان صاحب کی والدہ محترمہ مولانا مودودی صاحب کی والدہ مرحومہ کے ماموں زاد بھائی کی صاحبزادی ہیں۔ اس طرح وہ مولانا محترم کی رشتے میں بہن ہوتی ہیں۔

اور پاجامہ پہننے کی رہی ہے۔ پہلے ترکی ٹوپی پہنتا تھا اور اب تقریباً ۲۲ سال سے وہ ٹوپی پہن رہا ہوں جو آج کل آپ دیکھتے ہیں۔ جن صاحب نے آپ سے یہ بات کہی ہے کہ میں کبھی مغربی لباس پہنا کرتا تھا اُن سے کہیے کہ جھوٹ بولتے ہوئے کچھ تو خدا کا خوف کیا کریں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۷۷)

لاہور

۲۷ ستمبر ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ اس بات کی کوئی حقیقت نہیں ہے کہ "دولت آصفیہ اور حکومت برطانیہ" نواب بہادر یار جنگ مرحوم نے مجھ سے لکھوائی تھی۔ جس وقت یہ کتاب میں نے لکھی ہے اس زمانے میں نواب بہادر یار جنگ کو میں جانتا تک نہیں تھا اور نہ وہ مجھے جانتے تھے۔ ہمارا تعارف اس کے بعد ہوا ہے۔ یہ کتاب دراصل میں نے خود ہی اُس موقع پر لکھی تھی جب نظام مرحوم نے برار کا مسئلہ از سر نو چھیڑا تھا۔

خاکسار

(۱۷۸)

لاہور

۳۰ ستمبر ۱۹۷۰ء

مکرمی،

تسلیمات

آپ کا گرامی نامہ ملا۔ نیاز بہادر خاں صاحب چنچل گوڑہ میں دفن نہیں بلکہ شہید ہوئے تھے۔ مدفن کا مجھے علم نہیں۔ غالباً میرے بڑے ماموں صاحب کو علم ہوگا۔ مگر

ان کا انتقال چونکہ میرے بچپن ہی میں ہو گیا تھا اس لیے اُن سے کوئی معلومات مجھے حاصل نہیں ہوئیں۔ سالکؔ مرحوم جس خاندان میں بیاہے گئے تھے وہ دہلی ہی کا ایک خاندان تھا۔ لیکن مجھے بس اتنا ہی معلوم ہے کہ میری نانی صاحبہ کے بھائی کا نام مرزا غلام شاہ خان تھا اور وہ مرزا ولی اللہ بیگ کے والد تھے۔ خاکسار

ابوالاعلےٰ

(۱۷۹)

لاہور

۳۰ ستمبر ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ اردو زبان میں مٹھ مارنا کسی چیز کو بالکل ضائع اور برباد کرنے کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ میں دہلی کا رہنے والا ہوں۔ آپ دہلی کے کسی باشندے سے پوچھ لیجیے کہ اِس محاورہ کے کیا معنی ہیں۔ مُحق کے لیے اِس سے زیادہ موزوں کوئی لفظ اُردو میں نہیں ہے۔ جامع اللغات مرتبہ خواجہ عبدالمجید بی اے، شائع کردہ جامع اللغات کمپنی لاہور، میں بھی مٹھ مارنے کے معنی خراب کر دینا، بگاڑ دینا، ستیاناس کر دینا لکھے ہوئے ہیں۔ معلوم نہیں آپ نے لغت کی کون سی کتاب دیکھی ہے۔ خاکسار

ابوالاعلےٰ

(۱۸۰)

لاہور

یکم اکتوبر ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ میں نے اپنی کتاب "سود" میں اور ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی

نے اپنی کتاب "غیر سودی بنکاری" میں اور ڈاکٹر انور اقبال قریشی نے اپنی کتاب "On Interest" میں تفصیل کے ساتھ بحث کر کے بتایا ہے کہ ہم سود کو ساقط کر کے جدید دور میں ایک بہترین بینکنگ سسٹم کیسے چلا سکتے ہیں۔ آپ کچھ وقت نکال کر یہ کتابیں پڑھ لیں تو بہتر ہوگا۔

خاکسار
ابو الاعلیٰ

(۱۸۱)

لاہور
۸ر اکتوبر ۱۹۶۰ء

محترمی و مکرمی،
السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ سوشلزم کو اصولی طور پر کفر قرار دینا اور چیز ہے لیکن کسی شخص خاص کو سوشلسٹ ہونے کی بنا پر کافر قرار دینا دوسری چیز۔ کسی شخص کی تکفیر کا فیصلہ کرنے کے لیے یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ وہ فی الواقع سوشلزم کے بنیادی عقائد کو قبول کر کے اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب اور روز آخر کا منکر ہو چکا ہے یا کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو کر ایک ایسی گمراہی میں پڑ گیا ہے جو کفر کی حد تک نہیں پہنچتی۔

جمال عبدالناصر کے معاملہ میں بھی میں یہی احتیاط ملحوظ رکھتا ہوں۔ میرے نزدیک وہ گمراہ تھا، ظالم تھا، اور اپنی حرکات سے اس نے اسلام اور مسلمانوں کو بڑا نقصان پہنچایا۔ مگر میں ایسی کوئی قطعی دلیل نہیں پاتا جس کی بنا پر اسے کافر کہہ سکوں۔ اسلام میں کافر و مشرک کے سوا ہر شخص کے لیے دعائے مغفرت کی جا سکتی ہے خواہ وہ کتنا

ہی بڑا گنہگار ہو۔

مَیں نے جمال عبدالناصر کی موت کو دنیائے اسلام کے لیے نہیں بلکہ خصوصیت کے ساتھ موجودہ حالات میں عرب دنیا کے لیے نقصان قرار دیا ہے اور یہ واقعہ کے اعتبار سے صحیح بات ہے۔

خاکسار

ابوالاعلےٰ

(۱۸۲)

لاہور

۸ر اکتوبر ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ مورخہ ۲ر ستمبر ملا۔ جس سوال کو آپ نے بجا طور پر قبل از وقت قرار دیا ہے اسے دراصل میں نے نہیں اٹھایا تھا بلکہ ادارۂ تحفظِ حقوقِ شیعہ لاہور نے اٹھا دیا اور محض مختلف جماعتوں کو خطوط لکھنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اخبارات میں بھی اس مسئلے کو چھیڑ دیا۔ اس کے چھڑ جانے کے بعد مَیں نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کی صفوں میں افتراق و انتشار کا یہ ایک نیا دروازہ کھولا جا رہا ہے اس لیے مَیں نے یہ کوشش کی کہ اِس قضیے کو رفع کرنے کی جو معقول ترین صورت ممکن ہے اسے واضح طور پر بیان کر دوں تا کہ شیعہ حضرات میں جو ذی فہم لوگ موجود ہیں (اور خدا کے فضل سے ان کی کمی نہیں ہے) وہ خود اِس دروازے کو بند کرنے کے لیے کوئی مناسب سعی کریں۔

آپ جانتے ہیں کہ پبلک لاء کا مسئلہ اعتقاد سے نہیں بلکہ فقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اعتقادی اختلافات اگرچہ مسلمانوں میں بہت ہیں، مگر فقہی حیثیت سے صرف تین گروہ پائے جاتے ہیں۔ ایک حنفی، جن میں بریلوی اور دیوبندی دونوں شامل ہیں۔ دوسرے شیعہ جو

فقہ جعفری کے پیرو ہیں۔ تیسرے اہل حدیث جو ہیں تو اہل سنت میں سے مگر فقہ میں عدم تقلید کے قائل ہونے کی وجہ سے نہ حنفیوں کے ساتھ اتفاق رکھتے ہیں نہ شیعوں کے ساتھ۔ ان میں سے مؤخر الذکر دونوں گروہ اقلیت میں ہیں، اور اکثریت حنفیوں کی ہے۔ اس لیے پبلک لاء کی حد تک یہ ناگزیر ہے کہ وہ فقہ حنفی پر مبنی ہو۔ ایک طویل مدت تک ہمارے ہاں ایسا ہونا ممکن نہیں ہے کہ اسمبلیوں میں ایسے وسیع النظر اہل علم کی اکثریت منتخب ہو سکے جو کتاب و سنت سے براہ راست استنباط کرے اور تمام فقہوں سے بے لاگ طریقہ پر استفادہ کر کے جس مسئلے میں بھی جس کا مذہب صحیح تر نظر آئے اسے اختیار کرے۔ مسلمان پبلک بھی ابھی ایک مدت تک ایسے اجتہادات کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے جو کسی معاملہ میں حنفی مسلک کے خلاف ہوں اور کسی معاملہ میں جعفری فقہ کے خلاف اور کسی معاملہ میں مسلک اہل حدیث کے خلاف۔ اس لیے اس طرح کے اجتہادات سے جو قوانین بھی مرتب کیے جائیں گے وہ سارے ہی گروہوں کے لیے بے اطمینانی کے موجب ہوں گے اور ان سے رفع اختلاف کے بجائے نزاعات ہی میں مزید اضافہ ہوگا۔ اس بنا پر آپ کی تجویز کردہ پہلی صورت قابل عمل نہیں ہے۔

رہی دوسری صورت جو آپ نے تجویز کی ہے تو آپ خود تسلیم کرتے ہیں کہ وہ خالص اسلامی نظام نہ ہوگا اور میں کہتا ہوں کہ وہ ایک بڑی حد تک سیکولر نظام ہوگا جسے نہ شیعہ صحیح معنوں میں اسلامی نظام سمجھیں گے نہ سنّی۔ ایسا قانونی نظام قائم کرنے کی کوشش کرنے سے ممکن ہے کہ شیعہ حضرات کو یہ تسلی حاصل ہو جائے کہ کم از کم حنفی فقہ سے تو پیچھا چھوٹا، لیکن سنّی اکثریت اس سے کبھی مطمئن نہیں ہو سکتی۔

تیسری صورت جو آپ نے پیش کی ہے وہ دوسرے الفاظ میں یہ معنی رکھتی ہے کہ

ملک کے باشندوں کی اکثریت تو سنّی ہے مگر رائج اس میں شیعہ فقہ ہو۔ یہ نہ انصاف ہے، نہ قابلِ عمل۔ بلاشبہ اہل سنت حضرت علی کو اپنا پیشوا مانتے ہیں۔ لیکن اول تو تین پہلے خلفاء کو چھوڑ کر وہ صرف چوتھے خلیفہ کی پیروی پر اکتفا نہیں کر سکتے، دوسرے جو سلسلۂ روایت حضرت علیؓ سے اہل سنت کے ہاں معتبر ہے وہ اُس سلسلۂ روایت سے مختلف ہے جو شیعہ حضرات کے ہاں معتبر ہے، اس لیے خود ان کی پیروی میں بھی اہل سنت اور اہل تشیّع کا اتفاق عملاً ممکن نہیں ہے۔

آخر میں جو امور آپ نے بیان کیے ہیں، میرے نزدیک ان کے معنی یہ ہیں کہ آئندہ مردم شماری میں شیعہ اور سنی کے خانے الگ الگ ہوں، پھر شیعوں کو ایک اقلیت کی حیثیت سے نہ صرف اسمبلیوں میں بلکہ ملازمتوں میں بھی تناسب آبادی کے لحاظ سے جداگانہ انتخاب اور جداگانہ نمائندگی کے حقوق دیئے جائیں۔ اس پر آپ پھر ایک مرتبہ غور کر لیں کہ آیا فی الواقع آپ اس حد تک جانا چاہتے ہیں اور یہ خود شیعہ حضرات کے لیے بھی مفید ہے؟ کیا واقعی پاکستان میں حالت ایسی ہو گئی ہے کہ جس طرح ہندوستان میں مسلمانوں کو جداگانہ انتخاب اور ملازمتوں میں نمائندگی کا مطالبہ کرنا پڑا تھا، اب یہی مطالبہ یہاں شیعہ حضرات کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں؟ سچی بات یہ ہے کہ میں اس ملک میں ایسے حالات نہیں پاتا۔ لیکن اگر آپ مجھے مطمئن کر دیں کہ یہاں حقیقت میں ایسے ہی حالات پیدا ہو چکے ہیں تو مجھے شیعوں کے لیے اس حق کا مطالبہ کرنے میں کوئی تامل نہ ہوگا۔ میں ایک بے لاگ آدمی ہوں اور ہر حالت میں حق اور انصاف کی بات کرنے کا قائل ہوں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۱۸۳)

لاہور

۱۶ر اکتوبر ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ نے اسلامی دنیا کے عروج و زوال کی تاریخ کا جو نقشہ سوچا ہے اُس پر لکھنے کے لیے آپ کو سب سے پہلے عربی اور فارسی زبانوں پر اتنا عبور حاصل کرنا چاہیے کہ اصل ماخذ کا آپ مطالعہ کر سکیں۔ اس کے بعد کم از کم پانچ سال لگاتار محنت کر کے آپ آغاز اسلام سے اب تک کی تاریخ کے مختلف پہلوؤں پر عربی، فارسی، انگریزی، اور اردو کتابوں کا وسیع مطالعہ کریں اور اپنے پیشِ نظر نقشے کے مطابق کام کا مواد اکٹھا کرتے رہیں۔ پھر آپ کتاب لکھنے کی ابتدا کر سکتے ہیں۔ اس نوعیت کے کام انتہائی محنت طلب ہوتے ہیں اور پتہ مار کر مسلسل کوشش کرنے ہی سے انہیں انجام دیا جا سکتا ہے۔ میری تو یہ تمنا ہے کہ مسلمان نوجوانوں میں کچھ لوگ تو ایسے پیدا ہوں جو اس طرح محنت سے اعلیٰ درجہ کے علمی کام کریں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۸۴)

لاہور

۲۴ر اکتوبر ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ مولانا ابوالخیر مسلم صاحب جن کے متعلق آپ نے دریافت

فرمایا ہے میرے ہی ایما سے جناب کی اور خواجہ غلام معین الدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ وہ آپ کے خانوادۂ عالیہ سے پرانا تعلقِ عقیدت رکھتے ہیں اس لیے مَیں نے ان سے کہا تھا کہ وہ آپ دونوں حضرات کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں کہ اس وقت جو فتنے سر اٹھا رہے ہیں ان کے مقابلے میں مشائخِ کرام کو زیادہ سے زیادہ متحدہ سعی فرمانی چاہیے۔ یہ وقت قوتوں اور مساعی کو پراگندہ کرنے کا نہیں ہے بلکہ دین کی حفاظت کے مقصد پر مرکوز کرنے کا ہے۔

امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے۔

خاکسار

ابو الاعلیٰ

لاہور

۲۴ر اکتوبر ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۶ر شعبان دستی ملا۔ اس کے بعد خواجہ غلام فخر الدین صاحب کا خط بھی میرے نام آیا جس میں انہوں نے آپ کا ذکر کرتے ہوئے تعاون کا یقین دلایا۔ شکر اللہ سعیکم فی الدنیا والاخرہ۔

اردن کے معاملات جس وقت خراب ہونے شروع ہوئے تھے اسی وقت میں نے شاہ حسین اور یاسر عرفات کو تار بھیجے تھے کہ خدا کے لیے باہمی آویزش سے بچیں۔ لیکن درحقیقت یہ جنگ جارج حبش اور نائف حواتمہ کی پارٹیوں نے قصداً اس لیے چھیڑی تھی کہ خود شرارت کر کے الفتح کو آگے بڑھا دیں اور حسین سے اس کا تصادم کرا دیں۔ اس ناپاک مقصد میں وہ کامیاب ہو گئے اور بیرونی سازشوں نے بھی اس میں بہت بڑا حصہ لیا۔ اس وقت بھی یاسر عرفات اور شاہ حسین صلح کرنا اور برقرار رکھنا

چاہتے ہیں، مگر جو خبیث اشتراکی عناصر فدائین کی صفوں میں گھسے ہوئے ہیں وہ اپنی شرارت سے باز نہیں آ رہے ہیں۔ خدا ہی ان کے شر سے اہل عرب کو محفوظ فرمائے۔ خاکسار

ابو الاعلیٰ

(۱۸۶)

لاہور

۲۴ اکتوبر ۱۹۶۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ جماعت اسلامی کے دروازے شیعہ حضرات کے لیے کبھی بند نہ تھے۔ جو شخص بھی جماعت کے مقصد سے اتفاق کرے وہ اس کا متفق بن سکتا ہے اور جو جماعت کے دستور کو قبول کر لے وہ رکن بھی بن سکتا ہے۔ یہ جماعت تو فرقہ بندی کے تعصبات کو ختم کرنے کے لیے بنی ہے۔ اس میں ہر فرقے کا مسلمان اپنے مسلک پر قائم رہتے ہوئے اسلام کی سربلندی اور اسلامی نظام کے قیام کے مقصد کی خاطر دوسرے مسلکوں کے مسلمانوں سے مل کر کام کر سکتا ہے۔ میں نہ آپ سے شیعہ عقیدہ و مسلک چھوڑنے کا مطالبہ کرتا ہوں، نہ آپ مجھ سے سنی عقیدہ و مسلک چھوڑنے کا مطالبہ کریں۔ سنی اور شیعہ ہوتے ہوئے بھی ہم مسلمان ہیں اور اسلام کی خدمت مل کر کر سکتے ہیں۔ آپ خلافت راشدہ کو قبول نہیں کر سکتے نہ کیجیے۔ کوئی آپ سے یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ آپ پہلے تین خلفاء کو مان لیں۔ لیکن اہل سنت سے آخر آپ یہ مطالبہ کیسے کر سکتے ہیں کہ وہ بھی خلافت راشدہ سے برأت قبول کر لیں؟ یہ اگر اتحاد کے لیے شرط ہو تو پھر اہل تشیع کے لیے صرف یہی ایک راستہ باقی رہ جاتا ہے کہ وہ اسلامی مزاج رکھنے والے سنیوں سے اتحاد کرنے کے بجائے ان جماعتوں سے اتحاد کریں جو یہاں اسلام

کے سوا کوئی ایسا نظام رائج کرنا چاہتی ہیں جس میں خلافت راشدہ کا کیا سوال، کتاب وسنت کا بھی کوئی مقام نہیں ہے۔ یا پھر پاکستان میں اگر کوئی جماعت آپ کو ایسی نظر آتی ہو جسے آپ براہ راست قرآن اور سنت سے قوانین کا استنباط کا اہل سمجھتے ہوں اور اس بارے میں اسے مخلص بھی پاتے ہوں، اس سے اتحاد کر لیں۔ میں تو پاکستان میں اسلامی نظام قائم کرنے کے لیے جو زیادہ سے زیادہ معقول اور منصفانہ صورت قابل عمل سمجھتا تھا اسے اپنے دو بیانات میں پیش کر چکا ہوں جو اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان پر کوئی اضافہ میرے لیے ممکن نہیں ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۸۷)

لاہور

۲۷ر اکتوبر ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ میں ایک مدت سے اپنی کتابوں کے پروف دیکھنے کے قابل نہیں رہا۔ اس لیے اب میری جو کتابیں شائع ہو رہی ہیں ان میں کاپیاں اور پروف پڑھنے والوں نے میری زبان کا ستیاناس کر دیا ہے۔ جب کبھی نئی چھپی ہوئی اپنی کوئی کتاب پڑھتا ہوں تو اس میں غلطیاں دیکھ کر سر پکڑ کر بیٹھ جاتا ہوں۔ بار بار پبلشر کو توجہ دلائی ہے کہ خدا کے لیے میری زبان تو غلط نہ کرو۔ لیکن وہ بھی اس کا کوئی علاج کرنے سے عاجز ہیں۔ یہ بات صحیح ہے کہ بہت سے لوگ تہبند بھی لکھتے رہے ہیں۔ اس لیے میں اس کو غلط تو نہیں کہتا، لیکن خود تہمت

ہی لکھتا اور بولتا ہوں۔

خاکسار

ابوالاعلےٰ

(۱۸۸)

لاہور

۱۴ر نومبر ۱۹۷۰ء

برادرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ صحت کا حال وہی ہے جو پہلے تھا۔ جوڑوں کی مسلسل تکلیف سے میرے اعصاب پر بہت برا اثر پڑ رہا ہے اور ہر وقت تھکا تھکا رہتا ہوں مصروفیتیں اور وہ طرح طرح کے مکروہات جن سے آج کل سابقہ پیش آرہا ہے، طبیعت پر اور زیادہ برا اثر ڈال رہے ہیں۔

"حکومت فرمانروائی کر رہی ہے"، میں آپ کو کیا چیز کھٹکی ہے، میں سمجھ نہیں سکا یہ تو ایسا ہی ہے جیسے ہم کہیں ایک اقتدار یہاں کارفرما ہے، یا ایک منتظمہ یہاں کا نظم چلا رہی ہے۔

خاکسار

ابوالاعلےٰ

(۱۸۹)

لاہور

۱۴ر نومبر ۱۹۷۰ء

برادرم جناب زبیر افضل صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ میرے بیان میں میرا جو فقرہ آپ کو کھٹکا ہے اس کا مطلب

یہ نہیں ہے کہ اقبال کا بیٹا ہونے کی وجہ سے ہم نے جاوید اقبال صاحب سے تائید کا وعدہ کیا تھا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس نشست کے لیے کونسل لیگ سے ہمارا کوئی وعدہ نہ تھا بلکہ شخصی حیثیت میں جاوید اقبال ابن علامہ اقبال سے تھا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ہم کسی کی شخصیت کے تعین کے لیے کہتے ہیں کہ زید بن بکر سے میرا معاملہ ہے، کسی اور سے نہیں۔

عامر عثمانی صاحب کی گرفتاری کا حال معلوم کر کے افسوس ہوا۔ اللہ ان کو اپنی حفظ وامان میں رکھے اور اس ابتلا سے بخیریت گزار دے۔ ہندوستان کے پرچے نہ آنے کی وجہ سے وہاں کا کچھ حال معلوم نہیں ہوتا۔ اب آپ کے خط سے اس واقعہ کی اطلاع ملی ہیں انشاء اللہ ان کے حق میں دعا کروں گا۔

والدہ محترمہ کی خدمت میں میری طرف سے سلام عرض کر دیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۹۰)

لاہور

۱۸ر نومبر ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ میں آپ کی خیر خواہانہ دعاؤں کے لیے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ہم محض اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر پاکستان کو ایک حقیقی اسلامی مملکت بنانے کے لیے انتخابات میں حصہ لے رہے ہیں اور اللہ کے فضل سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنے اس مقصد میں کامیابی عطا فرمائے گا۔ میری طرف سے گائنا کی جمعیت علمائے دین

کے ارکان کو سلام اور شکریہ پہنچا دیں۔ آپ کا نہایت مخلصانہ اور خیر خواہانہ پیغام میرے لیے اور جماعت اسلامی کے تمام ارکان و متفقین کے لیے بڑی ہمت افزائی کا موجب ہوا ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۹۱)

لاہور

۲۴ر نومبر ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ اللہ کا شکر ہے کہ جو خواب آپ نے دیکھے ہیں ان کی وجہ سے آپ کا دل میرے معاملہ میں مطمئن ہو گیا ہے۔ آپ قرآن مجید کی جو خدمت کر رہے ہیں یہ ایک بڑا کارِ خیر ہے۔ لوگوں کو قرآن صحیح پڑھنا بھی سکھائیے اور حتی الامکان قرآن کی تعلیمات سمجھانے کی بھی کوشش کیجیے تاکہ بندگانِ خدا اپنے رب کی ہدایت سے واقف ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی کوششوں میں برکت دے اور خدمتِ دین کی زیادہ سے زیادہ توفیق بخشے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۹۲)

لاہور

۲۹ر نومبر ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۲ر نومبر ۱۹۷۰ء ملا۔ آپ کو شاید میری صحت کا حال

معلوم نہیں ہے۔ میں نہ کچھ دیر کھڑا رہ سکتا ہوں، نہ کچھ دُور چل سکتا ہوں۔ جوڑوں کے درد کی وجہ سے راتوں کو نیند نہیں آتی اور بعض اوقات خواب اور گولیاں بھی کام نہیں کرتیں۔ اس حالت میں آخر میں مشرقی پاکستان حاضر ہو کر کیا کرتا۔ اسی لیے اپنی جگہ جماعت کے جنرل سیکرٹری کو بھیجا۔

آپ نے یہ عجیب بات لکھی ہے کہ مغربی پاکستان کے لیڈروں میں سے..... کے سوا اس حادثۂ عظمیٰ کا کسی نے اثر نہ لیا۔ شاید آپ کے خیال میں اثر لینے کا مطلب وہاں حاضر ہو جانا ہے۔ ورنہ مغربی پاکستان سے تقریباً ۱۰ لاکھ روپے نقد اور سامان کی شکل میں جماعت اسلامی کے سوا اور کس نے فراہم کیے ہیں؟ بلکہ خود مشرقی پاکستان میں بھی بیان بازی اور نفرت انگیزی کے سوا عملاً اور کس نے مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کے لیے کوئی کام کیا ہے؟۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۹۳)

لاہور

۳ر دسمبر ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ مجھے آپ کا خط ملنے سے پہلے بالکل معلوم نہیں تھا کہ آپ پر کئی سال سے یہ مصیبت نازل ہے۔ اب پہلی مرتبہ یہ حالات معلوم ہوئے اور دل کو سخت صدمہ ہوا۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو سپریم کورٹ سے بری کرا دے اور ان لوگوں سے انتقام لے جنہوں نے جھوٹے مقدمہ میں پھانس کر آپ کو سزائے موت دلوائی ہے۔ آپ بھی شب و روز

اللہ سے یہ دعا کرتے رہیں یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ اَصْلِحْ لِیْ شَانِیْ کُلَّہٗ وَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۹۴)

لاہور

۴ر دسمبر ۱۹۷۰ء

عزیزم،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ یوم دعا کی کامیابی پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور آپ لوگوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ لوگوں نے اپنی جان لڑا کر اسے کامیاب کرایا۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو اس کا اجر دے اور دین حق کی راہ میں زیادہ سے زیادہ قربانیاں دینے کی توفیق بخشے۔

میری صحت اب اس قدر خراب ہو چکی ہے کہ میرے لیے کراچی آنا مشکل ہے۔ جو کچھ یہاں بیٹھ کر کر سکتا ہوں کر رہا ہوں۔ اور آگے جو خطرناک مراحل آ رہے ہیں ان کے لیے اپنی قوت کو بہت کفایت شعاری سے استعمال کر رہا ہوں تاکہ ان حالات میں کچھ کر سکوں۔

ریڈیو اور ٹیلیویژن نے اب تک ہمارے ساتھ مسلسل بے انصافی کی ہے اور اب بھی کیے جا رہے ہیں۔ مگر اس پر آپ لوگ بے صبر نہ ہوں۔ اس پر احتجاج ضرور کریں۔ لیکن احتجاج کا کوئی ایسا طریقہ اختیار نہ کریں جس سے کوئی بڑا جھگڑا اٹھ کھڑا ہو۔ اب تک ہمارے صبر کے مفید نتائج ہی نکلے ہیں اور آئندہ بھی اگر ہم صبر کے ساتھ کام کرتے چلے جائیں تو یہ انشاء اللہ مفید ہی ہوگا۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۱۹۵)

لاہور

۱۴ر دسمبر ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ جس حدیث کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ حدیث اُس حالت کے بارے میں ہے جب کہ کوئی شخص اپنے لیے کوئی عہدہ طلب کرے۔ اس کا اطلاق اُس حالت پر نہیں ہو سکتا جب کہ ملک کے اندر اسلامی نظام کے قیام کی عملی صورت اُس کے سوا کوئی نہیں ہے کہ کوئی ایسی جماعت انتخابات میں حصہ لے جو اسلام کو جانتی بھی ہو اور اس پر ملک کا نظام قائم کرنا چاہتی بھی ہو۔ انتخابات میں حصہ لیے بغیر کسی جماعت کے لیے اسلامی نظام کے قیام و نفاذ پر قادر ہونا ممکن نہیں ہے۔ اس صورت میں خدا کی مدد اُس جماعت کو حاصل ہو گی جو اپنی ذاتی یا جماعتی اغراض کے لیے حکومت حاصل نہ کرنا چاہتی ہو بلکہ خلوص کے ساتھ اسلام کی حکومت قائم کرنا چاہتی ہو۔

آپ کی مزید تسلی کے لیے مَیں اُس جہاد کو مثال میں پیش کرتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کفار کے خلاف کیا۔ اس کا مقصد کفر کے مقابلہ میں اسلام کو غالب کرنا تھا اور اس کے نتیجے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی حکومت عرب پر اسی طرح قائم ہو گئی جس طرح کسی فاتح کی حکومت جنگ کے نتیجے میں کسی ملک پر قائم ہوتی ہے۔ لیکن عام فاتحین کے مقابلہ میں جو چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد کو ممیّز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ عام فاتحین اپنی حکومت قائم کرنے کے لیے جنگ کرتے تھے، اور حضورؐ نے اسلام کی

حکومت قائم کرنے کے لیے جنگ کی۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۱۹۶)

لاہور
۱۴ر دسمبر ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۴ر دسمبر ملا۔ پاکستان کے انتخابات کے نتائج آپ کو معلوم ہو چکے ہوں گے۔ ان نتائج میں ناجائز تدبیروں کا کتنا دخل ہے اور عوام کی واقعی رائے کا کتنا، اس کو اللہ ہی جانتا ہے۔ بہرحال پاکستان کی قسمت کا جو فیصلہ ہوا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ ہمارا کام ہر حالت میں بھلائی کے لیے کوشش کرنا ہے۔ آگے یہ فیصلہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے کہ برصغیر ہند و پاکستان میں امتِ محمدیہ کے ۱۶-۱۷ کروڑ افراد کا انجام کیا ہو۔

جنگ میں میرا جو بیان شائع ہوا ہے وہ دراصل ایک تقریر کا خلاصہ ہے جو میں نے انتخابات سے تقریباً ۴۰ دن پہلے لاہور میں کی تھی۔ اس میں آخری تنبیہ کے طور پر میں نے اسلام کے اُن سب نام نہاد حامیوں کو، جنہوں نے مل جل کر جماعت اسلامی کو اپنا اصل ہدف بنا لیا تھا، خبردار کیا تھا کہ آپ جس حصار کو توڑنے پر اپنا سارا زور صرف کر رہے ہیں یہ اگر ٹوٹ گیا تو الحاد و بے دینی اور اشتراکیت اور صوبائی و لسانی تعصبات کے جو طوفان پاکستان کو تباہ کرنے کے لیے اٹھ رہے

ہیں ان کو روکنا آپ میں سے کسی کے بس کا روگ نہ ہوگا اور آخر میں آپ سب کو پچھتانا پڑے گا۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۹۷)

لاہور

۱۸ر دسمبر ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ نے میری اور جماعت اسلامی کی کوتاہیوں کی طرف جو توجہ دلائی ہے اس کے لیے مَیں آپ کا شکرگزار ہوں۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے مَیں نے نہ مرد کامل ہونے کا کبھی دعویٰ کیا، نہ میرے دماغ میں کبھی اس کا خیال آیا۔ اپنے اندر بہت سے نقائص رکھتا ہوں اور جس حد تک بھی ان کو دُور کرنے کی کوشش کر سکتا ہوں، کرتا رہا ہوں۔ تاہم انہی نقائص کے ساتھ جس کام کو اپنا فرض سمجھتا تھا، اسے ادا کرنے کی اپنے مقدور بھر مَیں نے کوشش کی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ مقبول ہو جائے تو اس کا فضل و کرم ہے۔ نہ مقبول ہو تو یہ میری بدنصیبی ہوگی۔

جماعت اسلامی بھی مردانِ کامل کی جماعت نہیں ہے۔ سب اپنے اپنے اندر کچھ کمزوریاں رکھتے ہیں۔ حتی الامکان ہم نے اپنی اصلاح کی بھی کوشش کی ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ کرتے رہیں گے۔ اگر ہمارے افعال و اعمال میں کوئی حصہ ہماری نادانستہ غلطیوں کا ہو تو اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ معاف فرمائے۔ اور اگر ان میں کچھ حصہ

ایسی کمزوریوں کا ہے جنہیں رفع کرنے پر ہم قادر نہیں ہیں تو ہم بھی دعا کرتے ہیں اور آپ بھی دعا کریں کہ اللہ اپنے فضل سے ان کی تلافی فرما دے۔ اپنی حد تک جماعت کے افراد نے بھی اور میں نے بھی خلوص کے ساتھ دین کی سربلندی کے لیے کام کرنے کی سعی کی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ بدنیتی کا دخل ہماری کمزوریوں میں نہیں ہے۔

خاکسار

ابو الاعلیٰ

(۱۹۸)

لاہور

۱۹ر دسمبر ۱۹۷۰ء

محترم و مکرم جناب خواجہ فخر الدین صاحب دام فضلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، عنایت نامہ ملا۔ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کی کامیابی پر آپ کی مبارکباد کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ انتخابات میں جماعت اسلامی کی ناکامی پر آپ کا اظہارِ افسوس بجا ہے، لیکن الحمد للہ کہ ہم نے جھوٹ سے شکست کھائی ہے، سچائی سے نہیں۔ اس لیے ہمارے حوصلے خدا کے فضل سے برقرار ہیں اور ہمارا یہ عزم اپنی جگہ قائم ہے کہ جھوٹ کے مقابلہ میں ہم سچائی کو سربلند کرنے کے لیے برابر کوشش کرتے رہیں گے، خواہ تمام عمر ہمیں ناکامیوں سے سابقہ پیش آتا رہے۔ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے نہ کہ دنیا کی۔ اور آخرت میں وہی کامیاب ہوگا جو حق و صداقت کے لیے اپنی حدِ استطاعت تک کوشش کرنے میں کوتاہی نہ کرے۔

خاکسار

ابو الاعلیٰ

---

(۱۹۹)

لاہور

۱۹ر دسمبر ۱۹۷۰ء

برادرم شورش صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کے عنایت نامے سے میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ انتخابات کے خلافِ توقع نتائج کے فوری اثر نے آپ کے ذہن پر یاس و قنوط کی کیفیت طاری کر دی ہے، حالانکہ آپ جیسے پختہ عزم اور قومی زندگی کا طویل تجربہ رکھنے والے آدمی کو اس کا اتنا اثر قبول نہ کرنا چاہیے تھا۔

آپ کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ نئی پود نے ہمیں مسترد کر دیا ہے۔ دراصل جو کچھ ہوا ہے وہ یہ ہے کہ نئی پود کے ایک حصے کو، جو یقیناً اُس کا غالب حصہ نہیں ہے، ایک شدید گمراہ کُن تحریک نے خراب کیا ہے، اور خدا کے فضل سے نئی پود ہی کا ایک بڑا اچھا عنصر ایسا موجود ہے جس کے ذریعے سے اُس خراب عنصر کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

جہاں تک انتخابی نتائج کا تعلق ہے ان پر نگاہ ڈالنے سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ قوم کے متوسط تعلیم یافتہ طبقے کی عظیم اکثریت ایک طرف گئی ہے، اور غریب طبقوں کو سراسر پُرفریب وعدوں کا سبز باغ دکھا کر دوسری طرف کھینچ لیا گیا ہے۔ اِن طبقوں کو دھوکا دینے میں نئی پود کے اُس عنصر نے اچھا خاصا کام کیا ہے جسے خراب کرنے میں اس گمراہ کُن تحریک کو کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اس کا تدارک انشاء اللہ ہم پیہم کوشش کر کے مستقبل قریب میں کر سکیں گے۔

"حق" کے متعلق یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ وہ بجائے خود "حق" ہے۔ وہ ایسی مستقل اَقدار کا نام ہے جو سراسر صحیح اور صادق ہیں۔ اگر تمام دنیا اس سے منحرف ہو جائے تب بھی وہ حق ہی ہے، کیونکہ اس کا حق ہونا اس شرط سے مشروط نہیں ہے کہ دنیا اس کو مان لے۔ دنیا کا ماننا یا نہ ماننا سرے سے حق و باطل کے فیصلے کا معیار ہی نہیں ہے۔ اگر دنیا حق کو نہیں مانتی تو حق ناکام نہیں ہے بلکہ ناکام وہ دنیا ہے جس نے اسے نہ مانا اور باطل کو قبول کر لیا۔ مصائب حق پر نہیں بلکہ اہل حق پر آتے ہیں، لیکن جو لوگ سوچ سمجھ کر کامل قلبی اطمینان کے ساتھ یہ فیصلہ کر چکے ہوں کہ انہیں بہر حال حق ہی پر قائم رہنا اور اسی کا بول بالا کرنے کے لیے اپنا سارا سرمایۂ حیات لگا دینا ہے، وہ مصائب میں تو مبتلا ضرور ہو سکتے ہیں، لیکن "ناکام" کبھی نہیں ہو سکتے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض انبیاء ایسے گزرے ہیں جنہوں نے ساری عمر دین حق کی طرف دعوت دینے میں کھپا دی اور ایک آدمی بھی ان پر ایمان نہ لایا۔ کیا ہم انہیں ناکام کہہ سکتے ہیں؟ نہیں۔ "ناکام" وہ قوم ہوئی جس نے انہیں رد کر دیا اور باطل پرستوں کو اپنا رہنما بنایا۔

اس میں شک نہیں کہ دنیا میں بات وہی چلتی ہے جسے لوگ بالعموم قبول کر لیں، اور وہ بات نہیں چلتی جسے لوگ بالعموم رد کر دیں۔ لیکن لوگوں کا ردّ و قبول ہرگز حق و باطل کا معیار نہیں ہے۔ لوگوں کی اکثریت اگر اندھیروں میں بھٹکنا اور ٹھوکریں کھانا چاہتی ہے تو خوشی سے بھٹکے اور ٹھوکریں کھاتی رہے۔ ہمارا کام بہر حال اندھیروں میں چراغ جلانا ہی ہے اور ہم مرتے دم تک یہی کام کرتے رہیں گے۔ ہم اس سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں کہ ہم بھٹکنے یا بھٹکانے والوں میں شامل ہو جائیں۔ خدا کا یہ احسان ہے کہ اس نے

ہمیں اندھیروں میں چراغ جلانے کی توفیق بخشی ۔اس احسان کا شکر یہی ہے کہ ہم چراغ ہی جلاتے جلاتے مر جائیں ۔

خاکسار

ابوالاعلےٰ

(۲۰۰)

لاہور

۱۹ر دسمبر ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط پڑھ کر مجھے دلی مسرت ہوئی ۔میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ ایک صداقت پسند انسان ہونے کی حیثیت سے جب حق آپ پر واضح ہو گیا تو آپ نے اسے قبول کر لیا۔ اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو راہ راست پر ثابت قدم رکھے اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے میری تحریروں کے ذریعہ سے اپنے ایک بندے کو راہ ہدایت دکھائی ۔

براہِ کرم مجھے لکھیں کہ آپ نے میری کون کون سی کتابیں پڑھ لی ہیں ؟ اور آپ اردو کتابیں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں ؟ اس کا جواب ملنے کے بعد میں آپ کو مزید کتابیں بھجوا دونگا۔ میری تمام کتابیں اُردو میں ہیں اور ان میں سے کم کا ترجمہ انگریزی میں ہوا ہے ۔

خاکسار

ابوالاعلےٰ

---

(۲۰۱)

لاہور

۲۳ر دسمبر ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ جماعت اسلامی بہرحال انسانوں کی جماعت ہے اور انسان کے ہر کام میں نقص کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور ہوتا ہے، خواہ وہ کتنی ہی نیک نیتی کے ساتھ اور کتنی ہی سعی و کوشش کے ساتھ اپنی عقل و خرد کو صحیح استعمال کرنے کی کوشش کرے۔ آپ نے جماعت کے کام میں کمزوری کے جن پہلوؤں کی نشان دہی کی ہے ان پر انشاء اللہ غور کروں گا اور جماعت کے رفقاء سے مشورہ بھی کروں گا۔

میرے متعلق آپ نے جن مخلصانہ جذبات کا اظہار فرمایا ہے اس کے لیے بہت شکر گزار ہوں۔ اللہ سے دعا بھی کیجیے کہ اپنی حد استطاعت تک جو کچھ بھی دین کی خدمت میں کر سکا ہوں اسے قبول فرمائے اور میرے قصوروں سے درگزر فرمائے۔ تفہیم القرآن کی تکمیل کے لیے میں خود بھی بہت فکرمند ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اتنی مہلت فرما دے کہ یہ کام مکمل کر لوں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۰۲)

لاہور

۲۶ر دسمبر ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ میرے اور جماعت اسلامی کے متعلق آپ نے جن مخلصانہ

جذبات کا اظہار کیا ہے ان کے لیے آپ کا شکر گزار ہوں۔ یہ سراسر اللہ کا فضل ہے کہ اس نے میری تحریروں سے اپنے بندوں کو راہ راست دکھانے کی خدمت لی اور ایک ایسی جماعت تیار ہو گئی جو خدا سے ڈرنے والی اور ایمانداری سے کام کرنے والی ہے۔ اب اگر ہماری قوم کو ایمانداروں کی ضرورت کم محسوس ہوتی ہو اور وہ انہی لوگوں کا تجربہ کرنا چاہتی ہو جو اپنے اخلاق و کردار کے نمونے انتخابات سے پہلے ہی اس کو دکھا چکے ہیں تو ہم بری الذمہ ہیں۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۲۰۳)

لاہور
۳۱ دسمبر ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ مجھے آپ کی بیماری کا حال معلوم کر کے بہت افسوس ہوا۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمائے۔ جس چیز کو آپ تہدید نامہ کہہ رہے ہیں وہ دراصل ایک تنبیہ تھی جس سے مقصد یہ بتانا تھا کہ انتخابی نتائج سے جو اثر آپ نے قبول کیا ہے، جماعت اسلامی کے کسی رکن کو اُس طرح کا اثر قبول نہیں کرنا چاہیے۔ آپ جو علمی بحث کر رہے ہیں وہ اِس وقت عملاً درپیش نہیں ہے۔ ایک گروہ یہاں واقعی مارکسزم لانا چاہتا ہے، اور یہ دیکھ کر کہ یہ مسلمانوں کا ملک ہے، اس کو کبھی کھل کر اور کبھی اسلامی سوشلزم کا نام دے کر رفتہ رفتہ مسلمانوں کے لیے قابل قبول بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ دوسرا گروہ دراصل فاشسٹ ہے اور آمریت قائم کرنا چاہتا ہے لیکن عوام کی غریبی کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کر کے

سوشلزم اور اسلامی سوشلزم کے نعرے لگا رہا ہے تاکہ کسی نہ کسی طرح ایک مرتبہ عوام کی مدد سے اقتدار پر قابض ہو جائے۔ ان حالات میں ہم اس عملی صورت حال کو دیکھیں جو فی الواقع ہمیں درپیش ہے یا آکسفورڈ ڈکشنری کی طرف رجوع کریں؟ جماعت اسلامی نے خوب سوچ سمجھ کر اس عملی صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی ہے اور آئندہ بھی وہ اِسی کوشش کو جاری رکھے گی۔ آپ اگر اس سے مطمئن نہیں ہیں اور آپ کے ذہنی تلاطم کا وہی حال ہے جو آپ کے پہلے خط اور اب اِس دوسرے خط سے ظاہر ہو رہا ہے تو جماعت کے ساتھ آپ کے خلوص اور آپ کی مخلصانہ محنت کی قدر کرنے کے باوجود میں یہ کہوں گا کہ اس طرح کے تذبذب کا شکار ذہن اس وقت جماعت کے لیے مفید نہیں ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۰۴)

لاہور

۳۱ر دسمبر ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ دراصل بیعت اس چیز کا نام ہے کہ آدمی کسی شخص پر یہ اعتماد کرے کہ وہ اسے اللہ کے دین کی صحیح تعلیم و تربیت دے گا، اور اس اعتماد کی بنا پر اس کی رہنمائی میں چلے۔ اس کے لیے ہاتھ میں ہاتھ دینا کچھ ضروری نہیں ہے۔ اس لیے اگر آپ کو خواب میں یہ دکھایا گیا ہے کہ آپ میرے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں تو آپ اس پر اس طرح عمل کر سکتے ہیں کہ جماعت اسلامی کے ساتھ وابستہ ہو جائیے، میری کتابیں پڑھیے اور ان میں دینِ حق

کی جو تعلیم مَیں نے اللہ کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سنت سے اخذ کر کے پیش کی ہے اس پر عمل کیجیے۔ تاہم اگر آپ کسی کے ہاتھ پر بیعت ہی کرنا چاہتے ہوں تو کوئی اللہ کا نیک بندہ ایسا تلاش کیجیے جو آپ کو اللہ کا راستہ بتانے والا ہو۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۲۰۵)

لاہور
۳۱ر دسمبر ۱۹۷۰ء

عزیزم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ اور اس کے ساتھ الجمعیت کا وہ تراشہ بھی جو آپ کے والد صاحب (مولانا وحید الدین خاں صاحب) کے ایک خط پر مشتمل ہے۔ اس سے پہلے خود آپ کے والد صاحب کا ایک خط میرے نام بھی آیا تھا جس کے جواب میں مَیں نے ان کو اطمینان دلا دیا تھا کہ میرے دل میں ان کے خلاف کوئی کدورت نہیں ہے بلکہ مَیں اُس خدمتِ دین کی قدر کرتا ہوں جو وہ ایک مدت سے انجام دے رہے ہیں۔

الجمعیت میں انہوں نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ دراصل پاکستان کے حالات اور یہاں جماعت اسلامی کے کام کے متعلق کافی معلومات نہ ہونے کی وجہ سے غلط فہمی پر مبنی ہیں۔ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جو بُعد پیدا ہو گیا ہے اس اس کے باعث ہم ہندوستان کے حالات سے، اور ہندوستان کے لوگ ہمارے حالات سے اچھی طرح واقف نہیں ہیں، اس لیے وہاں بیٹھ کر کوئی شخص ہمارے معاملہ میں صحیح رائے قائم نہیں کر سکتا۔ پاکستان بننے کے بعد سے آج تک یہاں مسلسل یہ خطرہ درپیش ہے کہ مسلمانوں کی اِس آزاد قوم کے ملک میں کہیں ایک لادینی یا مخالفِ

دین یا اشتراکی ریاست قائم نہ ہو جائے۔ کیونکہ اگر ایسی ریاست ایک دفعہ مضبوطی کے ساتھ ملک پر قابو پا جائے تو پھر یہاں اسلام کا کام کرنا تو درکنار اس کا نام لینا بھی مشکل ہو جائے گا۔ اس لیے تقسیم سے پہلے ہمارا جو پروگرام تھا اس کو علیٰ حالہ برقرار رکھتے ہوئے، اور ملک کے لوگوں میں اسلامی فکر و اخلاق پیدا کرنے کی کوششیں جاری رکھتے ہوئے ہم نے یہ ضروری سمجھا کہ سیاسی کام کر کے لادینی یا اشتراکی ریاست کے قیام کا راستہ روکنے کی مسلسل سعی کرتے رہیں۔ ہمیں کسی روز بھی یہ غلط فہمی لاحق نہیں ہوئی کہ محض سیاسی کام سے ہم یہاں ایک اسلامی ریاست بنا لیں گے۔ اس کے لیے تو بہر حال ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ معاشرے کو اسلامی نظام کا بوجھ سہارنے اور اسے چلانے کے لیے تیار کیا جائے۔ چنانچہ یہ کام قیام پاکستان کے بعد سے آج تک ہم جاری رکھے ہوئے ہیں۔ لیکن اس دوران میں کہ ہماری یہ کوششیں کارگر ہوں، ہم کسی لادینی یا اشتراکی نظام کو جمنے بھی نہیں دینا چاہتے، کیونکہ اس کے نتائج وہ ہوں گے جو میں نے اب سے ۳۰ سال پہلے ۱۹۴۰ء میں اپنی اُس تقریر (اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے) میں بیان کیے تھے جس کا حوالہ آپ کے والد صاحب نے اپنے الجمعیت کے مطبوعہ خط میں دیا ہے۔ آپ اُن کو لکھیے کہ براہِ کرم میری اُس تقریر کے یہ الفاظ بغور پڑھیں: "وہ قومی حکومت جس پر اسلام کا نمائشی لیبل لگا ہو گا انقلاب (یعنی اسلامی انقلاب) کا راستہ روکنے میں اس سے بھی زیادہ جری اور بے باک ہو گی جتنی غیر مسلم حکومت ہوتی ہے۔ غیر مسلم حکومت جن کاموں پر قید کی سزا دیتی ہے وہ مسلم قومی حکومت ان کی سزا پھانسی اور جلا وطنی کی صورت میں دے گی اور پھر بھی اس حکومت کے لیڈر جیتے جی غازی اور مرنے کے بعد رحمۃ اللہ علیہ ہی رہیں گے۔"

اس لیے تقسیم کے بعد سے ہم سیاسی کام کرکے مسلسل اِس صورت حال کے رونما ہونے کے راستے میں بریک لگاتے رہے ہیں اور الحمد للہ، ہماری یہ کوشش کم از کم اس حد تک کامیاب رہی ہے کہ پاکستان کو کھُلم کھُلا ایک لادینی اور مخالف دین ریاست نہیں بنایا جا سکا۔ اس کے ساتھ تعمیرِ افکار اور تطہیرِ سیرت کا جو کام ۲۲ سال سے مسلسل ہم کرتے رہے ہیں، اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ پاکستان کے تازہ انتخابات میں مشرقی اور مغربی پاکستان سے ہم کو ۲۵ لاکھ کے قریب ووٹ ملے ہیں جو سب کے سب متوسط اور نچلے متوسط تعلیم یافتہ طبقہ کے ووٹ ہیں۔ ان انتخابات میں ملک کی آبادی تین حصّوں میں تقسیم ہوئی ہے۔ ایک بالکل جاہل طبقہ جسے ایک گروہ نے مذہبی تعصبات بھڑکا کر اور دوسرے گروہ نے دنیا کے لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ دوسرا بے دین یا اشتراکی، یا صوبائیت کے تعصبات میں مبتلا تعلیم یافتہ طبقہ جو ان خیالات کی علمبردار جماعتوں کے ساتھ گیا ہے۔ اور تیسرا وہ پڑھا لکھا طبقہ جو سچے دل سے اسلامی نظام کا خواہاں ہے۔ یہی آخری طبقہ پورے جوش کے ساتھ ہمارا حامی تھا اور اس نے نہ صرف ہمیں ووٹ دیے بلکہ ہمارے لیے وقت، مال اور محنت بھی صرف کی۔ کیا یہ ہماری کوششوں کا کچھ کم حاصل ہے کہ ۲۲ سال تک نہایت ناموافق حالات میں ہم نے ۲۵ لاکھ آدمیوں کو اپنے ساتھ ملا لیا؟

آپ اپنے والد صاحب کو لکھیں کہ محض اخبارات کی فراہم کردہ اطلاعات پر اعتماد نہ کریں۔ اخبارات میں تو صرف سیاسی کام کا ذکر آتا ہے اور وہ بھی ادھورا۔ اس سے دور دراز کے لوگوں کو غلط فہمی لاحق ہوتی ہے کہ ہم یہاں صرف سیاسی کام کر رہے ہیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۰۶)

لاہور

۳۱ر دسمبر ۱۹۷۰ء

گرامی قدر صاحبِ فضیلت برادر محترم جناب محمد ابراہیم المجددی سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ عنایت نامہ مورخہ ۲۱ر شوال ۹۰ ہجری بذریعہ میاں محمد اسلم صاحب باعث شرف افزائی ہوا۔ جناب نے میرے حق میں جو دعائے خیر کی ہے اس کے لیے بہت شکر گزار ہوں اور آپ کے حق میں بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت اور خدمت دین کی زیادہ سے زیادہ توفیق ارزانی فرمائے۔

دنیائے اسلام کے جن حالات پر آپ نے تشویش کا اظہار کیا ہے درحقیقت وہ ہر اُس شخص کے لیے باعث تشویش ہیں جو اللہ کے دین پر ایمان رکھتا ہے، اسی دین کی پیروی کو دنیا اور آخرت میں ذریعہ نجات سمجھتا ہے، اور اپنی قوم کو گمراہی میں مبتلا ہوتے دیکھ کر بے چین ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ حالات دراصل اس وجہ سے پیدا ہوئے ہیں کہ دنیا میں جن کافر قوموں کو ایک مدت سے غلبہ حاصل ہے ان کی تعلیم، تہذیب، اور سیاست و معیشت نے مسلمان ملکوں کی نوجوان نسلوں کا ذہن بگاڑ دیا ہے، اور علماء امت نے اِن نسلوں کو اسلام کی حقیقی تعلیمات سے آشنا کرنے میں کوتاہی برتی ہے۔ اب حالت یہ ہے کہ ملک پر ملک یکے بعد دیگرے اسلام کے راستے سے ہٹ کر کافرانہ نظریات کی آغوش میں چلا جا رہا ہے اور ہمارے پاس اس تیز رفتار انقلاب کو روکنے کے لیے بہت کم وقت باقی رہ گیا ہے۔ اس وقت شدید ضرورت ہے کہ ان نظریات پر پُرزور علمی تنقید کر کے ان کی غلطیاں واضح کی جائیں، اسلام کے عقائد، اصول اور احکام ایسے طریقے سے بیان کیے جائیں جس سے نئی نسلیں

اُن کو اچھی طرح سمجھ سکیں اور اُن کے دلوں میں ایمان پیدا ہو، کیونکہ اس طوفان کا مقابلہ وہ نوجوان ہی کر سکیں گے جو علوم عصریہ سے بخوبی واقف ہونے کے ساتھ اسلام کو اچھی طرح سمجھتے ہوں اور اس پر پختہ ایمان رکھتے ہوں۔ مدارسِ قدیمہ کے طلبہ جو اِس زمانے کے علوم اور مسائل سے واقف نہیں ہیں، اور نہ اُن دلائل کا مقابلہ کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں جن سے جدید نسل گمراہ ہو رہی ہے، اِس معاملہ میں بہت کم مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔

پاکستان میں اس غرض کے لیے ہم مسلسل تیئیس سال سے یہ کوشش کرتے رہے ہیں کہ جدید تعلیم یافتہ لوگوں کو مضبوط دلائل کے ساتھ خارجی نظریات کے بطلان اور اسلام کی حقانیت کا قائل کر دیں۔ چنانچہ اللہ کے فضل سے یہاں اِن لوگوں کی اکثریت ہماری ہم خیال ہو چکی ہے۔ حال میں جو انتخابات ہمارے ملک میں ہوئے ہیں، ان میں جدید تعلیم یافتہ لوگوں کی اِسی اکثریت نے ہمارا ساتھ دیا ہے اور پورے ملک میں ۲۵ لاکھ ووٹ جماعت اسلامی نے حاصل کیے ہیں۔ لیکن گمراہ کن تحریکوں نے ہمارے ہاں کے جاہل عوام کو جو ملک کی آبادی کا ۸۰ فی صد حصہ ہیں طرح طرح کے جھوٹے وعدوں سے بہکا کر اپنے ساتھ ملا لیا اور اسی وجہ سے وہ نتائج رونما ہوئے جو آپ کے علم میں آ چکے ہیں۔ ان نتائج سے ہم بفضل خدا قطعاً مایوس نہیں ہیں۔ انشاء اللہ جو نوجوان کارکن ہمارے ساتھ ہیں ان کو لے کر ہم جاہل عوام کو فریب کے اِس دام سے نکالنے کی پوری کوشش کریں گے جس میں اشتراکیوں نے ان کو پھانس لیا ہے۔ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو کامیاب فرمائے، کیونکہ لوگوں کے دل اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ وہی ان کو جدھر چاہے پھیر سکتا ہے۔ ہمارا کام مقصدِ حق کے لیے اخلاص کے ساتھ سعی کرنا ہے۔ نتائج اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۲۰۷)

لاہور

۶ر جنوری ۱۹۷۱ء

عزیزم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آدمی کو جو چیز باطل سے دور اور حق پر ثابت قدم رکھ سکتی ہے وہ صرف خدا پر ایمان اور آخرت کا یقین ہے۔ اس کو آپ نگاہ میں رکھیں اور حق کا علم حاصل کرنے کے لیے قرآن و سنت کی طرف رجوع کرتے رہیں تو آپ کو کبھی یہ خطرہ لاحق نہیں ہو سکتا کہ دنیا کے باطل نظریات آپ کو اپنی طرف کھینچ لے جائیں گے۔ خاکسار

ابو الاعلیٰ

(۲۰۸)

لاہور

۶ر جنوری ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط مورخہ یکم جنوری ۱۹۷۱ء ملا اور اس کے ساتھ ایک سوال نامہ بھی جس کا جواب آپ نے مجھ سے طلب کیا ہے۔ میں خود اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں دس سال تک ایک صحافی رہا ہوں۔ اس زمانے میں بہت سی جماعتیں موجود تھیں جن میں سے کسی کو میں پسند کرتا تھا اور کسی کو ناپسند۔ مگر مجھے یاد نہیں کہ کبھی میرے دماغ میں یہ خیال بھی آیا ہو کہ جس جماعت کو میں ناپسند کرتا ہوں اس کے لیڈر کو اس طرح کا ایک سوال نامہ لکھ بھیجوں گویا میں کوئی تھانہ دار ہوں اور اپنے علاقے کے کسی بدکردار آدمی کو تھانے میں بلا کر اس سے پوچھ گچھ

کر رہا ہوں۔ اس لیے آپ کو میری خیر خواہانہ نصیحت یہ ہے کہ صحافت کے شائستہ طریقے اختیار کیجیے۔ لیکن اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو جو کچھ آپ کے جی میں آئے لکھتے رہیے اور مجھے اپنے سوالات سے معاف رکھیے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۰۹)

لاہور

۶ر جنوری ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ سپریم کورٹ سے بھی آپ کی اپیل خارج ہو جانے کا مجھے بہت افسوس ہے۔ لیکن اس بات کی خوشی بھی ہے کہ آپ اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہیں۔ اور آپ کے قلبی اطمینان میں فرق نہیں آیا۔ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں اور آپ بھی دعا کرتے رہیں کہ وہ آپ کو اس مصیبت سے نجات دے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۱۰)

لاہور

۷ر جنوری ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ شریعت نے سود کو روکنے کے لیے یہ اصول طے کیا ہے کہ ایک ہی جنس کی چیز اگر قرض دی جائے تو جتنی مقدار میں وہ قرض دی گئی ہو اتنی ہی مقدار واپس کی جائے

گی، خواہ اس کی قیمت میں قرض دینے کے وقت کی بہ نسبت قرض کی واپسی کے وقت کمی ہوئی ہو یا بیشی۔ مثلاً آج آپ کسی کو ایک سیر گیہوں دیں تو چند مہینے کے بعد ایک ہی سیر گیہوں واپس لیں گے، خواہ اس دوران میں گیہوں کی قیمت بڑھی ہو یا گھٹی ہو۔ اس اصول کو اگر آپ کی تجویز کے مطابق بدلا جائے تو سود سے بچنے کے لیے ہر نوعیت کے قرض کے معاملہ میں اتنی تحقیقات کرنی ہوگی کہ شاید سود اور غیر سود کے درمیان تمیز ممکن ہی نہ رہے گی مثلاً دس ہزار کی رقم آج قرض دی گئی ہے اور اسے باقساط دو سال میں ادا ہونا ہے، تو آج کی قیمتیں اور پھر ہر قسط کے وقت کی قیمتیں دیکھ کر یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ کس وقت کتنی رقم (کم یا زیادہ) واپس ادا کی جائے۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اسلام تو ہمیں صرف اصول دیتا ہے۔ ان اصولوں کو ترقی یافتہ ملکوں پر منطبق کرنے میں ایک طریق اور ترقی پذیر ملکوں پر منطبق کرنے میں کوئی دوسرا طریقِ کار اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اگر یہ دونوں طریقِ کار اسلامی اصولوں کو سمجھ کر حالات کے مطابق اختیار کیے جائیں تو ان کے باہم ایک دوسرے سے متصادم ہو جانے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، بشرطیکہ تصادم اصولوں میں نہیں بلکہ منطبق کرنے کے طریقوں میں ہو۔

خاکسار
ابو الاعلیٰ

(۲۱۱)

لاہور
۹ر جنوری ۱۹۶۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ اگر شاہ صاحب کا خیال یہ ہے کہ "خلافت و ملوکیت" میں مَیں نے غلط حوالے دیئے ہیں، اور صحابۂ کرام پر کوئی ایسی تنقید کی ہے جو شرعاً ناجائز ہو اور مجھ سے پہلے اکابر علمائے اہلسنت میں سے کبھی کسی نے نہ کی ہو، تو براہِ کرم اسے تحریر فرما دیں۔

اِس کے لیے کیا ضرورت ہے کہ مفتی سیاح الدین صاحب اور شاہ صاحب کے ساتھ بیٹھ کر میں تخلیہ میں بات کروں۔ شاہ صاحب چاہیں تو ان کی تحریر بے کم و کاست ترجمان القرآن میں شائع کر دی جائے گی۔ اگر واقعی انہوں نے میری غلطی ثابت کر دی تو میں علی الاعلان اس کا اعتراف کروں گا اور اس کی اصلاح کر لوں گا۔ ورنہ ان کو ترجمان ہی کے صفحات میں جواب مل جائے گا۔ سارا ملک اہل علم سے خالی نہیں ہے۔ ان کا اعتراض اور میرا جواب سن کر ملک کے اہل علم خود جان لیں گے کہ کس کی بات وزنی ہے۔

خاکسار، ابوالاعلیٰ

(۲۱۲)

لاہور

۹ر جنوری ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ الحمدللہ انتخابات کے نتائج سے میرے ذہن پر کوئی اثر نہیں پڑا ہے۔ یہ افواہ بھی بالکل بے بنیاد ہے کہ میں جماعت کی قیادت سے دست بردار ہو رہا ہوں۔ خدا کے فضل سے جماعت اپنے عزم پر پوری طرح قائم ہے اور آئندہ کام کرنے کے لیے مستعد ہے۔

میری صحت کی حالت حسب سابق ہے۔ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ دیوبند میں عامر عثمانی صاحب بخیریت ہیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۲۱۳)

لاہور

۱۸ر جنوری ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ تعدد ازواج کے مسئلے پر میں نے بھی اپنی تحریروں میں مفصل بحث کی ہے۔ میں انشاء اللہ ان کا انگریزی ترجمہ کرالوں گا اور کوشش کروں گا کہ برطانیہ میں ان کو شائع کیا جائے۔ اس کے علاوہ ینگ پاکستان (ڈھاکہ) میں پروفیسر غلام اعظم صاحب کے بھائی ڈاکٹر غلام معظم صاحب نے ایک بڑا اچھا مضمون انگریزی میں اس موضوع پر لکھا ہے۔ جماعت اسلامی مشرقی پاکستان کو ہدایت کر رہا ہوں کہ وہ اس مضمون کو پمفلٹ کی شکل میں شائع کرے۔ انگلستان میں ایک مدت پہلے خود ایک انگریز نے بھی ایک کتاب لکھی تھی جس میں اس نے "The Case of Polygamy" بڑے مضبوط دلائل کے ساتھ اہل مغرب کے اُن اعتراضات کو غلط ثابت کیا تھا جو تعدّد ازواج کے بارے میں وہاں کیے جاتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ پبلشر کی اجازت کے بغیر ہم اسے یہاں شائع نہیں کر سکتے اور انگلستان کے پبلشر نے اس کی اشاعت غالباً ایک دفعہ کرنے کے بعد پھر کبھی نہیں کی۔

خاکسار

ابو الاعلیٰ

(۲۱۴)

لاہور

۱۸ر جنوری ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ ترقی پذیر معاشرے کے متعلق جو نظریات اور اصول آپ

نے بیان کیے ہیں ان کو جوں کا توں اہل مغرب کے معاشی مفکرین سے لے لینا درست نہیں ہے۔ سرمائے کی تشکیل جس کو ترقی پذیر ملکوں کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے، سود کی حرمت کے باوجود ہو سکتی ہے۔ بلکہ سود کی حرمت سے سودی نظام کی بہ نسبت زیادہ اچھی طرح ہو سکتی ہے اور اس سے ہم اُن مشکلات سے بچ سکتے ہیں جو غریب سے امیر کی طرف دولت کے بہاؤ سے پیدا ہوتی ہیں۔۔ اِس مسئلے پر میں اپنی کتاب "سود" کے آخری حصّے میں بحث کر چکا ہوں کہ سود کو حرام کرنے سے تشکیل سرمایہ بند نہیں ہوتی بلکہ زیادہ بہتر طریقے سے ہو سکتی ہے اور اس کے ساتھ اگر زکوٰۃ اور اسلامی قانون وراثت پر ٹھیک ٹھیک عمل کیا جائے تو ایک توازن کے ساتھ ملک میں پیداوار (Production) اور صَرف (Consumption) دونوں مسلسل ترقی کر کے ایک دوسرے کے لیے مددگار بن سکتے ہیں۔ ترقی پذیر ملکوں کے لیے جو نسخہ اہلِ مغرب نے تجویز کیا ہے اس کی کمزوری اس سے واضح ہو جاتی ہے کہ پہلے ایک طریقے سے ترقی کرنے کی راہ تجویز کی گئی ہے، اور اس کے بعد ترقی یافتہ بنتے ہی اس کے برعکس راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے، جس میں شاید ہی آپ کسی جگہ کوئی ایسا خط کھینچ سکتے ہیں جہاں پہنچ کر ایک راستے کے بجائے دوسرا اُس کے برعکس راستہ اختیار کرنا ہوگا۔ میرا خیال یہ ہے کہ ہمارے ماہرینِ معاشیات کو ترقی پذیر اور ترقی یافتہ معیشت کے معاملے میں مغربی مفکرین کی تقلید چھوڑ کر خود آزادانہ تحقیق کرنی چاہیے اور یہ سوچنا چاہیے کہ دونوں مدارج میں اسلامی اصولوں کی پیروی کرتے ہوئے وہ کس طرح پہلے درجے سے دوسرے درجے کی طرف پیش قدمی کر سکتے ہیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۱۵)

لاہور

۲۱ر جنوری ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا اور شاہ صاحب کا عنایت نامہ ملا۔ مَیں نے اپنے ۹ر جنوری کے خط میں جو بات عرض کی تھی وہ میری طرف سے آخری بات تھی۔ اگر شاہ صاحب کو وہ قبول نہیں ہے تو ان کی مرضی۔

خاکسار

ابو الاعلیٰ

(۲۱۶)

لاہور

۲۵ر جنوری ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ منصورہ حاضر ہونے اور مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کا مَیں نے وعدہ بھی کیا تھا اور میں اس مبارک تقریب میں شرکت کا آرزومند بھی تھا۔ مگر اسی مہینے میرے اوپر جوڑوں کے درد کا جو سخت حملہ ہوا ہے اس کی وجہ سے میرا حال یہ ہو گیا ہے کہ مَیں چند قدم بھی لکڑی کے سہارے کے بغیر نہیں چل سکتا اور نماز بھی کرسی پر بیٹھ کر اشاروں سے پڑھ رہا ہوں۔ کچھ نہیں کہہ سکتا کہ اس حالت میں کب تک افاقہ ہو گا اور میں کہیں جانے کے قابل ہو سکوں گا۔ اگر آپ مجھے اُس وعدے سے سبکدوش کر ہی دیں تو میرے اوپر کرم ہو گا۔ تھوڑی بہت طاقت جو ابھی باقی ہے اسے اُن ضروری کاموں کے لیے بچا کر رکھنا

چاہتا ہوں جو ابھی تشنۂ تکمیل ہیں۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۲۱۷)

لاہور
۱۰ر فروری ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ سندھ میں اردو اور سندھی کا جو جھگڑا کھڑا کر دیا گیا ہے اس پر مجھے سخت تشویش ہے۔ جماعت اسلامی سندھ اور کراچی میں اِس آگ کو بجھانے کے لیے حسب توفیق پوری کوشش کر رہی ہے۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۲۱۸)

لاہور
۱۰ر فروری ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ سوائے ایسی صورت کے جس میں ماں کی جان کے لیے خطرہ ہو، اسقاطِ حمل نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اسقاط بھی ایک قسم کا قتل ہی ہے۔ صرف یہ بات کہ کوئی عورت یا بیوی اور شوہر دونوں مزید بچے نہیں چاہتے، ایک جان کو ہلاک کرنے کے لیے کافی وجہ جواز نہیں ہے۔ ایسے لوگ اگر سمجھانے سے باز نہ آئیں تو آپ اپنے ہاتھ سے یہ گناہ کبھی نہ کریں۔ وہ اپنی ذمہ داری پر کوئی جاہلانہ حرکت کر کے اپنی صحت یا جان کا خطرہ مول

لیں اور کسی اناڑی کے پاس چلے جائیں تو آپ پر کوئی گناہ عائد نہیں ہوتا۔

مجھ سے آپ ملنا چاہیں تو ۱۳، فروری یا اس کے بعد کسی روز فون نمبر ۵۲۵۰۷ پر رابطہ قائم کر کے وقت طے کر لیں۔ اس سے پہلے مجھے مسلسل مصروفیت ہے۔ خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۱۹)

لاہور

۱۰ر فروری ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ وحید الدین خاں صاحب کا تبصرہ تو میری نظر سے نہیں گزرا البتہ آپ نے جو اپنا تبصرہ تحریر فرمایا ہے اُسے مَیں نے بغور دیکھا۔ قرآن کی تفسیر کے معاملے میں میرا مسلک یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ میں جس حد تک وسعت ہے میں اس کے حدود میں رہ کر ہی تفسیر کرتا ہوں۔ اُن حدود سے باہر جا کر اپنے تخیل سے کوئی ایسی بات حتی الامکان بیان نہیں کرتا جس کی گنجائش الفاظِ قرآن میں نہ ہو۔ اَسْمَاءَ کُلَّھَا کے الفاظ وسیع اور جامع ہیں۔ ان کو صرف خیر و شر کے اسمار تک محدود قرار دینے کی کوئی گنجائش اِن الفاظ میں نہیں ہے۔ البتہ اسمار میں خیر و شر کے اسمار بھی شامل ہیں۔

باقی جو بحث آپ نے کی ہے اس میں یہ بات آپ نے ملحوظ نہیں رکھی کہ قرآن مجید کی یہ آیات اس وقت سے متعلق ہیں جب تخلیقِ انسانی کا ارادہ ظاہر کیا گیا تھا۔ اس وقت زمین میں کوئی فساد موجود نہیں تھا جس کو مٹانے کے لیے انسان کو پیدا کیا گیا ہو۔ اور فرشتوں نے بھی یہ نہیں کہا تھا کہ فساد زمین میں برپا ہے اور انسان کو خلیفہ بنا کر بھیجنے سے وہ اور بڑھے گا۔

بلکہ فرشتوں کے بیان سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ انسان کے خلیفہ مقرر کیے جانے کے بعد ان کو فساد برپا ہونے کا اندیشہ تھا۔

میری مذکورۂ بالا تصریحات پر آپ غور کریں گے تو آپ کو خود معلوم ہو جائے گا کہ آپ نے جو تفسیر کی ہے وہ قرآن سے مطابقت نہیں رکھتی۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۲۰)

لاہور

۱۳ر فروری ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ مغربی اشاعتی اداروں کا حال یہ ہے کہ وہ خالص اور غیر جانب دارانہ علمی تحقیقات کا ڈھونگ رچاتے ہیں، مگر عملاً اسلام کی صحیح ترجمانی کرنے والی کتابوں کی اشاعت سے گریز کرتے ہیں اور صرف اُن کتابوں کو ترجیح دیتے ہیں جو یا تو اسلام کے خلاف ہوں، یا کسی مسلمان کے قلم سے اسلام کو مسخ کرنے اور ماڈرنزم کے سانچوں میں اس کو ڈھالنے کے لیے لکھی گئی ہوں۔ تاہم آپ انگلستان میں خورشید صاحب سے مراسلت کریں اور ان کو اپنی اِس تجویز کی طرف توجہ دلائیں۔ وہی ہمارے انگریزی شعبے کے انچارج ہیں اور آج کل انگلستان ہی میں مقیم ہیں۔ وہ وہاں اِس بات کا جائزہ لے لیں کے کہ ہماری کتابوں کے انگریزی ترجمے وہاں سے شائع ہونے کے امکانات کیا ہیں۔ میرا ذاتی تجربہ تو یہ ہے کہ ایک دفعہ پال مال والوں نے میری کوئی کتاب چھاپنے کی خود خواہش ظاہر کی، مگر جب مَیں نے اپنی کتاب اسلام اور ضبط ولادت کا انگریزی ترجمہ انہیں بھیجا تو انہوں نے اسے شائع کرنے سے انکار کر دیا۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۲۱)

لاہور

۱۱ر رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کے سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں۔

۱۔ موسیقی کے متعلق اگر آپ (Psychology of Sex) اور (Prostitution) پر موجودہ زمانے کا (Scientific Literature) دیکھیں تو آپ کو واضح طور پر معلوم ہو جائے گا کہ موسیقی اور شہوانیت کے درمیان گہرا جذباتی تعلق ہے اور تاریخ کے دوران میں ہمیشہ موسیقی اور صنفی بے راہ روی دوش بدوش چلتی نظر آتی ہے۔ جن میں مذہبی گروہوں نے موسیقی کو پاکیزگی کا سرٹیفکیٹ دے کر مذہبی عبادات میں داخل کیا۔ ان کو بھی یہ شراب تو اکثر اپنے فطری مذاق یعنی شہوانیت کی طرف بہالے جانے میں کامیاب ہوئی ہے۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں آلاتِ موسیقی کو توڑنے کے لئے بھیجا گیا ہوں گویا اس فتنے کی جڑ کاٹنا آپ کے مقصدِ بعثت میں سے تھا۔ جہاں تک خوش آوازی کا تعلق ہے اسلام اس کا دشمن نہیں ہے۔ اسلام کسی بھی فطری جمال کا دشمن نہیں ہے لیکن جب خوش آوازی کے استعمال کو پیشہ بنایا جاتے پھر اس کو آلات کے ذریعے سے دو آتشہ اور سہ آتشہ بنانے کی کوشش کی جاتے، پھر سوسائٹی کے ایک معتد بہ عنصر کو اس تفریح کا مستقل ذریعہ بنا کر رکھ دیا جائے اور ایسے حالات اس کے لئے پیدا کر دیئے جائیں۔ جن سے نہ صرف وہ خود بداخلاقی میں مبتلا ہوں۔ بلکہ

پوری سوسائٹی میں وہ بداخلاقی کا ایجنٹ بن جائے تو ظاہر بات ہے کہ یہ وہ معصوم خوش آوازی نہیں ہے۔ جس کو انسانیت کا کوئی سچا خیر خواہ برداشت کرنے کے لئے تیار ہو سکتا ہے۔

۲۔ فوٹو اور مصوری کے متعلق جہاں تک مجھے یاد ہے، ترجمان القرآن میں میں لکھ چکا ہوں آپ اسے نکال کر دیکھ لیں۔ یہ خیال رہے کہ مناظر کی تصویر خواہ ہاتھ سے بنائی جائے یا فوٹو لیا جائے ناجائز نہیں ہے۔ البتہ حیوانات اور انسان کی تصویر بنانا یا فوٹو کھینچنا ناجائز ہے۔ بظاہر یہ بڑا معصوم جذبہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنے بچپن سے لے کر جوانی اور بڑھاپے تک کے ہر ہر مرحلہ کی تصویر رکھے، اور ایسی تصویروں کے بنانے اور کھینچنے میں بظاہر کوئی قباحت نظر نہیں آتی۔ لیکن جب میں نے کرشن جی کی بچپنے کی تصویر بچتے ہوئے دیکھی تو یکایک میرے دل نے سوال کیا کہ ہم میں سے کون اس بات کی گارنٹی دے سکتا ہے کہ آگے چل کر وہ اپنی زندگی میں یا مرنے کے ایک مدت بعد بت نہ بن سکے گا۔ علاوہ ازیں اس اصولی بات کو سمجھ لینا چاہیئے کہ شریعت جب کسی چیز کو اس کے بڑے فتنوں کی وجہ سے اُسے حرام کرتی ہے تو پھر اس کے قریب لے جانے والے راستوں تک کو بند کر دیتی ہے اور ان چھوٹی چھوٹی مصلحتوں کو نظر انداز کر دیتی ہے جو اس شر انگیز فتنے کے ساتھ وابستہ ہوں۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو تحریم کے قاعدے پر عمل درآمد ہونا مشکل ہے۔ اسی تصویر کے معاملہ میں غور کیجئے کہ اس کی قطعی حرمت کے بجائے اس کی بعض اقسام کو جائز ٹھہرا دیا جائے تو پھر جائز اقسام اور ناجائز اقسام کے درمیان کوئی خط فاصل نہیں کھینچا جا سکے گا۔ انسان اپنے ذاتی رجحانات

کی بنا پر تاویلات کے ذریعے سے جواز کی سرحدوں کو روز بروز وسیع کرتا چلا جائے گا۔ حتیٰ کہ پھر مشکل سے کوئی قسم ناجائز رہ جائے گی۔

۳۔ تعویذوں کے استعمال کے متعلق یہ ہے کہ جن تعویذوں میں مشرکانہ کلمات درج ہوں یا مہمل کلمات یا اعداد ہوں یا قرآن مجید کی آیات میں تغیر و تبدل کیا گیا ہو یا قرآن مجید کی آیات کو لکھ کر ان کی بے حرمتی کی کوئی صورت تجویز کی گئی ہو، ایسے تمام تعویذ ناجائز ہیں۔ نیز وہ گنڈے وغیرہ جو نظرِ بد سے بچنے کے لئے گلے میں ڈالے جاتے ہیں وہ ناجائز ہیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۲۲)

لاہور

۱۸ر فروری ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ ہمارے ہاں کی قدیم کتابوں میں تورات، زبور اور انجیل کے متعلق کچھ زیادہ تحقیقی معلومات نہیں ملتیں۔ موجودہ زمانے میں ان پر بہت تحقیقی کام ہوا ہے۔ آپ براہِ کرم انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں بائبل کا مضمون نکال کر دیکھیں اور اس میں جن دوسرے مضامین کے حوالے دیئے گئے ہیں وہ سب بھی نکال کر دیکھ لیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۲۲۳)

لاہور

۶ر مارچ ۱۹۶۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ دونوں حضرات کا خط ملا۔ آپ اطمینان رکھیں کہ یہاں انتخابات کے نتائج سے اسلامی تحریک پر کوئی غیر معمولی اثر نہیں پڑا ہے، بلکہ انہی انتخابات کے تھوڑے دنوں بعد کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جو انتخابات ہوئے ہیں انہوں نے ثابت کر دیا ہے کہ نوجوان تعلیم یافتہ نسل خدا کے فضل سے اکثریت کے ساتھ اسلامی تحریک کی حامی ہے۔

لیبیا کے جن حالات کی طرف آپ نے توجہ دلائی ہے ان سے میں برابر دلچسپی لے رہا ہوں اور کرنل قذافی کے تازہ اقدامات اور بیانات سے مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے۔

افسوس ہے کہ میری صحت اب سفر کرنے کی اجازت نہیں دیتی ورنہ لیبیا سے جو دعوت نامہ میرے نام آیا تھا اُسے میں ضرور قبول کرتا اور وہاں جا کر نہ صرف یہ کہ حالات کا مطالعہ کرتا بلکہ جو مفید مشورے بھی دے سکتا تھا دیتا۔ تاہم میں کرنل قذافی سے رابطہ رکھنے کی کوشش کروں گا۔

یہودیوں کی سازشوں اور فری میسن کے متعلق یہاں کے تعلیم یافتہ لوگوں کو خبردار کرنے کے لیے مسلسل کوششیں ہو رہی ہیں۔ پروٹوکولز یہاں شائع کیے جا چکے ہیں۔ ہنری فورڈ کی کتاب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ فری میسنری کے خلاف کافی مواد یہاں کے اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ مزید جو چیزیں بھی آپ فراہم کر کے بھیج سکیں تو ضرور بھیجیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۲۲۴)

لاہور

۷ر مارچ ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا کرم نامہ ملا۔ جماعت اسلامی اپنی طرف سے تو ہر ممکن کوشش معاملات کو سلجھانے کی کر رہی ہے، مگر مَیں خود آج کل بیمار ہوں۔ گھر میں بھی چلنے پھرنے سے معذور ہو رہا ہوں۔ اس لیے اس نازک موقع پر بذات خود کوئی دَوڑ دھوپ نہیں کر سکتا۔ اللہ کریم سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ اس ملک کو بچائے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۲۵)

لاہور

۴ر اپریل ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کی ارسال کردہ کتاب "افریقہ اسپیکس" مجھے مل گئی ہے۔ مَیں آپ کا بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے افریقہ میں قادیانیوں کی کارگزاریوں کے متعلق خود انہی کی شائع کردہ رپورٹ مجھے مہیا کر دی ہے۔ میں انشاء اللہ ان تمام افریقی ممالک میں اسلامی عناصر کو اس خطرے سے آگاہ بھی کروں گا اور ان کو ضروری لٹریچر

بھی بھجوا دوں گا تاکہ وہ اس کا مقابلہ کر سکیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۲۶)

لاہور

۵ر اپریل ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ جو روزے آپ کے چھوٹ گئے ہیں اُن کی تو صرف قضا ادا کریں کیونکہ وہ قصداً نہیں بلکہ ذہنی بیماری کی وجہ سے چھوٹے ہیں۔

آپ کو جب یہ تجربہ ہو چکا ہے کہ جماعت کا لٹریچر پڑھنے سے رفتہ رفتہ آپ کی اس ذہنی کیفیت میں کمی ہوتی چلی گئی ہے تو اب آپ اسی نسخے کو مزید آزمائیں۔ روزانہ تفہیم القرآن کا ایک رکوع پابندی سے پڑھتے رہیے۔ امید ہے کہ اس مرض کے باقی ماندہ اثرات بھی دور ہو جائیں گے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۲۷)

لاہور

۱۱ر مئی ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ مولانا محمد عرفان صاحب سے میری ملاقات ۱۹۲۴ء

کے آخری زمانے سے ان کی وفات تک رہی - اول اول جب "الجمعیت" جاری ہوا تو اس کے ایڈیٹر کی حیثیت سے نام انہی کا لکھا جاتا تھا، مگر عملاً میں ہی ایڈیٹر تھا - اس کے بعد جب مولانا مرحوم بمبئی منتقل ہو گئے اور مرکزی خلافت کمیٹی میں مولانا شوکت علی صاحب کے ساتھ کام کرنا شروع کر دیا تو پھر میرا نام ایڈیٹر کی حیثیت سے لکھا جانے لگا - میرے ساتھ ان کے تعلقات آخر وقت تک نہایت مخلصانہ اور بے تکلفانہ رہے - وہ جب دہلی آتے تو مجھ سے ضرور ملتے اور میں جب بمبئی جاتا تو انہی کے پاس ٹھیرتا - نہایت صاحب علم، ذی فہم، شگفتہ مزاج اور مخلص بزرگ تھے - اپنی زندگی میں انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی بہت بے غرضانہ خدمت کی - اللہ ان کی نیکیوں کو قبول فرمائے اور کوتاہیوں سے درگزر فرمائے۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۲۲۸)

لاہور
۱۳ مئی ۱۹۷۱ء

محترمہ،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

گرامی نامہ مورخہ ۸ اپریل ملا - آپ نے مجھے مسلم ممالک سے پاکستان کی مالی اعانت کے لیے اپیل کرنے کا مشورہ دیا ہے - لیکن جب تک حکومت پاکستان کی طرف سے اس خواہش کا اظہار نہ ہو کہ اس طرح کی کوئی اپیل مسلمان ملکوں سے کی جائے اس وقت تک ایسی کوئی اپیل میں کر بھی نہیں سکتا اور خود مسلمان ملکوں کو بھی یہ معلوم

نہیں ہو سکتا کہ میں یہ اپیل کس حیثیت سے کر رہا ہوں۔

کنیڈا میں جو پروپیگنڈا پاکستان کے خلاف کیا جا رہا ہے اس کے متعلق صرف زبانی گفتگو میں لوگوں کو جواب دے دینا کافی نہیں ہے۔ اس کے توڑ کے لیے ضروری ہے کہ آپ لوگ وہاں چندہ کر کے اس کا جواب شائع کریں اور وہاں کے لوگوں کو اصل حالات بتلانے کے ساتھ ان سے سوال کریں کہ آخر دنیا میں وہ کون سا ملک ہے جو اپنے ایک حصّے کو الگ ہونے کی اجازت دینے کے لیے تیار تھا؟ اگر کنیڈا کو مشرقی پاکستان سے ایسی ہی ہمدردی ہے تو وہ خود کیوبک کو آزاد کیوں نہیں کر دیتا؟

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۲۹)

لاہور

۷ر جون ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا جس کے ساتھ مُلّا واحدی صاحب کا خط بھی تھا۔ واحدی صاحب میرے ساتھ بڑی ہی مخلصانہ محبت رکھتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ انہوں نے خود بھی اپنے خط میں بیان فرمایا ہے، میرے اور ان کے درمیان قریبی تعلقات نہیں رہے ہیں اور انہیں زیادہ تر دور ہی سے میرے متعلق معلومات حاصل ہوئی ہیں، اس لیے بہت سی باتیں انہیں صحیح معلوم نہیں ہو سکیں۔ اور مجھے کبھی اپنے ذاتی حالات بیان کرنے سے دلچسپی نہیں رہی۔ اس وجہ سے میرے متعلق بہت سی ایسی باتیں پھیل گئی ہیں جو واقعہ

کے مطابق نہیں ہیں ۔

"رعیت" میں جب نیاز صاحب کام کرتے تھے اُس زمانے میں اس بنا پر کہ قیام بھوپال کے زمانے سے میرے اور اُن کے تعلقات چلے آرہے تھے، مَیں اُن کا ہاتھ بٹانے کے لیے کبھی کبھی چلا جاتا تھا ۔ واحدی صاحب نے چٹان میں یہ صحیح نہیں لکھا ہے کہ میں ان سے اخبار نویسی سیکھ رہا تھا ۔ مجھے اس سے پہلے سے لکھنے کی مشق تھی ۔

"مولوی" کے شذرات مَیں نے بہت کم لکھے ہیں ۔ دراصل مَیں ۱۹۲۲ - ۱۹۲۳ء میں اخبار "مسلم" کا ایڈیٹر تھا جسے مفتی کفایت اللہ صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب نے جمعیت علمار ہند کے آرگن کی حیثیت سے نکلوایا تھا ۔ اُس پر منشی عبدالحمید کا نام بطور ایڈیٹر درج ہوتا تھا لیکن ایڈیٹوریل کالم سارے میرے لکھے ہوئے ہوتے تھے ۔ اس سلسلے میں چونکہ منشی عبدالحمید صاحب سے میرے اچھے تعلقات قائم ہو گئے تھے اس لیے کبھی کبھی انہوں نے "مولوی" کے لیے بھی مجھ سے شذرات لکھوائے ہیں ۔ لیکن میرا اصل کام "مسلم" کے لیے ایڈیٹوریل لکھنا تھا ۔ بعد میں ۱۹۲۴ء کے آخر سے "الجمعیت" نکلنا شروع ہوا اور چونکہ مفتی صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب کو میرے اوپر بہت اعتماد تھا اس لیے اس کی ایڈیٹری بھی انہوں نے میرے سپرد کی ۔ اگرچہ ابتدا میں کچھ مدت تک مولانا محمد عرفان صاحب کا نام بطور ایڈیٹر لکھا جاتا رہا، لیکن اول روز سے دسمبر ۱۹۲۸ء تک میں ہی اس کا ایڈیٹر رہا ۔

واحدی صاحب نے یہ عجیب بات لکھی ہے کہ غلام احمد پرویز صاحب کبھی میرے رفیق رہے ہیں، حالانکہ میری ان سے کبھی رفاقت نہیں رہی ۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ جب تک پرویز صاحب کا مسلکِ انکارِ حدیث پوری طرح کھل کر سامنے نہیں آیا تھا اُس وقت تک اُن کے مضامین رسالہ معارف کی طرح ترجمان القرآن میں بھی شائع ہوتے رہے ۔ لیکن جب

وہ کھُلے کھُلے منکر حدیث ہو گئے تو یہ تعلقات بھی ختم ہو گئے۔ پھر نہ معارف میں کبھی ان کا کوئی مضمون آیا اور نہ ترجمان میں۔ اور چونکہ مَیں نے شدت کے ساتھ اُن کے انکار حدیث کی مخالفت کی اس لیے وہ میری مخالفت میں شدید سے شدید تر ہوتے چلے گئے جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔

واحدی صاحب نے اس بات پر بھی تعجب کا اظہار کیا ہے کہ مَیں رفقاء کھوتا رہا ہوں۔ اُن کو شاید معلوم نہیں ہے کہ مَیں نے جس قدر رفقاء کھوئے ہیں اس سے کہیں زیادہ پائے ہیں۔ رہے الگ ہونے والے اصحاب تو اُن کی علحدگی کے اسباب کوئی سمجھنا چاہے تو اس کو دیکھنا چاہیے کہ الگ ہو کر ان لوگوں نے کام کیا کیا ہے، اور یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ الگ ہو کر انہوں نے میرے خلاف کیا کچھ کہا اور لکھا ہے اور مَیں نے یہ سب کچھ کس قدر صبر کے ساتھ برداشت کیا ہے۔ اس پر بھی اگر مَیں ہی ان کی علیحدگی کا قصوروار ٹھیرایا جاؤں تو اس کا میرے پاس کوئی علاج نہیں ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ واحدی صاحب غالباً ان حالات سے واقف نہیں ہیں۔

خاکسار

ابو الاعلیٰ

(۲۳۰)

لاہور

۱۶ر جون ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ میرے ساتھ جو خلوص اور محبت آپ کو ہے اور میری صحت کے لیے جو آپ نے دُعائیں کی ہیں ان کے لیے مَیں آپ کا بہت شکر گزار ہوں۔

میری صحت میں اب اتنا فرق ہوا ہے کہ ہر وقت جو درد رہتا تھا وہ نہیں ہے۔ اور دماغ پر جو بار تھا وہ بھی بہت کم ہو گیا ہے۔ اِسی وجہ سے اب کچھ کام کرنے کے قابل ہو گیا ہوں۔ مگر ابھی تک کھڑے ہونے اور چلنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ آپ اگر کوئی دوا بھیجنا چاہیں تو ایسی دوا بھیجیے جو مقوی بھی ہو اور ناشتے کے ساتھ استعمال کی جا سکے۔ خالی پیٹ اگر کوئی دوائیں کھا لیتا ہوں تو کھانے کے اوقات تک بھوک نہیں لگتی اور کھانے میں بھی بدمزگی پیدا ہوتی ہے۔ آپ نے جو سوالات کیے ہیں ان کے جوابات یہ ہیں۔

۱۔ مُہرِ نبوت جس کا ذکر احادیث میں ہے وہ حضورؐ کے دونوں شانوں کے درمیان تھی۔ اس کا اس انگوٹھی سے کوئی تعلق نہیں ہے جو حضورؐ نے بنوائی تھی۔ قدیم زمانے میں طریقہ یہ تھا کہ کوئی ذمہ دار شخص اگر کسی دوسرے ذمہ دار آدمی کو کوئی خط یا حکم لکھ کر بھیجتا تھا تو اس پر وہ اپنے نام کی مُہر لگا دیتا تھا۔ یہ طریقہ ہمارے قریب کے زمانے تک رائج رہا ہے۔ حضور نے بھی اپنی انگوٹھی پر اپنا اسم مبارک کندہ کرایا تھا اور یہ مُہر تمام مراسلات پر لگائی جاتی تھی۔ خلفائے راشدین بھی اسی طرح مُہر رکھتے تھے اور تمام سرکاری خطوط پر ثبت کرتے تھے۔

۲۔ تفہیم القرآن کی آخری جلد بہت ضخیم ہو رہی تھی اس لیے اب مَیں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ اس کا ایک حصّہ پانچویں جلد کی شکل میں شائع کر دوں۔ پوری کتاب انشاءاللہ چھٹی جلد میں مکمل ہو گی۔ اس وقت تک سورۂ طارق کی تفسیر لکھی جا چکی ہے۔

۳۔ حضرت عثمان کی اصلی مُہر مروان کے پاس تھی کیونکہ وہ آپ کا میر منشی تھا اور قدیم زمانے میں یہ طریقہ تھا کہ جو شخص خلیفہ یا گورنر یا کسی حاکم کا معتمد علیہ ہوتا تھا اس کے

پاس اُس کی مہر رہتی تھی۔

۴۔ حنفیہ جمع بین الصلوٰتین کے جس معنی میں قائل ہیں وہ یہ ہے کہ ایک نماز کا وقت ختم ہو رہا ہو اور دوسری کا شروع ہو رہا ہو اُس وقت دونو وقت کی نمازیں ملا کر پڑھ لی جائیں۔

۵۔ سفر میں اگر آدمی وقت پر نماز ادا کرنے کا موقع پائے تو ادا کرلے ورنہ مجبوراً قضا کر کے دوسرے وقت کی نماز کے وقت اس کو ادا کرے۔

۶۔ عصر کے وقت آج کل باہر نہیں بیٹھ رہا ہوں کیونکہ زیادہ دیر تک بات کرتا ہوں تو سخت تکان ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات ضعف کی وجہ سے آواز نکالنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔

خاکسار۔

ابوالاعلیٰ

(۲۳۱)

لاہور

۱۶ر جون سنہ ۱۹۷۱ء

عزیزم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ نوجوان نسل کی جو حالت آپ نے بیان کی ہے وہ اُس تعلیم اور طرز تعلیم کا لازمی نتیجہ ہے جو اس نسل کو مل رہی ہے۔ جب تک یہ نظام نہ بدلے اس وقت تک اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ اسی نسل میں جن نوجوانوں کو اللہ نے اسلامی حس دی ہے وہ ان حالات کا مقابلہ کریں اور اصلاح کی کوشش میں اپنی طرف سے کوئی کسر اُٹھا نہ رکھیں۔ آپ نے جو تین سوالات کیے ہیں ان کے جوابات

درج ذیل ہیں۔

۱۔ عورت اور مرد کے درمیان کوئی محبت جنسی محبت کے سوا نہیں ہو سکتی سوائے اِس کے کہ ماں بہن کے ساتھ آدمی کی محبت اس سے خالی ہوتی ہے۔ غیر مرد اور غیر عورتیں ایک دوسرے کی طرف جب بھی کھنچتے ہیں جنسی کشش کی بنا پر ہی کھنچتے ہیں اور اس کے نتائج کسی سے چھُپے ہوئے نہیں ہیں۔ دھوکا دینے کے لیے کوئی شخص چاہے تو کچھ مدت تک اپنی اِس محبت کو افلاطونی محبت سمجھتا رہے، لیکن یہ دھوکا زیادہ دیر تک باقی نہیں رہتا۔

۲۔ تقدیر کے متعلق مَیں نے تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "مسئلہ جبر و قدر" میں بھی بحث کی ہے اور تفہیم القرآن میں جگہ جگہ ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے اس مسئلے پر روشنی ڈالی ہے جن میں تقدیر کا معاملہ زیرِ بحث آیا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ نہ انسان مجبورِ محض ہے نہ مختارِ کُل۔ حقیقت اِن دونوں کے بین بین ہے۔

۳۔ نماز کی پابندی احساسِ فرض کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اگر ایک آدمی ایمانداری کے ساتھ یہ محسوس کرلے کہ جس خدا پر مَیں ایمان لایا ہوں اس نے نماز مجھ پر فرض کی ہے اور میں منافق ہوں گا کہ ایمان کا دعویٰ بھی کروں اور خدا کا عائد کردہ فرض بھی ادا نہ کروں، تو وہ کبھی نماز پڑھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لیکن اگر آدمی اس فرض کے احساس ہی سے خالی ہو تو اس سے نماز کی پابندی نہیں ہو سکتی۔

خاکسار

ابوالاعلےٰ

---

(۲۳۲)

لاہور

۱۷ر جون ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ جوش صاحب کی تصنیف "یادوں کی برات" میری نظر سے نہیں گزری نہ میں اسے دیکھنا پسند کرتا ہوں۔ البتہ جن لوگوں نے اسے پڑھا ہے انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ جوش صاحب نے میرے متعلق کیا لکھا ہے۔ جو واقعہ انہوں نے میری طرف منسوب کر کے لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ میرے اور ان کے درمیان حیدر آباد میں دوستانہ تعلقات ضرور تھے مگر میں دھوکے سے بھی کبھی ان کے ساتھ کسی ایسی جگہ نہیں گیا جس کا انہوں نے ذکر کیا ہے۔ ممکن ہے کہ ان کو صحیح بات یاد نہ رہی ہو اور نشہ کی حالت میں انہوں نے یہ سمجھا ہو کہ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۳۳)

لاہور

۲۰ر جون ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ میری صحت بس اس حد تک بحال ہوئی ہے کہ اب کچھ لکھنے کا کام کر سکتا ہوں، لیکن کھڑا نہیں ہو سکتا اور چلنے پھرنے میں سخت تکلیف ہوتی ہے۔

ضعف بھی اتنا بڑھ گیا ہے کہ زیادہ محنت برداشت نہیں کر سکتا۔

آپ نے جو سوالات کیے ہیں ان کے جوابات یہ ہیں۔

۱۔ گھوڑے کے لفظ میں "و" معروف ہے۔ یعنی وہ "و" جو چوڑی میں ہوتا ہے نہ کہ وہ جو توڑنے میں استعمال ہوتا ہے۔ اُردو زبان میں گھوڑا کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کو کہتے ہیں۔

۲۔ تفہیم القرآن جلد دوم میں صفحہ ۷۶ پر جو فقرہ "تمہاری آزمائش تھی" پر ختم ہوا ہے وہ صفحہ ۷۵ میں اِن الفاظ سے شروع ہوتا ہے: "پھر موسیٰ نے کہا کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود تمہارے لیے تلاش کروں"۔ اِس عبارت کا ایک حصہ حضرت موسیٰ کا اپنا قول ہے اور دوسرا اللہ تعالیٰ کا ارشاد جسے حضرت موسیٰ نے اپنے کلام میں نقل کیا ہے۔ اسی لیے جہاں سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد شروع ہوتا ہے وہاں میں نے قوسین میں اللہ فرماتا ہے کے الفاظ لکھ دیئے ہیں۔

۳۔ سُقِطَ فِیْ اَیْدِیْھِمْ عربی زبان کا محاورہ ہے۔ اس کا لفظی ترجمہ تو یہ ہوگا کہ "اُن کے ہاتھوں میں ٹوٹ گیا"۔ مگر محاورے کے طور پر اس کا مفہوم تقریباً وہی ہے جسے اُردو میں کہتے ہیں کہ "اُن کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے"۔ لیکن یہ ترجمہ اگر میں کرتا تو یہ اُن لوگوں کی سمجھ میں نہ آتا جو اب اُردو محاورات سے ناواقف ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اس لیے میں نے اِس مفہوم کو یوں ادا کیا ہے کہ "ان کی فریب خوردگی کا طلسم ٹوٹ گیا"۔

۴۔ تَوَرُّع کے معنی ہیں انتہائی پرہیز گاری۔ یہ ورع سے ہے جو تقویٰ ہی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مگر اس میں معاصی اور شبہات سے اجتناب کا تصور تقویٰ کی بہ نسبت زیادہ قوی اور شدید ہے۔

خاکسار ابوالاعلیٰ

(۲۳۴)

لاہور

۲۸ر جون ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کی ارسال کردہ دوائیں پہلے مل چکی تھیں۔ اب ترکیب استعمال کا پرچہ بھی مل گیا ہے۔ آپ کی محبت اور دعاؤں کے لیے بہت شکر گزار ہوں۔ دوائیں استعمال کر کے انشاء اللہ آپ کو مطلع کروں گا۔

مدرسے کے سلسلے میں آپ کو جو پریشانیاں پیش آ رہی ہیں ان کا حال معلوم کر کے افسوس ہوا۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اس پریشانی کو رفع فرما دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت ازدواج کے بارے میں میں نے تفہیم القرآن سورۂ احزاب میں مفصل بحث کی ہے اس کو آپ پڑھ لیں۔

بنی نضیر کی جن خاتون سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا تھا اُن کے متعلق تفہیم القرآن جلد اول صفحہ ۹۳، ۹۴ کا حاشیہ دیکھیں۔

اُس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ پہلے سے دل میں مسلمان ہو چکی تھیں اور ان کو براہِ راست یہ تجربہ ہو گیا تھا کہ یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برحق جاننے کے باوجود آپؐ کی مخالفت کر رہے ہیں۔

ابو طالب کے متعلق یہ بات احادیث سے ثابت ہے کہ وہ آخر وقت تک ایمان نہیں لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین آپ کی نبوت سے پہلے وفات پا چکے تھے۔ یہ فیصلہ کرنا اللہ کا کام ہے کہ وہ اُن کے ساتھ کیا معاملہ کرے۔ ہمیں آخر

کیا ضرورت پڑی ہے کہ اس بات کا فیصلہ کریں کہ ان کی بخشش ہوگی یا نہیں؟ یہ بحثیں کرنا ان لوگوں کا کام ہے جن کے پاس دنیا میں کرنے کا کوئی کام باقی نہ رہا ہو۔

منسوخ شدہ کرنسی نوٹوں کے بارے میں جو لوگ طرح طرح کی افواہیں پھیلاتے ہیں ان کا ہمیں پتہ بھی نہیں چلتا کہ کون شخص کیا جھوٹ گھڑ رہا ہے اور کیا افواہیں پھیلا رہا ہے۔ ہم ان چیزوں کی آخر کیا تردید کریں۔

آپ اپنے صاحبزادے کی شادی میں کوئی فضول خرچی نہ کریں اور نہ قرض لینے کی فکر کریں۔ جو کچھ اللہ نے دیا ہے اس کے مطابق سادہ طریقے سے شادی کر دیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۳۵)

لاہور

۳۰ر جون ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ زکوٰۃ کا روپیہ جہاد میں استعمال کرنے کی شریعت نے اجازت ضرور دی ہے لیکن اس بات کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ جس زمانے میں یہ اجازت دی گئی تھی اس وقت مستقل تنخواہ دار فوج (Standing Army) نہیں تھی بلکہ جہاد کی اپیل پر لوگ رضا کارانہ اپنی خدمات پیش کرتے تھے اور ان کو ہتھیار اور سواریاں بھی زیادہ تر خود ہی لانی پڑتی تھیں۔ ایسے لوگوں کی مدد زکوٰۃ سے کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ نیز زکوٰۃ کے مال سے گھوڑے اور اونٹ اور اسلحہ کا ذخیرہ حکومت بھی اس غرض کے لیے تیار رکھتی تھی

کہ جو دا لنٹیر لڑنے کے لیے آئیں اور اُن کے پاس یہ چیزیں نہ ہوں تو انہیں حکومت اس سروسامان سے مدد دے سکے۔ دوسری بات یہ بھی نگاہ میں رہنی چاہیے کہ اس زمانے کی جنگ کے مصارف کو آج کی جنگ کے مصارف سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ اُس وقت تلوار، نیزے، گھوڑے، اونٹ، بس یہی کچھ سروسامان تھا جس سے جنگ کی جاتی تھی یا پھر لڑنے والوں کی خوراک کا انتظام کرنا ہوتا تھا۔ آج حالت یہ ہے کہ لڑائی رائفلوں، توپوں، ٹینکوں اور ہوائی جہازوں سے ہوتی ہے۔ اِس وقت اگر ایسا کوئی فتویٰ دیا جائے گا کہ لوگ زکوٰۃ کا روپیہ جنگ میں استعمال کرنے کے لیے حکومت کو دیں تو اِس وقت کی مستقل فوج اور اس کے سپاہیوں جنرلوں تک کی تنخواہیں اور ان کے بیش قیمت ہتھیار ملک کی ساری زکوٰۃ کھا جائیں گے اور غریبوں کی مدد کے لیے ایک پیسہ بھی نہ بچ سکے گا۔ اس وقت حکومت فوجی اور جنگی ضروریات کے لیے بے شمار دوسرے ٹیکسوں کے ذریعہ سے روپیہ حاصل کر رہی ہے۔ کیا ضرورت ہے کہ ساری زکوٰۃ بھی اس میں کھپا دی جائے؟ البتہ اگر ایسی غیر معمولی صورت حال پیدا ہو جائے کہ حکومت کے تمام دوسرے ذرائع جنگی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہوں اور زکوٰۃ کا استعمال ناگزیر ہو جائے تو ایسے موقع پر حکومت زکوٰۃ کے لیے اپیل کر سکتی ہے اور وقتی طور پر علماء اس کا فتویٰ دے سکتے ہیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۳۶)

لاہور

۳ر جولائی ۱۹۶۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ سُقِطَ فِیْ اَیْدِیْھِمْ کے بعد یہ فرمانا کہ وَرَاَوْا اَنَّھُمْ قَدْ ضَلُّوْا قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ یَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَیَغْفِرْ لَنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ اِس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ جس غلط فہمی میں وہ پڑے ہوئے تھے اس کا طلسم جب ٹوٹ گیا اور انہوں نے دیکھ لیا کہ واقعی وہ گمراہ ہو گئے تھے تو انہوں نے یہ کہا۔ ہاتھ کے طوطے اڑنا اُردو زبان میں ایسے موقعوں پر استعمال ہوتا ہے جب کسی شخص پر یہ کھل جائے کہ وہ بہت بڑی غلطی میں پڑ گیا تھا اور اِس انکشاف سے اُس کے حواس باختہ ہو جائیں۔

سورۂ توبہ کی جس آیت کے بارے میں آپ نے استفسار کیا ہے اُس میں وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جن کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ "اللہ اِس سے انکار کرتا ہے کہ وہ اپنے نور کو مکمل کیے بغیر رہ جائے"۔ آپ چاہیں تو انگریزی میں ترجمہ یوں کر دیں:-

"And Allah Refuses to allow it but He will perfect His light".

خاکسار، ابوالاعلیٰ

نوٹ: چودھری محمد اکبر صاحب کا ۱۶ر جنوری ۱۹۶۲ء کو انتقال ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ مرحوم مولانا کی تفسیر تفہیم القرآن کا انگریزی میں ترجمہ کر رہے تھے۔ غالباً دو جلدوں کا ترجمہ مکمل کر چکے تھے۔ پہلی جلد کا انگریزی ترجمہ تین حصّوں میں اسلامک پبلیکیشنز لاہور نے شائع کیا ہے۔

(۲۳۷)

لاہور

۲۱ر جولائی ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کی محبت اور اخلاص کے لیے شکر گزار ہوں۔ "سمرنا میں یونانی مظالم" اور اس طرح کے بعض چھوٹے چھوٹے پمفلٹ یا مضامین ابتدائی دور میں میں نے لکھے ضرور تھے مگر وہ مستقل تصنیفات میں شمار ہونے کے لائق نہیں ہیں۔

میں نے اپنے خاندانی حالات ایک مرتبہ ۱۹۳۲ء میں ایک دوست کی فرمائش پر لکھے تھے یہ مضمون حال ہی میں رسالہ زندگی لاہور نے شائع کر دیا ہے۔ آپ اسے دیکھ لیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۳۸)

لاہور

۲۱ر جولائی ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کے سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں۔

۱۔ دہلی میں جب میں الجمعیت کا ایڈیٹر تھا اس زمانہ میں مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب کاندھلوی سے میں نے حدیث کی تعلیم حاصل کی تھی۔ وہ میرے گھر پر ہی تشریف لاکر پڑھاتے تھے۔

۲۔ اگر تفہیم القرآن آپ نے نہیں پڑھی ہے اور نہ تفسیر کی دوسری کتابوں سے اس کا مقابلہ کر کے دیکھا ہے تو براہِ کرم پہلے اسے پڑھیں اور مقابلہ کر کے دیکھیں۔ لیکن اسے پڑھنے اور مقابلہ کرنے کے بعد اگر آپ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مَیں نے بلا کسی ضرورت اور فائدے کے یہ فضول کام کیا ہے تو آپ کو اپنی رائے کا اختیار ہے۔ جو شخص بھی کسی کتاب کے لکھنے میں اپنا دماغ کھپاتا ہے وہ یہی سمجھ کر کھپاتا ہے کہ میں اس طرح کوئی علمی خدمت انجام دے رہا ہوں۔ مگر اس کے لیے یہ بہت مشکل ہے کہ ہر سوال کرنے والے کو اس کی ضرورت اور اس کا فائدہ سمجھانے میں اپنا دماغ کھپائے۔

۳۔ جدید عربی تفاسیر میں میرے نزدیک سید قطب شہید کی تفسیر فی ظلال القرآن بہت اچھی ہے۔ علامہ رشید رضا کی تفسیر المنار مکمل نہیں ہے اور اس میں بہت سی مفید باتوں کے ساتھ ساتھ کچھ جدید ذہن کے تقاضوں کو پورا کرنے کی ایسی کوششیں بھی کی گئی ہیں جو مسلک حق سے مطابقت نہیں رکھتیں۔

۴۔ مجھے کچھ یاد نہیں کہ رسالہ حقیقت اسلام لاہور میں میرا وہ مضمون جس کا آپ ذکر رہے ہیں کب چھپا تھا اور وہ کہاں سے لیا گیا تھا۔ بہر حال مَیں نے اس نام کے رسالے کے لیے کوئی مضمون خاص طور پر الگ نہیں لکھا۔ اغلب یہ ہے کہ اس نے ترجمان القرآن ہی سے نقل کیا ہوگا اور عنوان بدل دیا ہوگا۔ اصل مضمون دیکھ کر ہی میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ میرا کون سا مضمون ہے جس کو یہ عنوان دیا گیا ہے۔

۵۔ یہ بات یوں ہی مشہور ہو گئی ہے کہ مَیں نے کبھی کچھ اشعار کہے ہیں۔ خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۲۳۹)

لاہور

۲۴ر جولائی ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۱ر جولائی ملا۔ آپ کی ہمدردی اور دعاؤں کے لیے بہت شکر گزار ہوں۔ میں سات مہینے سے جوڑوں کی تکلیف میں مبتلا ہوں اور مسلسل علاج سے صرف اتنا فرق ہوا ہے کہ ہر وقت درد نہیں رہتا بلکہ صرف کھڑے ہونے اور چلنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے کہیں باہر سفر کرنے کے قابل نہیں ہوں۔

انگریزی پریس میں پاکستان کے خلاف جو زہر پھیلایا جا رہا ہے یہ سب دانستہ اسلام دشمنی اور پاکستان دشمنی کی بنا پر کیا جا رہا ہے۔ اس کی تردید کے لیے اگر اخبارات کو مضامین بھیجے بھی جائیں تو امید نہیں کہ وہاں کے اخبارات انہیں شائع کریں گے۔ میں نے جو مضمون اُردو، انگریزی اور عربی میں باہر کے مسلمانوں کو بھجوایا ہے اس سے کم از کم یہ فائدہ تو ہوگا کہ باہر کے مسلمان اصل حالات سے واقف ہو جائیں گے۔ اسی غرض کے لیے میں مشرقی پاکستان کے واقعات کی تفصیلات بھی باہر بھجوا رہا ہوں۔

انگلستان میں مسلمانوں کا جو حال آپ نے لکھا ہے اس پر دل کڑھتا ہے، مگر وہ غیر متوقع نہیں ہے۔ یہ مسلمان آخر اسی ملک سے گئے ہیں جہاں پوری قوم بے شمار جماعتوں اور انجمنوں میں بٹی ہوئی ہے۔ یہی بیماری یہ لوگ وہاں بھی اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔ ان کے درمیان اتحاد کی فکر کرنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ بس ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو خود اسلام کے لیے مخلص ہو اور ایمان داری کے ساتھ وہاں اسلام

کی خدمت کرنے میں لگا رہے۔ یو۔کے اسلامک مشن اسی غرض کے لیے قائم ہوا ہے اور اسلامک فاؤنڈیشن کے قیام کی غرض بھی یہی ہے۔ آپ ان لوگوں کے ساتھ مل کر جتنا بھی تعاون کر سکیں کرتے رہیے۔

نیر دبی کے مرکز کے معاملات چودھری غلام محمد صاحب مرحوم کی نگرانی میں چل رہے تھے۔ ان کے انتقال سے بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے۔ میری اپنی صحت جواب دے گئی ہے اور خود بھی ان معاملات کی طرف زیادہ توجہ نہیں دے سکتا۔ کوشش کر رہا ہوں کہ راؤ محمد اختر صاحب اور خورشید صاحب مل کر وہاں کے کاموں کی نگرانی سنبھال لیں۔ خورشید صاحب اپنی تعلیم سے فارغ ہو جائیں تو مجھے امید ہے کہ وہ اس کام کی طرف زیادہ توجہ دے سکیں گے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۴۰)

لاہور

۲۹ر جولائی ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ کوئی مفصل پیغام لکھنا تو اس وقت میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ ان چند سطور ہی کو آپ کافی سمجھیں۔

تاج الملوک مرحوم کے یوم شہادت پر آپ لوگوں کے اجتماع کی اطلاع پا کر میرے دل کے زخم ہرے ہو گئے۔ مرحوم ذاتی طور پر میرے انتہائی مخلص رفیق اور جماعتی حیثیت سے بہترین کارکن تھے۔ انہوں نے اللہ اور اس کے دین کی خاطر جو قربانیاں دیں اور

تکلیفیں جھیلیں اور جس تندہی سے دین کی سربلندی کے لیے اَن تھک کام کیا وہ ساری جماعت کے لیے ایک سبق آموز نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور جماعت کے تمام رفقاء کو انہی کی طرح اخلاص اور ایثار و قربانی کی توفیق بخشے۔ خاکسار

ابو الاعلیٰ

(۲۴۱)

لاہور

۲۹ر جولائی ۱۹۷۱ء

عزیزم ڈاکٹر قیوم سعادت صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ اور اس سے پہلے آپ کی ارسال کردہ دوا کی شیشیاں بھی ملیں۔ میرے معالج کی رائے میں بھی یہ دوا مناسب ہے، مگر یہاں یہ دستیاب نہیں۔ اگر اسے استعمال کروں اور مزید دوا کی ضرورت ہو تو وہ یہاں نہیں ملے گی۔ اس لیے آپ جب آئیں تو ایک درجن شیشیوں کی گولیاں کسی بڑی شیشی میں رکھ کر لیتے آئیں۔

سورۂ فاطر کی آیت ۲۱ میں اور اس سے پہلے کی دو آیتوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس طرح اندھا اور بینا، روشنی اور تاریکی، سایہ اور دھوپ کی تپش یکساں نہیں ہیں اسی طرح مومن اور کافر کی زندگی نہ دنیا میں یکساں ہے اور نہ آخرت میں ان کا انجام یکساں ہو سکتا ہے۔

آیت ۲۸ میں علماء سے مراد وہ علماء نہیں ہیں جن کو ہم "علماء" کہتے ہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی صفات سے جتنا زیادہ ناواقف ہوگا اتنا ہی وہ اس سے بے خوف ہوگا اور جس کو اس کی قدرت، اس کے علم، اس کی حکمت اس کی قہاری و جباری اور اس کی دوسری صفات کی جتنی معرفت حاصل ہوگی اتنا ہی وہ اس کی نافرمانی سے خوف کھائے گا، خواہ وہ

اَن پڑھ اور ناخواندہ ہی کیوں نہ ہو۔

خاکسار

ابوالاعلےٰ

(۲۴۲)

لاہور

۲ر اگست ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ میرے پاس کبھی "مصاحبین" کا ایسا کوئی گروہ نہیں رہا ہے جو مجھے مواد فراہم کر کے دیتا ہو۔ "مصاحبین" تو درکنار ایک "مُصاحب" بھی علمی کام میں میری مدد کرنے والا نہ کبھی تھا نہ اب ہے۔ میری صرف ایک کتاب "اسلام اور ضبط ولادت" ایسی ہے۔ جس کے دوسرے ایڈیشن پر نظر ثانی کرنے میں پروفیسر خورشید احمد صاحب نے میری بیش بہا مدد کی ہے اور اس کا اعتراف میں نے کتاب کے دیباچے میں کیا ہے۔ باقی میری تمام تحریرات میرے اپنے مطالعے اور تحقیق کا نتیجہ ہیں اور ان کے لیے مَیں نے ہی خود مواد فراہم کیا ہے۔ جن پر دفیسر صاحب نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ مجھے کچھ "مصاحبین" مواد جمع کر دیتے ہیں، ان کو تو ضرور معلوم ہونا چاہیے کہ وہ مصاحبین کون ہیں۔ براہ کرم وہ اُن کے نام لکھ دیں تاکہ ان کی بات میں اگر کوئی صداقت ہے تو وہ ظاہر ہو جائے۔ اور اگر وہ کسی ایک آدمی کا نام بھی نہیں بتا سکتے تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ انہوں نے اپنی جگہ بیٹھ کر خود ایک جھوٹ گھڑ لیا اور اسے اپنی کتاب میں درج کر دیا۔

خاکسار

ابوالاعلےٰ

---

(۲۴۳)

لاہور

۴ر اگست ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کی ارسال کردہ دوائیں مل گئی ہیں۔ اس کے لیے میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں۔ دواؤں کا استعمال برابر جاری ہے۔ نماز میں اب کوشش کرتا ہوں کہ کچھ نہ کچھ رکعتیں کھڑے ہو کر پڑھوں۔ کبھی کبھی پوری نماز بھی کھڑے ہو کر پڑھ لیتا ہوں۔ اگرچہ تکلیف تو ہوتی ہے لیکن جس حد تک قابل برداشت ہو کھڑا ہی رہتا ہوں۔ چلنے کی بھی انشاء اللہ کوشش کروں گا۔ احابتین خلاف معمول زیادہ ہونے لگی ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ کی نئی دواؤں سے اس میں کچھ کمی ہو جائے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۴۴)

لاہور

۸ر اگست ۱۹۷۱ء

عزیزم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط پاکر مجھے دلی مسرت ہوئی۔ میں حیدرآباد دکن کے دارالعلوم میں جب داخل ہوا تھا اس زمانے میں آپ کے دادا صاحب (مولانا حمید الدین فراہی) مرحوم و مغفور اس کالج کے پرنسپل تھے۔ مگر وہ اونچی کلاسوں کو پڑھاتے تھے اور میں سال اول میں تھا، اس لیے ان سے درس لینے کا موقع نہیں ملا۔ کالج میں اکثر ان کو دیکھا ضرور تھا لیکن سال اوّل

کے ایک کم سن طالبعلم کو ان سے ملنے یا ان سے گفتگو کرنے یا ان کی صحبت میں بیٹھنے کا موقع نہیں مل سکتا تھا، نہ اس وقت یہ اندازہ تھا کہ یہ کس پائے کے بزرگ ہیں۔

مولانا فراہی صاحب مرحوم کی جتنی کتابیں شائع ہو چکی ہیں وہ سب میرے پاس ہیں اور دوسری تفاسیر کے ساتھ ساتھ جہاں بھی موقع آیا ہے، میں نے ان کی کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔ مگر میرا طریقہ یہ ہے کہ تفسیروں کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ میں خود قرآن مجید پر غور کرتا ہوں۔ کتابوں کے حوالے دینے کا التزام میں نے نہیں کیا، البتہ کہیں حسب ضرورت کسی کا حوالہ دے دیا ہے۔ سورۂ فیل کی تفسیر لکھنے کا جب موقع آئے گا تو مولانا فراہی مرحوم کی تفسیر سے بھی انشاء اللہ استفادہ کروں گا اور اس موقع پر غور و خوض سے جو بات سمجھ میں آئے گی اسے بیان کر دوں گا۔ ویسے جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے تفسیر سورۂ فیل جب شائع ہوئی تھی تو اس وقت میں نے ترجمان القرآن میں اس پر تبصرہ کیا تھا۔ اسی طرح مجھے یاد آتا ہے کہ اقسام القرآن کے متعلق ان کی کتاب پر بھی ترجمان القرآن میں تبصرہ کیا گیا تھا۔ اگر پرانے فائل مدرسۃ الاصلاح میں موجود ہوں تو آپ اُن میں تلاش کر لیں۔

میری صحت اب بہت خراب ہو چکی ہے اور بڑی مشکل سے تفہیم القرآن کی تکمیل کا کام کر رہا ہوں۔ اب میرے لیے ممکن نہیں ہے کہ مولانا فراہی پر کوئی تفصیلی مضمون لکھ سکوں۔ خدا سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے زندگی کی اتنی مہلت دے دے کہ تفہیم القرآن کو مکمل کر دوں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

---

(۲۴۵)

لاہور

۱۵ر اگست ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ اعتراض کرنے والے حضرات کی نگاہ کتبِ تفسیر پر نہیں ہے اس لیے وہ خواہ مخواہ اعتراض کرتے ہیں۔

کتبِ تفسیر میں لکھا ہے کہ یہودیوں کے ہاں یہ کوئی معیوب بات نہ سمجھی جاتی تھی کہ کوئی دوست کسی دوسرے دوست کی بیوی کو پسند کرتا تو اس سے درخواست کرتا کہ وہ اُسے چھوڑ دے تاکہ وہ اس سے شادی کرلے۔ بلکہ اُسے مُواسات سمجھا جاتا تھا اور وہ لوگ اس کے عادی تھے۔ چونکہ مدینہ کے انصار صدیوں سے یہودیوں کے ساتھ رہتے تھے، اس لیے ان کی نگاہ میں بھی یہ فعل مُواسات کے ضمن میں آتا تھا کہ کوئی دوست اپنی بیوی دوسرے کے لیے چھوڑ دے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی کوئی ہدایت کبھی انصار کو نہیں دی تھی کہ جس کے پاس ایک سے زیادہ بیویاں ہوں وہ انہیں چھوڑ دیں تاکہ مہاجرین میں سے کوئی ان سے نکاح کرلے۔ مدینہ کے سوا اہل عرب میں بھی اس کا رواج نہ تھا۔ اسی بنا پر میں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ انصار میں یہ خیال طویل زمانہ تک یہودیوں کے ساتھ رہنے سے پیدا ہو گیا تھا۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہ حضورؐ کی تعلیم کا اثر تھا اسے حدیث کے پورے ذخیرے میں سے اس بات کی کوئی نظیر پیش کرنی چاہیے کہ آپ نے کبھی انصار یا دوسرے مسلمانوں کو اس طرح کی مُواسات برتنے کی تعلیم دی ہو۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۴۶)

لاہور

۲۷ر اگست ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۵ر اگست ملا۔ آپ کے توجہ دلانے سے میں نے مقبول جہانگیر صاحب کا وہ انٹرویو دیکھا جو ۲۳ اگست کے چٹان میں شائع ہوا ہے۔ مقبول صاحب خود اپنے بیان کے مطابق ۱۹۴۰ء میں پیدا ہوئے اور جماعت اسلامی ۱۹۴۱ء میں قائم ہوئی۔ ظاہر بات ہے کہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ سنی سنائی باتوں پر مبنی ہے۔ اصل حالات کا انہیں علم نہیں ہے۔

ڈاکٹر عبدالجبار خیری صاحب سے دو چار مرتبہ میری ملاقاتیں ضرور ہوئی ہیں لیکن نہ میں اُن کا کبھی شاگرد رہا، نہ جماعت اسلامی کی تاسیس میں ان کا کوئی دخل تھا، اور نہ کبھی میری اور ان کی کوئی گفتگو اس معاملے میں ہوئی کہ میں ایسی کوئی جماعت قائم کرنا چاہتا ہوں۔ اِس طرح کی سُنی سنائی باتیں شائع کر دینے سے اندیشہ ہوتا ہے کہ آگے چل کر تاریخ میں غلط واقعات درج ہو جائیں گے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۴۷)

لاہور

یکم ستمبر ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ تشخیص کے معنی اس امر کا تعین کرنا ہے کہ جو حالت پائی جاتی

ہے یا جو واقعہ پیش آیا ہے اس کا اصل سبب کیا ہے۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے اس کا مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے واقعۂ افک کے بعد جو ہدایات دیں ان سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مدینے میں اس معاملہ کے جو چرچے ہوئے ان کا اصل سبب کیا تھا۔ یہ بات آپ کی نگاہ میں رہنی چاہیے کہ بعض الفاظ اللہ تعالیٰ کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں اور بندوں کے لیے بھی۔ مگر اللہ کے لیے ان کا مفہوم کچھ اور ہوتا ہے اور بندوں کے لیے کچھ اور۔ مثلاً اللہ کے لیے دیکھنے اور سننے کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ بندوں کی طرح آنکھ نامی ایک عضو سے دیکھتا اور کان نامی ایک عضو سے سنتا ہے۔

خاکسار

ابو الاعلیٰ

(۲۴۸)

لاہور

۲۲ ستمبر ۱۹۶۱ء

عزیزم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ آپ کے سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں۔

۱۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو خود خاتم النبیین قرار دیا ہے اور وہ حضورؐ جیسا کوئی پیدا نہیں فرمائے گا۔ لیکن یہ کہنا کہ اللہ اس پر قادر ہی نہیں ہے، یہ اللہ کی شان میں گستاخی ہے۔

۲۔ حنفی مذہب کی رُو سے دیہات میں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی۔

۳۔ نجیب عمدہ اور نفیس کو کہتے ہیں۔ انجب کے معنی ہیں بہت زیادہ عمدہ اور نفیس۔

۴۔ فاسق و فاجر کو نصیحت کرنی چاہیے۔ اس کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔ لیکن اگر وہ کسی طرح درست نہ ہو تو اس سے میل جول ترک کر دینا چاہیے۔

۵۔ امام ابوحنیفہ نے صرف اس وقت تک غیر عرب لوگوں کو اپنی زبان میں نماز ادا کرنے کی اجازت دی تھی جب تک وہ عربی زبان میں نماز پڑھنے کے قابل نہ ہو جائیں۔ لیکن اس کو یہ معنی پہنانا کہ امام اعظم کے مسلک کی رُو سے تمام غیر عرب مسلمانوں کے لیے اپنی اپنی مادری زبانوں میں نماز پڑھنا جائز ہے، امام اعظم پر سراسر تہمت ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

لاہور

۲۷ ستمبر ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ نے جو کتاب "سید ابوالاعلیٰ مودودی" کے نام سے میرے متعلق لکھی ہے اس کو مَیں نے پڑھا۔ اس میں بعض چیزیں اصلاح طلب ہیں جن کو مَیں الگ نوٹ کر کے آپ کو بھجوا رہا ہوں۔ اب یہ غور کرنا پڑے گا کہ پہلے ایڈیشن میں تو یہ چیزیں شائع ہو چکی ہیں۔ اُن کی تصحیح اُن لوگوں تک کیسے پہنچائی جائے جو اس ایڈیشن کو پڑھیں گے۔ خاکسار

ابوالاعلیٰ

تصحیحات

صفحہ ۲۳

"اس سے بھی بڑھ کر شیعہ، دیوبندی ..... مکتب خیال کے جید علماء کو ۲۲ بنیادی نکات پر جمع کر دیا تھا۔" اِس عبارت میں مبالغہ ہے۔ اگرچہ میں بھی اُس اجتماع میں شریک تھا جس میں ۲۲ نکات مرتب کیے گئے تھے اور اس کی ترتیب میں میں نے بھی حصہ لیا تھا لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ علماء کو ان نکات پر جمع کرنا میرا ہی کارنامہ ہے اس طرح کی باتیں بجا طور پر لوگوں کو شکایت کا موقع دیتی ہیں۔

صفحہ ۲۴-۲۵

"پھر جب سید مودودی کو اسی قلعہ لاہور میں لایا گیا ..... اعصابی جنگ میں فتح مند اور مظفر و کامران نکلے۔" اس پوری عبارت میں جو واقعات بیان کیے گئے ہیں ان کو آپ نے چراغ راہ کے احتجاج نمبر سے نقل کیا ہے۔ معلوم نہیں چراغ راہ والوں نے یہ واقعات کیسے لکھ دیئے۔ اتفاق کی بات ہے کہ میری نگاہ سے احتجاج نمبر آج تک گزرا نہیں تھا اس لیے میں اس سے ناواقف تھا کہ یہ غلط باتیں اس میں شائع ہوئی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ قلعہ لاہور میں کسی شخص نے برائے نام بھی میرے سامنے یہ بات نہیں چھیڑی کہ جماعت اسلامی کو کسی بیرونی ملک سے امداد ملتی ہے۔ جماعت کے دوسرے لوگ جو وہاں قید تھے ممکن ہے اُن سے یہ بات کی گئی ہو، لیکن مجھ سے اس کا ذکر تک نہیں کیا گیا۔ وہاں سی آئی ڈی والوں نے مجھ سے جو بات کی وہ صرف جماعت کی پالیسی اور اس کے کام اور تحریک ختم نبوت میں اس کے حصے کے متعلق تھی۔ اس کے بارے میں جو کچھ میں نے کہا اس کے متعلق خود سی آئی ڈی

والوں نے میرے سامنے اعتراف کیا کہ آپ کی ساری باتیں ہماری معلومات کے عین مطابق ہیں اور آپ نے کوئی بات ایسی نہیں کہی ہے جس کو ہم پہلے سے نہ جانتے ہوں۔

میانوالی جیل کا جو قصہ آپ نے لکھا ہے وہ پورا کا پورا خلاف واقعہ ہے۔ میانوالی میں مجھے عمر قید کی سزا ملنے کے بعد بھیجا گیا تھا۔ وہاں میں بالکل ایک کھلے کمرے میں رہتا تھا۔ قید تنہائی یا روشنی کی ایک کرن بھی نہ پہنچنا یا ذہنی اذیت دے کر رات کو باہر نکالنا اور لذیذ کھانے کھلانا اور تیز روشنی ڈال کر پوچھ گچھ کرنا، ان میں سے کوئی واقعہ بھی سرے سے پیش نہیں آیا۔ پوچھ گچھ جو کچھ بھی ہوئی تھی وہ مارشل لا کے مقدمے سے پہلے قلعہ لاہور میں ہوئی تھی اور قلعے میں میرے ساتھ پورے احترام کا برتاؤ کیا گیا تھا۔ کسی نوعیت کی ذہنی یا جسمانی اذیت پہنچا کر مجھ سے پوچھ گچھ کبھی نہیں کی گئی۔ بلکہ ایک مرتبہ قلعے کے ایک حصے سے کچھ چیخوں کی آوازیں سن کر جب میں نے سی آئی ڈی کے ایک افسر سے کہا کہ آپ لوگ یہ کیا حرکتیں کر رہے ہیں تو اس نے کہا کہ ہم ان کو جانتے ہیں کہ یہ کس قسم کے لوگ ہیں اس لیے ہمارے دل میں ان کے لیے کوئی احترام نہیں ہے البتہ آپ کے متعلق ہمارا رویہ بالکل دوسرا ہے کیونکہ جتنا کچھ ہم آپ کو جانتے ہیں اسی کی بنا پر ہمارے دلوں میں آپ کا احترام ہے۔

صفحہ ۴۸

بائنڈر کے حوالے سے آپ نے یہ بات نقل کی ہے کہ مودودی خاندان کے افراد خاندان مغلیہ کی شاہی ملازمت میں تھے۔ یہ خلاف واقعہ ہے۔ مودودی

خاندان مشائخ کا خاندان تھا اور یہ کسی زمانے میں بھی شاہی ملازمتوں سے وابستہ نہیں رہا۔ بائنڈر نے یہ بات بھی غلط لکھی ہے کہ میرے والد سر سیّد احمد خاں کے ساتھی تھے۔ دراصل سر سیّد احمد خاں ایک قریبی رشتے سے میری دادی صاحبہ کے بھائی ہوتے تھے اور میرے والدان کے بھانجے تھے۔ بائنڈر کا یہ بیان بھی غلط ہے کہ میرے والد مرحوم کو دہلی میں مکانات کے کرائے کی صورت میں ۱۰۰ روپے کی معقول آمدنی ہو جاتی تھی۔ دراصل دہلی میں ہمارا صرف ایک آبائی مکان تھا جس میں ہمارا خاندان رہتا تھا۔ کرایہ پر چڑھانے کے لیے کوئی مکان نہیں تھا۔

صفحہ ۵۶

"مدرسہ فوقانیہ اورنگ آباد کی "جماعت رشیدیہ" آپ نے لکھا ہے۔ یہ لفظ رشیدیہ نہیں بلکہ رُشدیہ ہے۔ حیدر آباد میں اس وقت جو نظامِ تعلیم رائج تھا اس میں رشدیہ مڈل کو کہتے تھے۔ اور اس کے بعد نویں، دسویں جماعت کا نام "مولوی" تھا جو میٹرک کے مساوی تھا۔ اس میں مدراس یونیورسٹی کے میٹرک کے تمام مضامین اُردو میں پڑھائے جاتے تھے اور اس کے علاوہ عربی ادب کی تعلیم دی جاتی تھی اور فقہ، حدیث اور منطق عربی میں پڑھائی جاتی تھیں۔

صفحہ ۷۱

آپ نے لکھا ہے کہ "اسلام کا سرچشمۂ قوت" کے مضامین مَیں نے تاج کی ایڈیٹری کے زمانے میں لکھے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ مضامین مَیں نے الجمعیۃ کی ایڈیٹری کے زمانے میں الجمعیۃ ہی کے صفحات میں لکھے تھے۔ ۱۹۲۴ء کے

آخر سے ۱۹۲۸ء کے آخر تک میں الجمعیۃ کا ایڈیٹر تھا۔

صفحہ ۸۲

بائنڈر کی یہ بات بھی غلط ہے کہ میں نے عربی زبان اٹھارہ سال کی عمر میں پڑھی۔ دراصل ابتدائی عمر ہی میں مجھے عربی اور فارسی کی تعلیم دی گئی تھی۔ ۱۴ سال کی عمر میں مولوی کے امتحان میں کامیاب ہو چکا تھا اور اس کے بعد حیدر آباد کے دار العلوم کالج کی جماعت مولوی عالم میں داخل ہوا تھا۔ بائنڈر کی یہ بات بھی غلط ہے کہ میں نے ۲۲ سال کی عمر میں انگریزی پڑھنی شروع کی۔ میں نے انگریزی ۱۵-۱۶ سال کی عمر ہی میں سیکھ لی تھی اور ۲۲ سال کی عمر میں تو میں انگریزی زبان کی کتابوں کا مطالعہ بڑی آسانی سے کرنے لگا تھا۔ بائنڈر کی یہ بات بھی غلط ہے کہ "سمرقند پر کیا گزری" نامی کوئی کتاب بھی میں نے لکھی تھی۔

صفحہ ۱۴۳۔

رئیس احمد جعفری صاحب کی کتاب سے آپ نے یہ بات نقل کی ہے "۱۹۳۷ء کی ایک سرد شام کو خلافت ہاؤس حیدر آباد دکن کے مہمان خانے میں"۔ دراصل یہ ۱۹۳۷ء کا نہیں بلکہ ۱۹۳۵ء کا واقعہ ہے اور خلافت ہاؤس حیدر آباد دکن میں نہیں بلکہ بمبئی میں تھا۔

صفحہ ۱۴۵۔

بائنڈر کا یہ بیان صحیح نہیں ہے کہ رسالہ دینیات ۱۹۳۲ء میں انگریزی میں شائع ہوا۔ یہ ۱۹۳۲ء کا نہیں بلکہ ۱۹۳۹ء یا ۱۹۴۰ء کا واقعہ ہے۔ پہلا ترجمہ ڈاکٹر عبد الغنی صاحب نے کیا تھا جو کسی زمانے میں افغانستان کے ناظم تعلیمات رہے تھے۔ بعد

میں خورشید صاحب نے از سرِ نو اس کا ترجمہ کیا اور بعض چیزیں میری دوسری تحریروں سے لے کر مضمون کی مناسبت سے اس میں شامل کر دیں۔

صفحہ نمبر ۱۹۰۔

جلسہ تقسیم اسناد کا خطبہ پشاور اسلامیہ کالج میں نہیں بلکہ اسلامیہ کالج امرتسر میں دیا گیا تھا۔

صفحہ ۳۴۳۔

میں ۲۸ اگست کو نہیں ۲۹ اگست ۱۹۴۷ء کو لاہور پہنچا تھا۔

صفحہ ۳۹۳۔

اپنی پہلی نظر بندی کے موقع پر میں سنٹرل جیل ملتان میں ۲۰ مہینے قید رہا۔

صفحہ ۳۹۴۔

دوسری مرتبہ حبیب مارشل لا کے سلسلے میں مجھے سزا ہوئی تو اس موقع پر میں سنٹرل جیل ملتان میں نہیں بلکہ ڈسٹرکٹ جیل ملتان میں رہا۔

صفحہ ۳۹۷ اور ۴۱۶

پر آپ نے میرے جو خطوط نقل کیے ہیں وہ میں نے احمد فاروق کو نہیں بلکہ اپنے بڑے بیٹے عمر فاروق کو لکھے تھے۔

صفحہ ۳۹۹۔

آپ نے میری قید کا زمانہ مجموعی طور پر ۴ سال بیان کیا ہے اصل واقعہ یہ ہے کہ پہلی مرتبہ میں ۲۰ مہینے دوسری مرتبہ ۲۵ مہینے، تیسری دفعہ ۹ مہینے اور چوتھی دفعہ دو مہینے قید رہا ہوں۔ یعنی قیام پاکستان کے بعد جملہ چھپن مہینے میں نے قید میں گزارے ہیں۔

صفحہ ۴۲۲۔

بریلوی مدرسہ فکر کی نمائندگی کے سلسلے میں آپ نے مولانا ابوالحسنات صاحب کا نام چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ اس اجتماع میں اِس مدرسہ فکر کے سب سے زیادہ نمایاں آدمی وہی تھے۔

(۲۵۰)

لاہور

۲۸ر نومبر ۱۹۷۱ء

برادرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۶ رمضان ملا۔ میں بیماری کے باوجود اس فکر میں لگا ہوا ہوں کہ کسی نہ کسی طرح وَالنَّاس تک پہنچ جاؤں اور یہ کام نامکمل نہ رہ جائے، اس لیے اپنا وقت دوسرے تمام کاموں سے بچانے کی انتہائی کوشش کر رہا ہوں، کیونکہ اب بمشکل دو تین گھنٹے روزانہ کام کرنے کی طاقت مجھ میں رہ گئی ہے۔ اس حالت میں میرے لیے خطوط میں لمبی لمبی بحثیں کرنا سخت مشکل ہے۔

آپ نے تفہیم القرآن جلد اول کے صفحہ ۲۵۶ کی جو عبارت نقل کی ہے وہ آفسٹ ایڈیشن اگست ۱۹۶۷ء اور اس کے بعد کے تمام ایڈیشنوں میں پہلے ہی بدلی جا چکی ہے۔

"دراصل اللہ کے مددگار ہیں" اور "اس کا ساتھ دیتے ہیں" میں آپ کی ساری دلیلوں کے باوجود مجھے کوئی قباحت نظر نہیں آئی۔ پہلے فقرے میں اللہ کے اپنے ارشاد ہی کی توثیق کی گئی ہے، اور دوسرے فقرے میں ساتھ دینے کا لفظ نصرت سے ہلکا ہی ہے مگر جب اللہ کا اپنا استعمال کیا ہوا لفظ ہی آپ کو مناسب نہیں معلوم ہوتا تو

میرے الفاظ تو پھر انسانی الفاظ ہیں۔

"اللہ کو اس کی مدد کی ضرورت کچھ اس وجہ سے نہیں ہے" کے الفاظ جو شبہ پیدا کرتے ہیں اس کو رفع کرنے کے لیے بعد کی پوری عبارت کافی ہے۔ اس فقرے کو اگر بعد کی عبارت کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو صاف محسوس کیا جا سکتا ہے کہ یہ فقرہ بعد کے مضمون میں زور پیدا کرنے کے لیے لکھا گیا ہے۔ لیکن چونکہ آپ کے ذہن پر ایک خاص خیال کا غلبہ ہو چکا ہے اس لیے آپ نے اس کے الٹے معنی لے لیے۔

اب میں آپ کو قرآن کی تفسیر و تشریح کے معاملہ میں اپنا نقطۂ نظر سمجھانے کے لیے کچھ عرض کرتا ہوں۔ میرے نزدیک قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جو الفاظ استعمال فرمائے ہیں ان کو اُن کے ظاہری اور متبادر مفہوم سے مجازی مفہوم کی طرف پھیرنا اِس کے بغیر جائز نہیں ہے کہ ظاہری معنی لینے کی کوئی گنجائش نہ پائی جاتی ہو اور مجازی مفہوم مراد لینے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو۔ پھر ظاہری معنی کی گنجائش ہونے یا نہ ہونے اور مجازی مفہوم مراد لینے کے سوا کوئی چارہ ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ بھی میرے نزدیک تو اندھا دُھند ہو سکتا ہے کہ جس لفظ کو ہم جہاں چاہیں اور جو چاہیں مجازی معنی پہنا دیں، اور نہ یہ کسی کے اپنے ذوق یا اس کی اپنی پسند یا اس کے اپنے قائم کیے ہوئے تصورات کی بنا پر کیا جا سکتا ہے، بلکہ اس کے لیے کوئی بنیاد قرآن مجید ہی کے سیاق و سباق میں، یا مسئلہ زیرِ بحث کے بارے میں خود اُسی کے دوسرے بیانات کے اندر پائی جانی چاہیے، کیونکہ یہ اللہ کا کلام ہے اور اللہ ہی کا کلام اس کی مراد کو سمجھنے کے لیے بنیاد بن سکتا ہے۔ اُسی سے ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ کہاں کوئی لفظ حقیقی معنوں میں استعمال ہوا ہے اور کہاں مجازی معنوں میں، اور اگر مجازی معنی مراد ہیں تو وہ کیا ہو سکتے ہیں جو قرآن کے استعمال کردہ لفظ سے قریب ترین مناسبت رکھتے ہوں۔

اس اصول کو اگر آپ تسلیم کرتے ہیں تو اپنی ہی پیش کردہ ایک ایک چیز کو لے کر دیکھیے کہ یہ اس پر کس طرح منطبق ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے بارے میں اور اُس سے تعلق رکھنے والے امورِ غیب کے بارے میں جو کچھ ارشاد ہوا ہے، مثلاً ید، عین، وجہ، اللہ کا آنا (وجاء ربك)، اللہ کا کسی کے اوپر آنا (فاتاهم الله من حيث لم يحتسبوا)، کرسی، عرش، عرش پر اللہ کا مستوی ہونا وغیرہ، اسے مجازی معنی پر کیوں محمول کیا جاتا ہے؟ اس لیے کہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ اور لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ فرما کر اور یہ فرما کر کہ اللہ پر ایمان ایمان بالغیب ہے نہ کہ ایمان بالشہادۃ، یہ بات قرآن ہی میں واضح کر دی گئی ہے کہ انسانی زبان کے جو الفاظ انسان نے اپنے محسوسات اور مُدرَکات کے لیے وضع کیے ہیں ان کا استعمال اُس ذات کے بارے میں جب کیا جائے گا جو انسان کے حواس و ادراک سے ماورا اور ہر مثل و نظیر سے وراءُ الورا ہے، تو وہ لفظی معنی میں نہیں ہو سکتا بلکہ مجازی معنی ہی میں ہو سکتا ہے۔ البتہ جس لفظ کے بھی کوئی مجازی معنی لیے جائیں گے وہ یہ سمجھتے ہوئے لیے جائیں گے کہ انسانی زبان کے اس خاص لفظ کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے الفاظ چھوڑ کر اِس بنا پر اختیار فرمایا ہے کہ وہ اُس کی مراد سے قریب تر مناسبت رکھتا ہے۔ مثلاً ید کا لفظ کہیں اِس بنا پر استعمال کیا گیا ہے کہ انسانی محاورے میں یہ لفظ قدرت کے معنی میں مستعمل ہے، اور کہیں اِس بنا پر استعمال کیا گیا ہے کہ رسول سے بیعت کرتے ہوئے لوگ یہ محسوس کریں کہ یہ رسول سے نہیں بلکہ خدا سے بیعت ہو رہی ہے۔ وقس علی ھذا۔

قرآن میں جہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ، (تاکہ اللہ کو معلوم ہو جائے) وہاں چونکہ قرآن ہی کی رو سے ہمیں یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ کا

علم کامل رکھتا ہے اور وہ بندے کو پیدا کرنے سے بھی پہلے یہ جانتا تھا کہ بندہ کس وقت کیا کام کرے گا، اس لیے ہم اس لفظ کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ ایسے مقامات پر علم قبلِ وقوع مُراد نہیں ہے، کیونکہ وہ تو اللہ کو پہلے سے حاصل تھا، بلکہ مراد علم بعدِ وقوع ہے، یعنی اللہ کو یہ معلوم ہو جائے کہ بندے نے وہ کام کر دیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے اِس ارشاد سے بھی روشنی پڑھتی ہے کہ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ۔ یہ علم بعدِ وقوع ہے، ورنہ یہ بات تو اللہ کو ازل میں بھی معلوم تھی کہ لوگ ایسا کریں گے۔

لوہا اتارنے کا مطلب زمین میں لوہا پیدا کرنا ہیں نے اس بنا پر نہیں لیا ہے کہ میرے نزدیک معاذ اللہ یہ لفظ استعمال کرنے میں اللہ تعالیٰ سے کچھ چوک ہو گئی ہے جسے مجھ کو درست کرنا چاہیے، بلکہ قرآن سے دلیل پیش کر دی ہے کہ جو جانور ہمارے سامنے زمین ہی پر پیدا ہوتے ہیں ان کے لیے اللہ نے اُتارنے کا لفظ استعمال کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز بھی زمین میں پائی جاتی ہے وہ دراصل اس لیے پائی جاتی ہے کہ اللہ کا حکم اسے وجود میں لانے کے لیے نازل ہوا ہے۔ یہی بات سورۂ طلاق کے آخر میں فرمائی گئی ہے کہ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ "آسمانوں اور زمینوں کے درمیان اللہ کا حکم نازل ہوتا رہتا ہے"، یعنی جو کچھ وہاں وجود میں آتا ہے اور جو کام بھی اُن میں ہوتے ہیں سب کے لیے اللہ کا حکم نازل ہوتا ہے۔

اب اُس مسئلے کو لیجیے جسے آپ بار بار چھیڑ رہے ہیں۔ قرآن میں یہ بات پوری وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کفر و ایمان اور طاعت و معصیت کا اختیار دیا ہے۔ اِس اختیار کے صحیح یا غلط استعمال کا اُسے ذمہ دار قرار دیا ہے۔ اِسی میں اُس کی آزمائش اور اس کا امتحان ہے اور اِسی امتحان میں

کامیاب یا ناکام ہونے پر آخرت میں اس کے انجام کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی قوت قاہرہ سے نہ کسی کو جبراً مومن و فرمانبردار بناتا ہے اور نہ کافر و عاصی۔ بلکہ انبیاء اور کتابیں بھیج کر لوگوں کو سمجھاتا اور راہ راست کی دعوت دیتا ہے۔ اس تفہیم اور دعوت کو جو لوگ ماننے سے انکار کرتے ہیں وہ کافر ہیں، جو اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں وہ عاصی ہیں، جو عصیاں میں حد سے گزر جاتے ہیں وہ طاغی ہیں، اور جو اس تفہیم و دعوت کے مقابلے میں بغی و عُدوان اور فتنہ و فساد اور جنگ و جدل پر تُل جاتے ہیں وہ اَعْدَاءُ اللہ ہیں، حتیٰ کہ اُن کے لیے حَارَبَ اللہَ اور یُحَادُّوْنَ اللہَ کے الفاظ بھی استعمال کیے گئے ہیں۔ اب کیا یہ کہہ کر کہ بھلا کس کی مجال ہے کہ اللہ سے دشمنی کر سکے یا اس کے مقابلہ میں رزم آرا ہو سکے، اَعْدَاءُ اللہ اور حَارَبَ اللہَ اور یُحَادُّوْنَ اللہَ کے الفاظ کو مجازی معنی میں لیا جائے گا اور ان کی یہ تفسیر کی جائے گی کہ وہ اللہ کے نہیں بلکہ اس کے دین کے دشمن ہیں اور اللہ کے مقابلہ میں نہیں بلکہ اس کے دین کے مقابلہ میں برسرِ پیکار ہیں؟

منکرین کے مقابلے میں جو لوگ اپنے اختیار کو صحیح استعمال کر کے ایمان و طاعت کی راہ اختیار کرتے ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر متعدد باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ مثلاً اُن کے اِنفاق فی سبیل اللہ کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ اللہ کو قرض دیتے ہیں۔ یہ اِس وجہ سے فرمایا ہے کہ اگرچہ مال اللہ ہی کا ہے اور اسی کا بخشا ہوا ہے، مگر اللہ نے اس کو بندوں کے اختیار میں اس طرح دے دیا ہے کہ وہ چاہیں تو اسے شراب نوشی، زناکاری، سود خوری، جوئے بازی وغیرہ میں استعمال کر سکتے ہیں، اور چاہیں تو اِسی امر سے انکار کر سکتے ہیں کہ یہ خدا کا دیا ہوا مال ہے، بلکہ خود خدا کا انکار

کرسکتے ہیں کجا کہ اِس مال کو اُس کی عطا اور بخشش مانیں۔ یہ اختیار رکھنے کے باوجود جو انسان اللہ پر ایمان لاکر اس مال کو اللہ کا عطا کیا ہوا مال مانے اور اسے اپنی مرضی سے اللہ کی راہ میں خرچ کرے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھے قرض دے رہا ہے، میں اس کا اصل ہی ادا کرنے کا ذمہ نہیں لیتا بلکہ یہ ذمہ بھی لیتا ہوں کہ اسے بہت بڑھا چڑھا کر واپس کروں گا۔ اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے مجازاً نہیں بلکہ حقیقتہً قرض فرمایا ہے اور یہودیوں کی اِس پھبتی کے باوجود کہ "اللہ مفلس ہوگیا ہے اس لیے وہ قرض مانگ رہا ہے" قرآن میں اسے قرض ہی کے الفاظ سے یاد کرنے پر اصرار کیا گیا ہے۔ اب جب اللہ خود اسے قرض کہہ رہا ہے، اور اس لفظ کے استعمال کی صاف وجہ قرآن کی رو سے یہ نظر آرہی ہے کہ انسان چونکہ راہ خدا یا راہ شیطان میں اپنا مال خرچ کرنے کے لیے آزاد ہے، اس لیے جو شخص اِس آزادی کے باوجود اللہ کے کسی جبر سے نہیں بلکہ اپنے دل کی رضا سے راہِ خدا میں اپنا مال خرچ کرتا ہے اس کے دیئے ہوئے مال کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ قرض قرار دیا ہے، تو قرآن کے اس لفظ کو آخر ہم کیوں حقیقت کے بجائے مجاز پر محمول کریں؟

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اُس نے مومنوں سے اُن کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں اور مومنوں نے اِس قیمت پر انہیں اللہ کے ہاتھ بیچ دیا ہے کہ مرنے کے بعد انہیں جنت ملے گی۔ ظاہر ہے کہ تمام انسانوں کی جانوں اور مالوں کا مالک اللہ ہی ہے اور مالک کے لیے اپنا ہی مال ان لوگوں سے خریدنے کی کوئی وجہ نہیں ہے جو اس مال کے سرے سے مالک ہی نہیں ہیں۔ لیکن یہ معاملہ بھی اُسی آزادی اختیار پر مبنی ہے جو اللہ نے بندوں کو دی ہے۔ اس اختیار کی

بنا پر بندہ اس امر میں آزاد ہے کہ اپنی جان جہاں چاہے کھپائے، خواہ کسی زن فاحشہ کے عشق میں زہر کھالے، اور اپنا مال جہاں چاہے خرچ کرے، خواہ پتنگ میں باندھ کر نوٹ اُڑا دے۔ پھر وہ خدا اور آخرت اور جنت اور دوزخ کو بھی ماننے پر مجبور نہیں ہے۔ اس آزادی کے باوجود جو شخص اللہ کو اور آخرت اور جنت کو مانتا ہے اور اللہ کی محبت میں اپنی جان اور مال قربان کر دینا اس بنا پر قبول کر لیتا ہے کہ اللہ کی طرف سے اس کے بدلے میں مرنے کے بعد جنت دینے کا وعدہ کیا گیا ہے، اُس کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اس نے اپنی جان و مال کو ہمارے ہاتھ فروخت کیا اور ہم نے اسے اس قیمت پر خرید لیا کہ اسے آخرت میں جنت دیں گے۔ یہ بیع و شریٰ حقیقی معنی میں ہے۔ اللہ نے خود اسے ان الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ آخر کیا معقول وجہ ہے کہ اسے خواہ مخواہ مجازی کلام قرار دیا جائے؟

یہی معاملہ انصار اللہ اور تنصروا اللہ وغیرہ الفاظ کا ہے۔ اللہ چاہتا تو سب انسانوں کو مومن و مطیع پیدا کر دیتا۔ پھر کس کی یہ طاقت تھی کہ کافر و نافرمان ہو سکتا؟ اللہ چاہتا تو کافروں کو کفر سے باز آنے اور مومن بن جانے پر مجبور کر سکتا تھا۔ کون اس کے جبر کی مزاحمت پر قادر تھا؟ اللہ چاہتا تو کافروں کو تہس نہس کر دیتا اور جو بھی کفر کرتا اس پر اپنا قہر نازل کر دیتا۔ کس کا یہ بل بوتا تھا کہ اس کے قہر سے اپنا بچاؤ کر لیتا؟ لیکن یہ راہ اللہ نے اختیار نہیں کی کیونکہ وہ انسان کو آزادی دے کر اس کا امتحان لینا چاہتا تھا۔ اِس امتحان ہی کی خاطر اس نے کافروں کو چھوٹ دی کہ وہ انکار، معصیت، طُغیان، حتّٰی کہ اللہ کی دشمنی میں جہاں تک جانا چاہیں جائیں۔ دوسری طرف اسی امتحان کی خاطر اس نے یہ بات بھی انسانوں ہی کی مرضی پر چھوڑ دی

کہ بطوع و رغبت ایمان لائیں، انبیاء اور کتابوں کی پیروی اپنی خوشی سے قبول کریں، اہل ایمان کی جماعت بنائیں، اللہ کا قانون اپنی جماعت میں جاری کریں، اللہ کے باغیوں کو ایمان و طاعت کی دعوت دینے میں جان مال، وقت اور محنت صرف کریں، اور اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے جہاد کریں، ماریں اور مریں اور اپنا سب کچھ لگا دیں۔ اس دوسرے گروہ کو بھی اللہ نے اپنی طاقت سے یہ رویہ اختیار کرنے پر مجبور نہیں کیا، بلکہ اس گروہ نے اسے خود اپنی مرضی سے اختیار کیا اور حق و باطل کی کشمکش میں وہ باطل کے خلاف اپنی مرضی سے حق کی حمایت کا کام کرنے کے لیے اٹھا۔ اس لیے اللہ اس گروہ کے لوگوں کو اپنی پارٹی کے لوگ (حِزْبُ اللّٰہ) قرار دیتا ہے، ان کو اپنا وَلِی کہتا ہے اور ان کے بارے میں اَنْصَارُ اللّٰہ، یَنْصُرُوْنَ اللّٰہ، اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ وغیرہ الفاظ استعمال فرماتا ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ اسے خواہ مخواہ مجازی کلام قرار دیا جائے۔ یہ بھی اُسی آزادی اختیار کی بنا پر ہے جو اللہ نے نوع انسانی کو دی ہے۔ اللہ اپنی قوت قاہرہ سے جن معاملات میں کام کرتا ہے ان میں تو کسی مخلوق کے مددگار بننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اس کا تصور کرنا بھی کفر صریح ہے۔ لیکن جس معاملہ میں وہ خود جبر و قہر سے کام نہیں لیتا، بلکہ انسان کو آزادیٔ اختیار دینے کے بعد اپنا کلامِ نصیحت بھیج کر اور اپنے انبیاء مبعوث کر کے یہ چاہتا ہے[1] کہ لوگ برضا و رغبت ایمان لائیں اور پھر اس کا کلمہ بلند کرنے کے لیے اپنے دل کے بذر بہ سے جان و مال کے ساتھ جہاد کریں، اِس نوعیت کے کام میں حصہ لینے والوں کو اگر وہ اپنا مددگار کہتا

---

[1] چاہنا بمعنی مشیت نہیں بلکہ بمعنی رضا۔

ہے تو یہ سراسر معقول بات ہے، اور قرآن کے اپنے بیان کردہ حقائق کے ٹھیک ٹھیک مطابق ہے۔ اس کو مجاز پر محمول کرنے کی آخر کیا وجہ ہے ؟

یہ اپنا نقطۂ نظر آپ کو سمجھانے کی میں آخری کوشش کر رہا ہوں۔ اس کے بعد بھی اگر آپ اپنی رائے پر قائم رہیں تو چلیے اس معاملہ میں میرا آپ کا اختلاف سہی۔ کچھ ضروری نہیں ہے کہ ہر مسئلے میں یا آپ میرے ہم خیال ہو جائیں یا میں آپ کا ہم خیال ہو جاؤں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۵۱)

لاہور

۴ر اکتوبر ۱۹۶۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ میں نے کبھی تاہنوز کا لفظ نہ لکھا نہ بولا۔ مصیبت یہ ہے کہ میری کتابیں اب جو چھپ رہی ہیں ان کی کاپیاں اور پروف ایسے لوگ دیکھ رہے ہیں جو نہ خود زبان سے واقف ہیں نہ کسی شک و شبہ کی جگہ مجھ سے پوچھتے ہیں، بلکہ وہ میری زبان میں اصلاح کر کے اسے اپنی زبان کے مطابق بناتے جا رہے ہیں۔

حاضرین و حاضرات کا لفظ میں نے لیڈیز اینڈ جنٹلمن کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ حاضرات کا لفظ جن بلانے کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔ مگر جب یہ لفظ حاضرین کے ساتھ استعمال کیا جائے تو موقع و محل سے خود ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ حاضرین کی

تانیث ہے۔ (To The Point) کا ہم معنی کوئی لفظ ابھی تک اُردو میں رائج نہیں ہوُا۔ آپ اس موقع پر اپنا مطلب یوں ادا کر سکتے ہیں کہ "جچے تلے الفاظ میں ٹھیک موضوع سے متعلق"۔

خاکسار

ابوالاعلےٰ

(۲۵۲)

لاہور

۹ر اکتوبر ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ سورۂ فجر کی تفسیر آئندہ ترجمان میں آ رہی ہے۔ ثمود کی تہذیب کا زمانہ عاد کے صدیوں بلکہ ہزاروں برس بعد کا ہے۔ لیکن یہ اُسی ارم بن سام بن نوح کی نسل کی دوسری شاخ تھی جس کی نسل کی ایک شاخ کا نام عادِ اِرَم تھا۔ میں نے لکھا ہے کہ اونچے ستونوں والی عمارات بنانے کی ابتدا عاد ہی نے کی تھی۔

خاکسار

ابوالاعلےٰ

(۲۵۳)

لاہور

۱۰ر اکتوبر ۱۹۷۱ء

برادرم بزمی صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

بہت مدت کے بعد آپ کا خط پا کر دلی مسرت ہوئی اور اس کے ساتھ یہ معلوم کر

کے سخت تشویش بھی ہوئی کہ مشرقی افریقہ میں دشمنوں نے اسلامک سرکل کے ساتھ ساتھ اب اس سے وابستہ لوگوں کو بھی اپنی عداوت کا ہدف بنانا شروع کر دیا ہے۔ اس سے پہلے مشرقی افریقہ ہی سے نکلے ہوئے ایک صاحب کچھ حالات مجھے لکھ چکے تھے۔ اب یہ خبر سن کر سخت صدمہ ہوا کہ آپ کو بھی وہاں سے نکلنے کا نوٹس مل گیا ہے۔ مَیں یہاں سے بجز دعا کرنے اور کچھ نہیں کر سکتا۔ وہاں کے حالات کو آپ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ اگر اسلامک سرکل کی جائداد کو اور اس کے نام کو محفوظ کرنے کی کوئی تدبیر ممکن ہو تو اس میں تاخیر نہ کریں ورنہ ہم ان لوگوں کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں گے جن کا اتنا بڑا سرمایہ ضائع ہو گیا اور ہم نے اسے بچانے کی کوئی تدبیر بروقت نہ کی۔ آپ کے حق میں بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس آزمائش اور ابتلا کے مرحلے میں آپ کی مدد فرمائے۔

میری صحت آج کل سخت ناہموار ہو رہی ہے۔ کبھی کچھ بہتری کی طرف مائل ہوتی ہے اور پھر یکایک تکلیف کی شدت عود کر آتی ہے۔ ۹ مہینے کی اس مسلسل بیماری نے مجھے بے حد کمزور کر دیا ہے اور کام کرنے کی طاقت روز بروز گھٹتی چلی جا رہی ہے۔ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ کسی طرح مجھے اتنی طاقت عطا فرما دے کہ مَیں تفہیم القرآن مکمل کر لوں۔ اگرچہ اب اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ اور اس کے بعد کی چھوٹی چھوٹی سورتیں ہی باقی رہ گئی ہیں۔ لیکن کئی کئی دن تک میں کوئی کام کرنے کے قابل نہیں رہتا اور یہ آخری مرحلہ طے کرنا سخت مشکل ہوتا جا رہا ہے۔

محمد فاروق کے حالات آپ سے معلوم کر کے خوشی ہوئی۔ خدا کرے کہ وہ وہاں کی برائیوں سے محفوظ رہے اور اپنی تعلیم مکمل کر لے۔

اپنے ہاں کے سب دوستوں کو میرا سلام پہنچا دیں اور یہاں کے رفقاء کا سلام قبول فرمائیں۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۲۵۴)

لاہور
۱۳ر اکتوبر ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ نئی نسل کو دین سے دور پھینکنے کے لیے پچھلے ۲۴ سال سے جو کام ہو رہا تھا اور اب تک جس کا سلسلہ جاری ہے، اس کا نتیجہ تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ پاکستان کی نئی نسل پوری کی پوری اسلام سے باغی ہو جاتی، لیکن یہ اللہ کا فضل ہے کہ ابھی اس نسل کا بہت بڑا حصہ اللہ اور اس کے رسول کا وفادار ہے۔ اس کے لیے جو کچھ کوششیں میرے اور جماعت اسلامی کے بس میں تھیں وہ ہم نے کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اور ہمارے کام کو جیسا کچھ بھی وہ ہے قبول فرما لے اور اس ملک کو اسلام کا گھر بنا دے۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۲۵۵)

لاہور

۱۶ر اکتوبر ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کی تاویل اس لیے صحیح[1] نہیں ہے کہ نبطی کتبات اُن گھروں پر ہیں جو پہاڑوں کو کھود کر بنائے گئے ہیں اور اب تک موجود ہیں۔ گرے ہوئے گھر جو قوم ثمود کے مدفن بن گئے تھے وہ نہ اب پائے جاتے ہیں اور نہ ان پر کسی نبطی کتبے کے ہونے کا کوئی سوال پیدا ہوتا ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۵۶)

لاہور

۲۶ر اکتوبر ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ جس استعداد کے لوگوں کے لیے رسالہ دینیات لکھا گیا

---

[1] مکتوب الیہ نے اپنے خط میں قوم ثمود کی ہلاکت پر بحث کرتے ہوئے آخر میں لکھا تھا:

"اگر مذہبی تعصب سے بالاتر ہو کر قرآن کے الفاظ "فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ" پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ثمود کے رہائشی گھر ہی ان کی قبریں بن گئی تھیں اور صدیوں بعد جب نبطی اس علاقے پر قابض ہوئے تو ممکن ہے انہوں نے ثمودی مقبروں کے کتبے ان گھروں پر لگا دیئے ہوں کیونکہ یہ گھر ہی ان کے مقبرے تھے اور اس طرح یہ نام نہاد نبطی کتبے قرآن کے بیان کے منافی نہیں ہیں بلکہ قرآن کے بیان کی تائید کرتے ہیں اور قرآنی صداقت کا ثبوت ہیں۔"

ہے ان کے سامنے مسئلہ تقدیر بیان کرنا ان کو اور زیادہ اُلجھنوں میں ڈال دیتا۔ اس عقیدے کی تشریح کے لیے مَیں نے الگ ایک رسالہ مسئلہ جبر و قدر لکھا ہے اور تفہیم القرآن میں بھی جہاں جہاں اس مسئلے سے تعلق رکھنے والی آیات آئی ہیں وہاں اس کی تشریح کر دی گئی ہے۔ اس پر تفہیم میں الگ بحث کرنے کی ضرورت اس وجہ سے نہیں ہے کہ انڈکس سے لفظ تقدیر نکال کر یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ قرآن میں یہ بحث کہاں آئی ہے۔

مکّی سورتوں کا پس منظر مختصراً مَیں نے سورۂ اَنعام کے دیباچے میں بیان کر دیا ہے اور ہر مکّی سورہ کے دیباچے میں حسب ضرورت اس کے مختلف پہلو بیان کر دیئے ہیں۔ اب مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ یک جا کوئی مفصل بحث اس پورے دَور کی سورتوں پر لکھ سکوں۔

خاکسار، ابوالاعلیٰ

(۲۵۷)

لاہور

یکم نومبر ۱۹۶۱ء

ع نزیزم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ آپ نے سورۂ حٰمٓ السَّجْدَہ کی آیات ۹ - ۱۲ پر میرے حاشیے کے متعلق جس چیز کی وضاحت چاہی ہے وہ اُن باتوں میں سے ہے جن کو جاننے کے لیے ہمارے پاس ذرائع موجود نہیں ہیں۔ موجودہ زمانے کے سائنس دان بھی یہ کھوج لگانے کی پیہم کوشش کر رہے ہیں کہ یہ عظیم کائنات کیسے اور کتنی مدت میں بنی، مگر وہ بھی کسی ایسے نتیجے پر آج تک نہیں پہنچ سکے ہیں جس کو سائنٹفک حقیقت کہا جا سکے۔ بعض سائنسدان تو یہاں تک کہتے ہیں کہ ابتداءً جو مادہ یک جا تھا، وہ ایک زبردست انفجار (Explosion)

سے پھٹا اور آدھ گھنٹے کے اندر اُس نے پوری کائنات کی شکل اختیار کر لی۔ میں ان لوگوں کی تقلید تو نہیں کرتا لیکن اس معاملے میں اب تک کوئی قطعی رائے نہیں قائم کر سکا ہوں کہ قرآن مجید میں چھ دن کے اندر کائنات بنانے کا جو ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد آیا وہی دن ہیں جن کو ہم دن کے نام سے جانتے ہیں یا ہزاروں سال کے ادوار۔ بظاہر میں ایسا سمجھتا ہوں کہ زمین اور دوسرے سیارے اور کہکشاں اپنی ابتدائی شکل میں تو ہمارے معروف چھ دنوں کے اندر بنا دیئے گئے اور پھر ان کی پوری تشکیل ہزاروں بلکہ لاکھوں سالوں کے چھ ادوار میں ہوئی۔ تاہم جیسا کہ میں اوپر واضح کر چکا ہوں یہ مسئلہ ایسا ہے جس کے بارے میں قطعیت کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے۔

دوسرا سوال جو آپ نے کیا ہے اس میں نئے جسم سے مراد از سر نو جسم دینا ہے جس کے اجزاء تو وہی ہوں گے جو دنیا میں تھے لیکن عالم آخرت میں اس کے اوصاف اور خواص موجودہ جسم سے مختلف ہوں گے۔ وہ اُن چیزوں کو دیکھے اور سُنے گا جن کو یہاں نہیں دیکھ اور سن سکتا۔ اس کو وہاں دوام اور خلود حاصل ہوگا جو یہاں اسے حاصل نہیں ہے۔ وہ جنت کی ان لذتوں سے مستفید ہو سکے گا جن سے یہاں نہیں ہو سکتا۔ اور جہنم کے اس عذاب کو بھگت سکے گا جس کو یہاں برداشت کرنا اس کے بس میں نہیں ہے۔

خاکسار

ابو الاعلیٰ

---

(۲۵۸)

لاہور

۱۱ر نومبر ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ عربی زبان میں اس طرح کا "لا" جیسا لِئَلَّا یَعْلَمَ میں ہے ایسے کلام میں صلہ کے طور پر آتا ہے جس کے آغاز یا اختتام پر کسی بات کا انکار کیا گیا ہو۔ قرآن میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ۔ وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنَاهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ۔ اس لا کا اگر اُردو میں ترجمہ کیا جائے تو معنی غلط ہو جائیں گے۔ کیونکہ اُردو میں یہ اسلوب بیان رائج نہیں ہے۔ اُردو میں لِئَلَّا یَعْلَمَ کا صحیح مطلب وہی ہوگا جو لِیَعْلَمَ کا مطلب ہے۔

خاکسار

ابو الاعلیٰ

(۲۵۹)

لاہور

۱۱ر نومبر ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کا اعتراض بالکل بجا ہے اور فی الواقع تصویر شریعت میں حرام ہے۔ اس حرام کو حلال کرنے سے میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ دراصل یہ وہ گندگیاں ہیں جن میں ایک بگڑے ہوئے معاشرے کے اندر پیدا ہونے اور رہنے

کی وجہ سے ہم زندگی کے ہر شعبے میں ملوث ہو رہے ہیں۔ ہمارے ان میں ملوث ہونے کی بنا پر یہ گندگیاں طہارت نہیں ہو جائیں گی، معذرتیں کر کے ہم اور گناہ گار ہوں گے۔ بس یہ دعا کیجیے کہ اللہ ہمیں اور آپ کو ایک ستھرا معاشرہ نصیب کرے جس میں ان گندگیوں کو نشوونما پانے کا موقع ہی نہ ملے۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۲۶۰)

لاہور
۱۱ر نومبر ۱۹۷۱ء

محترمی، و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ قرآن مجید چونکہ سائنس کی زبان میں نہیں بلکہ ادب کی زبان میں نازل ہوا ہے، اس لیے وہ قلب، فؤاد اور صدر کے الفاظ اُسی طرح ادبی طرز میں استعمال کرتا ہے جس طرح تمام دنیا کی زبانوں میں یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً اُردو میں ہم کہتے ہیں کہ "اس بات کو میرا دل نہیں مانتا" یا "فلاں شخص کا سینہ بے کینہ ہے" یا انگریزی میں (Heart Searching) اور (Qualities of Head and Hearts) کے الفاظ بولے جاتے ہیں۔ اس سے خود بخود یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ قلب، فواد اور صدر سے مراد علم، شعور، جذبات، ارادوں اور نیتوں اور خواہشات کے مراکز ہیں۔ ادب کی زبان میں اس مقصد کے لیے دماغ کا لفظ کم اور دل کا لفظ زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ بلکہ دماغ کے بجائے بھی زیادہ تر سر کا لفظ بولتے ہیں جیسے سر پُر غرور، یا فلاں شخص سر پھرا ہے۔

مجھے چونکہ تعبیر خواب کے مسئلے سے کوئی دلچسپی نہیں رہی ہے اس لیے میرے علم میں نہیں ہے کہ مسلم مفکرین نے جدید علم النفس کی طرح اس مسئلے پر کوئی کام کیا ہے یا نہیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۶۱)

لاہور

۱۶ر نومبر ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ ملا اور اس کے ساتھ تصحیح اغلاط بھی۔ اس کرم فرمائی کے لیے بہت شکر گزار ہوں۔ انشاء اللہ آئندہ اشاعت سے پہلے کاپیوں میں ان غلطیوں کی اصلاح کر دی جائے گی اور ترجمان میں بھی انہیں شائع کر دیا جائے گا تاکہ جو لوگ کتاب خرید چکے ہیں وہ اصلاح کر سکیں۔

"ذَنْب" کا مطلب "غلط الزامات" عربی زبان کے لحاظ سے درست نہیں ہو سکتا۔ لسان العرب میں اس کے معنی اَلْاِثْمُ وَالْجُرْمُ وَالْمَعْصِیَۃ لکھے ہیں۔ علامہ آلوسی کہتے ہیں والمراد من الذنب ما فرط من خلاف الاولیٰ بالنسبۃ الی مقامہ علیہ السلام۔ دوسرے مفسرین نے بھی اسے کوتاہی، خامی، قصور وغیرہ معنی میں لیا ہے۔ میں نے "خامی" کا لفظ نہیں بلکہ "کوتاہی" ترجمہ کیا ہے۔ البتہ تشریح میں خامی کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔

کتاب الاموال اور کتاب الخراج وغیرہ میں جو تفصیلات بیان کی گئی ہیں ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سواد کی مفتوحہ اراضی کو ملک تو مسلمانوں کی قرار دیا گیا تھا، مگر

کاشتکاروں کو جو حقوق دیے گئے تھے وہ صرف اس حد تک نہیں تھے کہ انہیں اس زمین پر کاشت کا حق ہے، بلکہ ان میں یہ بات بھی شامل تھی کہ وہ اپنے اس حق کو بیع یا رہن بھی کر سکتے ہیں اور یہ حق ان کے وارثوں کو بھی منتقل ہوگا۔

مَیں نے پیشین گوئیوں کے متعلق جس شبہ کا ذکر کیا ہے وہ میرا اپنا شبہ نہیں ہے بلکہ مَیں نے اُن ممکن شبہات کا ذکر کیا ہے جو اس سلسلے میں کیے جا سکتے ہیں۔ بائبل کا حوالہ دینا اس لیے لاحاصل ہے کہ اس میں تو خود عیسائیوں نے تسلیم کیا ہے کہ بکثرت عبارتیں الحاقی ہیں۔

متی اور یوحنا کے متعلق زمانہ حال کے عیسائی محققین نے دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ یہ دونوں حضرت عیسیٰؑ کے حواری نہ تھے۔ اس تاریخی بحث کا خلاصہ مَیں نے الجہاد فی الاسلام کے باب ششم فصل مسیحیت میں درج کر دیا ہے۔ اسے ملاحظہ فرمالیں۔ اس کی طرف کچھ اشارات تفہیم القرآن جلد پنجم صفحہ ۴۶۳ پر بھی کیے ہیں۔

خاکسار ابوالاعلیٰ

(۲۶۲)

لاہور

۲۵ نومبر ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کی دعاؤں اور مخلصانہ و خیر خواہانہ مشوروں کے لیے بہت شکر گزار ہوں۔ موجودہ علاج سے مجھے کافی افاقہ ہوا ہے۔ اب لیٹے ہوئے یا بیٹھے ہوئے مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ صرف کھڑے ہونے اور چلنے پھرنے میں

تکلیف ہوتی ہے اور وہ بھی پہلے سے کافی کم ہے۔ کمزوری اور طبیعت کی پستی میں بھی اچھا خاصا فرق ہوگیا ہے۔ اب مَیں تین چار گھنٹے روز کام کر رہا ہوں اور اس مرتبہ مجلس عاملہ کے اجلاسوں کی صدارت بھی مَیں نے ہی کی ہے۔ اس صورت میں علاج بدلنے کی کوئی ضرورت میں محسوس نہیں کرتا۔

عرب رہنماؤں کو بار بار توجہ دلا چکا ہوں کہ اسلحہ سازی کی صنعت کے لیے وہ اپنے وسائل مجتمع کریں اور پاکستان، ٹرکی، ایران وغیرہ کے ساتھ مل کر کارخانے قائم کریں۔ لیکن ان لوگوں کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ خدا انہیں عقل دے۔

تفہیم القرآن سورۂ قریش تک لکھی جا چکی ہے۔ اب سورۂ ماعون کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۲۶۳)

لاہور
۲۷/ نومبر ۱۹۷۱ء

مولانا المکرم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ ملا۔ جن تسامحات کی طرف آپ نے توجہ دلائی تھی ان سب کو مَیں نے اچھی طرح دیکھ لیا تھا۔ ان میں سے جو واقعی غلطیاں تھیں ان کی تصحیح کا انتظام کر دیا گیا ہے اور آئندہ ترجمان میں بھی آپ کی اور بعض دوسرے حضرات کی نشان دہی کے مطابق تمام اغلاط کی تصحیح کا اعلان آ رہا ہے۔

صحیح لفظ طَسْق نہیں بلکہ طَسْق ہی ہے۔ لسان العرب میں الطَّسْق کے متعلق لکھا ہے الطسق ما یوضع من الوظیفۃ علی الجریان من الخراج المقرر علی الارض،

فارسی معرب، وکتب عمر الی عثمان بن حنیف فی رجلین من اھل الذمۃ اسلما إرفع الجزیۃَ عن رؤسھما وخُذِ الطَّسقَ من ارضیھما۔

تفہیم القرآن، جلد پنجم، صفحہ ۴۰۰ اور ۴۰۱ کی عبارت میں جو تدافع آپ محسوس کر رہے ہیں وہ دراصل اُس نازک قانونی پوزیشن کی وجہ سے ہے جو سواد کی زمینوں کی حیثیت کا فیصلہ کرتے ہوئے حضرت عمر نے اور اس کی تشریح کرتے ہوئے فقہاء نے بیان فرمائی ہے۔ صفحہ ۴۰۰ اور ۴۰۱ پر امام ابو عُبید کی کتاب الاموال سے جو عبارتیں میں نے نقل کی ہیں ان دونوں کو ملاحظہ فرمائیں، اور پھر ابو عبید ہی کی اس روایت کو دیکھیں جو صفحہ ۴۰۱ پر میں نے نقل کی ہے کہ حضرت عمر کے زمانے میں عتبہ بن فرقد نے فرات کے کنارے ایک زمین خریدی۔ حضرت عمر نے پوچھا یہ زمین تم نے کس سے خریدی ہے؟ انہوں نے کہا اس کے مالکوں سے۔ حضرت عمر نے فرمایا اس کے مالک تو یہ لوگ ہیں (یعنی مہاجرین وانصار)۔ اس روایت کو نقل کر کے ابو عبید کہتے ہیں سرائی عُمَرَ اَنَّ اَصْلَ الارضِ لِلْمسلمین۔ صفحہ ۴۰۰ پر میں نے امام ابو یوسف کی کتاب الخراج سے یہ بات نقل کی ہے کہ اس بات پر اجماع ہو گیا کہ ان مفتوحہ علاقوں کی زمین کو عامہ مسلمین کے لیے فَے قرار دیا جائے۔ اَب، یہ ظاہر ہے کہ جو زمینیں مسلمانوں کے لیے فَے قرار دی جائیں ان کا مالک کوئی فرد نہیں ہو سکتا۔ لیکن ساتھ ہی یہ طے کیا گیا کہ جزیہ و خراج عائد کر کے ان زمینوں کو ان کے سابق مالکوں ہی کے ہاتھ میں رہنے دیا جائے۔ یہ جزیہ و خراج لگا دینا فقہاء کے نزدیک یہ معنی رکھتا تھا کہ وہ مُعاہد کے حکم میں ہیں اگرچہ ان سے کوئی معاہدہ نہیں ہوا ہے۔ صفحہ ۴۰۱ پر میں نے ابو عبید اور امام ابو یوسف کے حوالہ سے امام شَعبی کا وہ قول نقل کر دیا ہے جو انہوں نے حضرت

عمر بن عبدالعزیز کے دریافت کرنے پر کہا تھا۔ اب جب وہ مُعاہد قرار پائے تو ان کو ان زمینوں سے بے دخل نہیں کیا جا سکتا اور انہیں ان زمینوں پر تَوارُث و تبایُع کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ ملکیت کی نفی اور توارث و تبایع کے اثبات سے ایک ایسی قانونی پوزیشن پیدا ہو جاتی ہے جس میں ملکیت اور اس کے عدم کے درمیان بڑا ہی نازک فرق رہ جاتا ہے۔

صفحہ ۱۱۸، ۱۱۹ اور ۱۲۰ کی جن عبارتوں میں آپ تَدافُع محسوس فرما رہے ہیں، اس کو رفع کرنے کے لیے اُس سلسلہ کلام پر نظر ڈالیں جو سورۂ ق کی آیت ۲۱ سے آیت ۲۷ تک چل رہا ہے۔ آیت ۲۱ میں فرمایا ہے وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيدٌ۔ ظاہر ہے کہ یہاں سائق اور شہید سے مراد دو فرشتے ہیں جو آدمی کو لے کر آئیں گے۔ آیت ۲۲-۲۴ میں فرمایا وَقَالَ قَرِينُهُ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيدٌ۔ اَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ۔ یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيدٌ کہنے والا سائق ہے اور پھر اللہ تعالیٰ انہی سائق اور شہید، دونوں فرشتوں کو حکم دے گا کہ اَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ۔ اس کے آگے آیت ۲۷ میں ہے قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطْغَيْتُهُ۔ ظاہر ہے کہ یہاں قرین سے مراد شیطان ہے، کیونکہ سائق اور شہید میں سے تو کسی کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں پیش آ سکتی کہ ربنا ما اَطْغَيْتُهُ۔ اپنی یہ صفائی تو شیطان ہی پیش کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔

الجہاد فی الاسلام اگر آپ کے پاس موجود نہیں ہے تو گوجرانوالہ میں کسی رفیق جماعت کے پاس ضرور ہو گی۔ ان سے لے کر ملاحظہ فرمالیں۔ جدید دور کے عیسائی محققین اس بات پر متفق ہیں کہ چاروں انجیلوں کے مصنفین میں سے کسی نے حضرت عیسیٰ کو دیکھا

تک نہیں تھا، یہ بہت بعد کے غیر معروف لوگ ہیں۔

اللہ کا شکر ہے کہ جلد پنجم کا دوسرا ایڈیشن بھی تقریباً فروخت ہو گیا ہے اور اب تیسرے ایڈیشن کی تیاری ہے۔ جلد ششم سورۂ قریش تک لکھ چکا ہوں، اب سورۂ ماعون کی تفسیر شروع کر رہا ہوں۔ سورۂ تکاثر تک کی کتابت بھی ہو چکی ہے اور بعد کی چار سورتیں کاتب کو دی جا چکی ہیں۔ اللہ سے دعا فرمائیں کہ والناس تک پہنچ جاؤں۔ کتاب کے مکمل ہوتے ہی انشاء اللہ طباعت شروع ہو جائے گی، کیونکہ کتابت اور تصحیح ساتھ ساتھ ہوتی جا رہی ہے۔

خاکسار

ابوالاعلےٰ

(۲۶۴)

لاہور

۲۸ر نومبر ۱۹۶۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۶ر نومبر ملا۔ انگلستان ہو یا امریکہ یا کوئی دوسرا مغربی ملک، ہر جگہ اسلامی علوم کی استادی نہایت متعصب عیسائی اور یہودی مستشرقین کے سپرد کی گئی ہے اور وہ اسلامی قانون یا شریعت یا تاریخ کے متعلق تحقیقی کام کرنے والوں سے یہ چاہتے ہیں کہ تحقیق بھی اُن کے نقطۂ نظر کے مطابق کی جائے اور مقالات بھی اسی نقطۂ نظر سے لکھے جائیں۔ اس کے خلاف چلنے والوں کے راستے میں وہ سخت رکاوٹیں ڈالتے ہیں اور بالعموم ان کے ایسے مقالات قبول نہیں کرتے جو ان کے نظریات کے خلاف ہوں۔ اس صورت میں آپ کو یہ مشورہ دینا میرے لیے مشکل ہے کہ آپ وہاں اسلامی قانون کا مضمون لیں۔ اس کے بجائے آپ قانون کا کوئی اور شعبہ لے لیں تو بہتر ہے۔ میرے نزدیک تو مغربی قوانین کے ماخذ اور ان کے ارتقاء کی تاریخ اور مختلف ممالک مغربیہ

اور اشتراکی ممالک کے قوانین کے تقابلی مطالعہ اور وقتاً فوقتاً ان میں جو تغیرات ہوتے رہے ہیں ان پر تحقیقی کام کریں۔ یہ چیز آگے چل کر اسلام کی خدمت میں بہت کارآمد ہوگی۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۶۵)

لاہور

۲/دسمبر ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ میں خود چونکہ ثمود کے علاقے میں گیا ہوں، اس لیے مجھے اصل صورتِ حال کا علم ہے اور ڈاؤٹی کی غلط بیانی کا بھی اندازہ ہے۔ قوم ثمود کے پورے علاقے میں جتنے پہاڑ ہیں سب کھیل کھیل ہیں اور نیچے سے اوپر تک معلوم ہوتا ہے کہ وہ پھٹے ہوئے ہیں۔ اس شدید زلزلے اور ہولناک آواز سے میدانی علاقہ تو پورا برباد ہو چکا ہے۔ اس علاقے میں قبروں اور ہڈیوں کے پائے جانے کا ذکر قطعی جھوٹ ہے۔ ڈاؤٹی پچھلی صدی عیسوی میں وہاں گیا ہے اور ہم اِس صدی میں گئے ہیں۔ وہاں مَیں نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔ البتہ پہاڑوں میں کھُدے ہوئے بعض مکانات بالکل صحیح وسالم ہیں۔ ان میں کوئی دراڑ تک نہیں ہے اور انہی پر وہ کتبات موجود ہیں جن کا ذکر ڈاؤٹی نے کیا ہے۔ ان سب مکانوں میں ہم خود گئے ہیں۔ کوئی قبر، کوئی ہڈی، کوئی سڑے گلے مُردوں کی بدبو وہاں ہم نے نہیں پائی۔ قوم ثمود پر عذاب کا یہ واقعہ فراعنۂ مصر کے دور سے بھی بہت پہلے کا ہے۔ اس کو کم از کم سات ہزار

برس گزر چکے ہیں۔ کس طرح ممکن ہے کہ اُن کی لاشیں اب تک وہاں سڑ گل رہی ہوں۔

خاکسار
ابوالاعلےٰ

(۲۶۶)

لاہور
۲۴ر دسمبر ۱۹۷۱ء

محترمی و مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۲ر دسمبر ملا جس کے لیے مَیں آپ کا بہت شکر گزار ہوں۔ میرے لیے یہ امر نہایت موجب مسرت ہے کہ دولت ہاشمیہ اُردن کی مجلس تعلیمی نے میری کتاب مبادیٔ الاسلام[1] کو اپنے مدارس ثانویہ میں شاملِ نصاب کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ مَیں خدا سے دُعا کرتا ہوں کہ میری یہ کتاب اُردن کی نئی نسل کو دین حق سے روشناس کرنے میں مددگار ہو اور میرے لیے یہ آخرت کے اجر کا موجب بنے۔

مَیں آپ کی وزارت کو بخوشی اس کے شائع کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ رائلٹی جو بھی آپ کے ہاں معروف ہو وہ مقرر کر دیں۔ مگر مَیں اسے اپنے لیے استعمال نہیں کرنا چاہتا بلکہ میری خواہش یہ ہے کہ آپ اسے غریب طالب علموں کو وظائف دینے کے لیے استعمال کریں۔

خاکسار
ابوالاعلےٰ

---

[1] یہ رسالہ دینیات کا عربی ترجمہ ہے۔

فہرست موضوعات

الف

ابوالاعلیٰ مودودی:

آبائی وطن ۲۰۳ - ۲۱۵

خاندانی حالات ۱۵۳-۲۰۰ تا ۲۰۲-۲۳۸-۲۳۹

ان کا لباس- ۲۳۷-۲۳۸

خاندان میں سلسلۂ بیعت وارشاد ۱ - ۱۲

مودودی خاندان مشائخ کا خاندان تھا اور کبھی بھی شاہی ملازمت میں نہیں رہا۔ ۳۰۹-۳۱۰

سرسید سے قرابت داری۔ ۳۱۱

خاندانی تعلقات- ۱۵۸

مودودی لکھنے کی وجہ- ۱۱

ابتدائی تعلیمی سرگرمیاں۔ ۳۱۲

نیاز فتح پوری سے اخبار نویسی نہیں سیکھی تھی۔ ۲۸۶

"مولوی" اور "مسلم" سے تعلق ۲۸۶

اسلامیہ کالج لاہور سے تعلق۔ ۱۶

بحیثیتِ مترجم ۸۶

بحیثیتِ مصنف ۱۳۴-۲۳۸

تمام تحقیقی اور علمی کاموں میں کوئی مددگار نہیں رہا۔ ۲۱۰

غلام احمد پرویز صاحب سے کبھی رفاقت نہیں رہی۔ ۲۸۶-۲۸۷
رفیقوں کی علیحدگی۔ ۲۸۷
داعیٔ تحریک اسلامی ۱۹۶
جماعتی مصروفیات ۳۷
مولانا مودودی کا توکل علی اللہ ۳۶-۱۲۴-۱۵۰-۱۷۸-۱۷۹-۲۳۱
دینی مدرسوں سے فتووں کی بارش ۲۸ تا ۳۱
اپنے آپ کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھا ۲۱۲-۲۱۳
"ابوالاعلیٰ مودودی" (از ابوالآفاق ایم۔اے) ۳۰۸
ابوحنیفہؒ امام:
فقہ کی کوئی کتاب خود نہیں لکھی بلکہ وفات کے بعد شاگردوں نے ان کے فتاویٰ مرتب کیے۔ ۴۲-۴۳-۱۵۴
کیا آپؒ نے دوسری زبانوں میں نماز ادا کرنے کی اجازت دی۔ ۳۰۸
اجتہاد: ضروری شرائط ۱۷۰-۱۷۱-۲۳۴
آخرت: ۶۹-۷۰
آخرت میں از ہر نو جسم عطا کیا جائے گا۔ ۳۲۸
آزمائش: بے لاگ حق پرستی کی آزمائش کیونکر ہوتی ہے؟ ۳۱
مشکل حالات میں دو اطمینان بخش چیزیں۔ ۱۷۸-۱۷۹
اسقاطِ حمل: قتل ہی کی تعریف میں آتا ہے۔ ۲۷۵-۲۷۶
اسلام: عالم اسلام میں مغرب کی تہذیب انکار کی چھائی ہوئی تباہی سے کیونکر

نمٹا جا سکتا ہے۔ ۲۶۶۔۲۶۷
کیا اسلام میں شورائی نظام نہیں ہے؟ ۷۷، ۷۸، ۱۵۵
اسلام نسلی تعصب کو قابلِ نفرت چیز سمجھتا ہے۔ ۱۶۰
ایک نو مسلم کے نام خط ۱۹۴۔۱۹۵
اسلام نے تاریخِ مذہب کا کیا تصور پیش کیا ہے۔ ۶۸، ۷۳۔۷۵۔۲۱۱

اسلامی ریاست:

محض سیاسی کام سے اسلامی ریاست قائم نہیں ہو سکتی ۲۶۳ تا ۲۶۵
عادل اور ظالم حکومت کا فرق۔ ۱۱۴۔۱۱۵
ایک عادل حکومت کے عیب کی حیثیت۔ ۱۱۴۔۱۱۵
اسلامی ریاست میں بنک اور اسٹاک ایکسچینج کے کاروبار کی صورت ۱۱۱۔۱۱۲
کیا اسلامی ریاست میں جمہوریت نہ ہوگی۔ ۱۵۵

اسلامی نظم جماعت:

یہ نظم اسلام کی طرف منسوب تھا نہ کہ کسی خاص شخصیت کی طرف۔ ۱۳۔۱۴
جماعت کے ارکان کا امیر سے تعلق۔ ۹

اصطلاحات: (تشریح)

بیعت ۸۔۹۔۱۰، ۲۶۲ تا ۲۶۳
فدیہ ۵۷
فی الرقاب۔ ۵۷
نفس ۶۳ تا ۶۵۔۷۵

اعتراضات وشبہات:

- بزرگانِ دین سے بدعقیدہ ہونے کا الزام۔ ۱۱
- "حقوق الزوجین" کی ایک عبارت پر۔ ۳۳
- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہورِ ثانی اور امام مہدی کے ظہور سے متعلق ۳۳۔۳۴
- "خلافت وملوکیت" کے سلسلے میں ۴۸۰ تا ۵۶۱۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱
- درود وسلام اور پیری مریدی سے متعلق۔ ۲۱۱
- گھریلو حالات سے متعلق۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳

اعتقاد: ۔اعتقاد اور عمل میں فرق۔ ۱۰
- صحیح اعتقاد اور عمل میں مطابقت کا نام اسلامی نظامِ زندگی ہے۔ ۱۰

اقامتِ دین: دیکھو "دعوتِ حق"

اللہ: ۔اللہ کا علم اور اُس کی قدرتِ مطلقہ۔ ۱۳۳
- ۔اللہ کا مددگار (انصار اللہ) کا مطلب ۱۸۱ تا ۱۸۳، ۲۰۳، ۲۰۷ تا ۲۰۹، ۳۱۴ تا ۳۲۲

انجیل: برناباس۔ ۱۳۸

انسان:
- انسان پر قرآن کس پہلو سے بحث کرتا ہے۔ ۷۳۔۷۴
- انسان اور خدا کے درمیان قرآن نے کس تعلق کی نشان دہی کی ہے۔ ۲۷
- کیا انسان نے گمراہی سے آغاز کیا تھا؟ ۶۸، ۷۳۔۷۵، ۲۱۱
- دنیا میں انسان کا امتحان کس طرح ہو رہا ہے؟۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸
- ماورائے حس وادراک معاملات میں انسان کو ضروری علم دے دیا گیا ہے۔ ۲۵۔۲۶

ایمان : مومنین کی صفات کے لحاظ سے مختلف درجے ۔ ۲۰۸ ۔ ۲۰۹

۔ ب ۔

بیعت : ۔ مطلب و مفہوم ۔ ۸ ۔ ۹ ۔ ۱۰ ۔ ۲۶۲ ۔ ۲۶۳

۔ بیعت کس کے ہاتھ پر کرنی چاہیے ۔ ۹

۔ کون سی قسم صوفیاء کے یہاں رائج تھی ۔ ۹

(مزید تفصیل کے لیے دیکھیے "صوفیائے کرام")

۔ موجودہ نظامِ بیعت و ارشاد کی خرابیاں ۔ ۱۰

۔ اس کی اصل روح برحق اور موجودہ صورت باطل ہے ۔ ۱۳

۔ بیعت و ارشاد کے موجودہ نظام کو درست کرنے کی صورت ۱۳ ۔ ۱۴

۔ مولانا مودودی کا بیعت کے مشتاق شخص کو جواب ۔ ۲۶۲ ۔ ۲۶۳

۔ پ ۔

پاکستان : ۱۳۱ ۔ ۱۴۸ ۔ ۱۵۲

۔ پاکستان کی تخلیق کے وقت مولانا مودودی کا موقف ۔ ۱۴۱

۔ پاکستان کے لادینی مملکت بن جانے کے خطرے کو ٹال کر جماعت اسلامی نے کتنے بڑے خطرے کو ٹال دیا ۔ ۲۶۳ ۔ ۲۶۴

۔ پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت ۔ ۹۷ ۔ ۹۸ ۔ ۹۹

۔ پاکستان کی سیاست ۔ ۱۰۰ تا ۱۰۵

۔ حکومت کی ملازمت کی حیثیت ۔ ۹۶ ۔ ۹۷

۔ پاکستان میں قانون سازی کس فقہ کے تحت ہونی چاہیے ۔ ۲۱۷ تا ۲۱۹

۲۲۳ تا ۲۲۵ - ۲۳۲ تا ۲۳۴ - ۲۳۵ - ۲۳۶

- ت -

تاریخ: - اس کے مطالعے کا صحیح طریقہ - ۴۸

- قرآن نے تاریخِ مذہب کا کیا تصور پیش کیا ہے؟ ۶۸، ۷۳-۷۵، ۲۱۱

تحریک اسلامی: دیکھو "دعوتِ حق"

ترجمان القرآن: ابتدائی حالات - ۴-۵

تزکیۂ نفس: کیونکر کیا جائے؟ - ۱۵۴-۱۵۵

تصوف: سمجھنے کے لیے ذہن میں اسلام کا ایک واضح تصور ہونا ضروری ہے ۱۶-۱۷

تصویر: ۳۲۹-۳۳۰

تعلیم: ایک صحیح تعلیمی ڈھانچہ تیار کرنے کی عملی صورت - ۲۰-۲۱

تفہیم القرآن: ۱۷ تا ۱۹ - ۳۱-۳۲ - ۳۸ - ۱۹ - ۳۸ تا ۴۰ - ۵۷-۵۸-۵۹-۶۲-۶۶-
۷۱-۷۲-۷۳-۱۲۶-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۶-۱۳۷-۱۴۲-۱۴۶-۱۴۷-۱۵۵-۱۵۶-۱۷۵-۱۸۱-
۲۶۰-۲۷۶-۲۷۷-۲۸۸-۲۹۲-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۳-۳۳۴

- تفسیر تفہیم القرآن میں کیا اصولِ تفسیر مدِّ نظر رہے ہیں؟ ۲۷۶-۳۱۵

تقدیر: ۱۵۴-۲۹۰-۳۲۷-۳۲۷-۳۲۸

تورات: اس ہی میں نہیں بلکہ انبیاء ہمیشہ سے مہذب قوانینِ حیات کی تعلیم دیتے رہے ہیں - ۱۷۸

ج

جماعت اسلامی:

- ابتدائی زمانے میں کن لوگوں کا اس میں شامل ہونا مفید تھا۔ ۵-۶
- ابتدا میں حالات کس حد تک ساز گار تھے۔ ۱۹-۲۰
- مسلم لیگ سے علیحدہ رہ کر جماعت اسلامی کیوں منظم کی گئی۔ ۲۳۰
- دوسری جماعتوں سے تعاون کے لیے بنیادی شرائط۔ ۶-۷
- تقسیمِ ہندوستان کے وقت مہاجرین کے لیے کیمپ لگائے۔ ۲۸
- قیامِ پاکستان کے بعد جماعت اسلامی کے دائرہ کار میں سیاست کو کیوں شامل کیا گیا؟۔ ۲۶۳ تا ۲۶۵
- انتخابات میں امیدوار کیوں کھڑے کرتی ہے جب کہ امیدواری شرعًا جائز نہیں۔ ۲۵۳
- الیکشن پالیسی۔ ۲۰۶
- طریقِ انتخاب سے متعلق جماعت کا مؤقف۔ ۲۱۰
- منشور کے معاشی حصّے پر اعتراضات کے جوابات۔ ۱۷۱-۱۷۲-۱۸۰-۱۸۵-۱۸۶۔
- ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں ناکامی پر تبصرہ۔ ۲۵۶ تا ۲۵۸-۲۶۷-۲۷۱
- خامیوں کا فراخدلانہ اعتراف۔ ۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۵۵-۲۵۶-۲۶۰
- کن مشکل حالات میں کام کرنا پڑ رہا ہے۔ ۲۲۹
- عائلی قوانین کی مخالفت کیوں کرتی ہے؟۔ ۱۹۸-۱۹۹۔

- مسلّمہ اسلامی فرقوں کے حقوق سے متعلق جماعت کی پالیسی - ۲۱۸ - ۲۱۹
- شیعوں کے متعلق جماعت کی پالیسی کی وضاحت - ۲۱۷ - ۲۱۸ - ۲۲۳ تا ۲۲۵
۲۳۲ تا ۲۳۴ - ۲۳۵ - ۲۳۶ - ۲۴۱ تا ۲۴۳ - ۲۴۶ - ۲۴۷
- تعلیمی پالیسی کی وضاحت - ۲۱۸ - ۲۱۹ - ۲۲۰

جنّ : ۶۹ - ۷۸

- ح -

حق :
- حق بجائے خود حق ہے خواہ کوئی اُسے تسلیم کرے یا نہ کرے ۲۵۸ - ۲۵۹
- حق پر ثابت قدم اور باطل سے دور کیونکر رہا جا سکتا ہے؟ ۲۶۸

حکمتِ تبلیغ : ۱۹ - ۲۰ - ۱۳۵ - ۱۳۶

(مزید تفصیل کے لیے دیکھو "دعوت حق")

- خ -

خلافت و ملوکیت :
- اس کتاب کے لکھنے کا مقصد - ۵۶
- اس کے سلسلے میں اعتراضات و جوابات - ۴۸ تا ۵۶ - ۲۷۰ - ۲۷۱

- د -

دعا : دعا بندۂ مومن کا بہترین ہتھیار ہے - ۲۲۲ - ۲۲۳

دعوتِ حق :
- داخلی اور خارجی فتنوں کے وقت پڑھنے کی مسنون دعا - ۲۲۲ - ۲۲۳

- دعوتِ حق کی تحریک میں کن لوگوں کا شامل ہونا مفید ہوتا ہے؟ ۵-۶
- یہ دعوت صرف سیاسی کام سے کامیاب نہیں ہو سکتی، تعمیرِ افکار اور تطہیرِ سیرت بھی ضروری ہے۔ ۲۶۵
- تحریکِ اسلامی کے لیے کام کرنے والے کیونکر اللہ کے مددگار ہیں؟ ۱۸۱ تا ۱۸۳، ۲۰۳-۲۰۷ تا ۲۰۹۔ ۳۱۴ تا ۳۲۲
- اس کے کارکنوں کو طعن و تشنیع کا مقابلہ کیسے کرنا چاہیے؟ ۲۱-۲۲
- اس دعوت میں صبر کی اہمیت۔ ۱۹-۲۰
- تحریکِ اسلامی کے لیے حیدر آباد میں کام کرنا ہندوستان کے دوسرے حصّوں کی نسبت کسی طرح بھی آسان نہ تھا۔ ۷-۸
دنیا: کے گزرگاہ ہونے کا مطلب۔ ۷۸

ز

زکوٰۃ:- زکوٰۃ عبادت ہے ٹیکس نہیں۔ ۱۲۳
- کیا زکوٰۃ کا روپیہ جنگی ضروریات کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے؟ ۲۹۴-۲۹۵
- موجودہ معاشی پیچیدگیوں کے حل کے لیے صرف زکوٰۃ کا نظام ہی کافی نہیں۔ ۱۷۲
زنا: شادی شدہ لونڈی اور آزاد غیر شادی شدہ عورتوں کے لیے زنا کی سزا۔ ۱۶۱-۱۶۲-۱۶۸-۱۶۹

س

سَٹہ: اسلامی ریاست میں سَٹہ کے کاروبار کی کیا حیثیت ہوگی؟۔ ۱۱۱-۱۲۱
سود:- سود کو روکنے کے لیے ایک اصول۔ ۲۶۹-۲۷۰

- سرمائے کی تشکیل سود کی حرمت کے باوجود ہو سکتی ہے ۔ ۲۷۲-۲۷۳

سیاسی کشمکش "سوم": اس کتاب میں پاکستان میں پیدا ہونے والی خرابیوں کی پہلے ہی نشان دہی کر دی گئی تھی۔ ۱۶۵-۱۶۶

سینٹ پال: ۷۵-۷۶

-ش-

شریعت:

- شریعت کے احکام کی پابندی میں کسی دباؤ کو قبول نہیں کرنا چاہیے ۔ ۱۷۰
- والدین کو خلافِ شریعت قول و فعل سے روکنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ ۱۹۷

شیطان: ۶۹

-ص-

صبر: اس کی اہمیت۔ ۱۹-۲۰

صوفیائے کرام:

- رسول کے مشاہدے اور صوفیاء کے تجربے میں فرقِ مراتب ۔ ۶۶-۶۷ ۷۴-۷۵
- کیا صوفیاء کے ہاتھ پر بیعت کرنا ضروری ہے۔ ۹
- بیعت کی کون سی قسم اُن کے ہاں رائج تھی ۔ ۹-۱۰

(مزید تفصیل کے لیے دیکھو "بیعت")

۔ط۔

طب : طب کے مختلف طریقوں کو ایک دوسرے پر ترجیح کیوں؟ ۔ ۲۲۱۔۲۲۲

۔ع۔

عثمان غنی رضؓ : اُن کے دورِ خلافت میں فتنے نے کیونکر سر اُٹھایا۔ ۴۸۔۵۶
علم : علومِ نو کی خرابیاں اور کمزوریاں۔ ۶۸۔۶۹
علماء : کے اختلافات کیونکر دور کیے جا سکتے ہیں؟ ۱۷۳۔۱۸۴۔۱۸۵۔
۱۸۸ تا ۱۹۱۔ ۲۱۵۔۲۱۶
حضرت عیسےٰ علیہ السّلام :
اُن کی معجزانہ پیدائش اور ظہورِ ثانی کا انکار کرنے والے کافر ہیں۔ ۱۴۲
اُن کے ظہورِ ثانی سے متعلق اعتراضات کا جواب۔ ۳۳۔۳۴۔۷۰

۔ف۔

فرشتے : ۷۹
فرقہ بندی : موجودہ فرقہ بندی سے نمٹنے کی عملی صورت ۔ ۲۲۳۔۲۲۴
فقہی مسائل :۔ اشیاء کا باہم تبادلہ۔ ۱۷۔۱۸
۔ نمازِ جمعہ سے متعلق۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰
۔ اسلامی قانون فقہ کو رائج کرنے کی عملی صورت۔ ۲۱۹۔۲۲۰
۔ فلسفہ و نفسیات کے مباحث۔ ۷۹۔۸۰

۔ق۔

قادیانی : ۱۴۷۔۱۴۸

قانونِ اسلام :- قانونِ اسلام کی تدوینِ جدید سے کیا مراد ہے؟ ۲۳۰-۲۳۱
- اس کے نفاذ کی عملی صورت کیا ہوگی؟ - ۱۲۵- ۲۱۹-۲۲۰
- تعبیرِ قانون میں اختلاف کی صورت - ۲۷۰-۲۷۱
- دارالحرب اور دارالاسلام - ۷۹-۸۰
- اسلام کا فلسفہ جنگ - ۷۹-۸۰
قائدِ اعظم :- انہوں نے کن مشکل حالات میں پاکستان حاصل کیا تھا - ۲۲۷-۲۲۸
- اُن کی عدیم النظیر کامیابی کی وجوہات - ۲۲۷-۲۲۸
- کیا قائد اعظم پاکستان میں سوشلزم لانا چاہتے تھے؟ ۱۶۵-۱۶۶
قبور :- زیارت قبور کی موجودہ انحطاطی اشکال - ۲۲-۲۳
- حیاتِ برزخ کی تشریح - ۲۴
قرآن :- انسان پر قرآن میں کس پہلو سے بحث کی گئی ہے؟ ۷۳-۷۴
- قرآن نے خدا اور انسان کے درمیان کس تعلق کی نشان دہی کی ہے؟ ۲۷
- قرآن نے تاریخِ مذہب کا کیا نظریہ پیش کیا ہے؟ ۶۸-۷۳-۷۵ - ۲۱۱
- قرآن کا مخصوص اندازِ بیان - ۳۳۰- ۳۳۱
- قرآن مجید کے ظاہری مفہوم کے بجائے مجازی مفہوم لینے کے اصول ۳۱۴-۳۲۱

- ک -

کائنات : چھ دن میں تخلیق کی گئی ۳۲۷- ۳۲۸

- م -

متعہ : متعہ حرام ہے - ۴۱

محمد صلی اللہ علیہ وسلم :

- غارِ حرا میں آپؐ کے غور و خوض کی نوعیت ۔ ۶۶-۶۷

- کیا آپؐ کا مشاہدہ ایک نفسیاتی مریض کا نفسیاتی تجربہ تھا؟ ۔ ۶۷-۶۸

- آپؐ کے مشاہدے اور صوفیاء کے تجربے کا فرق ۔ ۶۶-۶۷-۷۴-۷۵

کیا آپؐ وحی کو بھول جاتے تھے؟ ۔ ۱۵۹

حضورؐ کے چچا کا ایمان ۔ ۲۹۳-۲۹۴

مدینہ : انصارِ صحابہؓ نے اپنی بیویاں مہاجرین صحابہؓ کے لیے کس جذبہ کے تحت چھوڑیں تھیں؟ ۔ ۳۰۵

- "مذہب" سے برگشتہ ایک نوجوان کا خط ۔ ۱۹۲-۱۹۳

معاشی تعلیمات : ۹۱-۹۲، ۱۱۵ تا ۱۲۲

- سٹیٹ اور بیمہ کے موجودہ نظام کی حیثیت ۔ ۱۱۱-۱۱۲، ۱۶۶-۱۶۷

- سود کے بغیر معاشی نظام کیونکر قائم کیا جائے گا؟ ۲۶۹-۲۷۰، ۲۷۲-۲۷۳

- ظالم حکومتوں کی دی گئی ناجائز جاگیروں کی حیثیت ۔ ۱۱۶-۱۱۸

- صنعت و تجارت کو نجی ملکیت سے قومی ملکیت میں منتقل کرنے کا مسئلہ ۔ ۱۶۷

- زائد از ضرورت دولت کا معاملہ ۔ ۱۱۹-۱۲۲

امیر معاویہؓ : ۵۵-۵۶

موت : نیند کو موت سے تشبیہہ دینے کا مطلب ۔ ۷۹

امام مہدی : ظہور سے متعلق اعتراض کا جواب ۔ ۳۳-۳۴

-ن-

نبوت : نبی کے مشاہدے اور غیر نبی کے تجربے میں فرقِ مراتب ۔۶۶-۶۷-۷۴-۷۵

نرسنگ : ۔ نرسنگ کا پیشہ اسلام کی نظر میں ۔ ۹۴ تا ۹۶

۔ نرس اور اُن کے والدین کے لیے دعائیں ۔ ۹۵-۹۶

نفس : ۔ نفس اور فؤاد میں فرق ۔ ۷۸

۔ "نفس" کو قرآن نے کن کن معنوں میں استعمال کیا ہے؟ ۶۳ تا ۶۶

نفقہ : کیا مقدمہ عدالت میں آنے سے پہلے کا نفقہ بھی عورت کا حق ہے ۔ ۱۷۶-۱۷۷

نماز : ۔ نماز میں پابندی کس طرح پیدا کی جائے؟ ۲۹۰

۔ نماز میں خشوع و خضوع کس طرح پیدا کیا جائے؟ ۶۲

-و-

وراثت : باپ اولاد کو جائداد سے عاق نہیں کر سکتا ۔ ۱۷۹

-ہ-

ہندوستان : قبل از تقسیم ہندوستان کے حالات پر تبصرہ ۔ ۱۴۰-۱۴۱

-ی-

یاجوج ماجوج : ۷۰

یہودی) : کیا فلسطین ۔ یہودیوں کی میراث ہے؟ ۷۹-۸۰

ہماری نئی مطبوعات

① داعیٔ اعظمؐ	محمد یوسف	۲۵	۱۴
② حسنِ معاشرت	"	"	"
③ اسلام میں حلال و حرام	علامہ یوسف قرضاوی	۵۰	۲۲
④ قرآن اور آثار کا بیانات	کیپٹن ریاض احمد انجم	۰۰	۹
⑤ اسلامی زندگی کی کہکشاں	آباد شاہ پوری	۵۰	۱۳
⑥ الحقوق والفرائض حصہ اول	ڈپٹی نذیر احمد	۵۰	۲۲
⑦ اسلام کا فوجداری قانون	عبدالقادر عودہ شہیدؒ	۰۰	۵۵
⑧ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آغوشِ آمنہ سے غارِ حرا تک	علی اصغر چوہدری	۰۰	۱۶
⑨ مضامین قرآن	میر محمد حسین	۰۰	۵۴
⑩ سید مودودی، دعوت، تحریک	سید اسعد گیلانی	۰۰	۴۴
⑪ دعوتِ اسلامی اور مسلمانوں کے فرائض	میاں طفیل محمد	۲۵	۶
⑫ ہند و پاکستان میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم و تربیت	پروفیسر سید محمد سلیم	۰۰	۱۷
⑬ نویدِ سحر	انوار الحق سبحی	۵۰	۱۳
⑭ علم و عمل۔ تربیت گاہوں میں اجتماعی مطالعہ کا نصاب	مرتبہ عاصم نعمانی	۰۰	۱۲

زیرِ طبع کتب

① اسلام کا نظامِ تربیت	محمد قطب	۵۰-۲۵
② داستان انبیاء و رسلؑ حصہ اول، دوم	سید ابوالاعلیٰ مودودی	
③ فصاحتِ نبوی	پروفیسر ظہور اطہر	
④ فقہ الزکوٰۃ	علامہ یوسف قرضاوی	
⑤ اسلام کا فوجداری قانون حصہ دوم	عبدالقادر عودہ شہیدؒ	
⑥ محمد صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا سے غارِ ثور تک	علی اصغر چوہدری	
⑦ تاریخ ملتِ اسلامیہ حصہ دوم (کافی اضافوں کے ساتھ)	ثروت صولت	
⑧ توحید اور شرک کا مختلف مذاہب میں تصور	سید حامد علی	
⑨ حضرت ابوبکر صدیقؓ	غلام ربانی عزیز	
⑩ بدایۃ المجتہد	ترجمہ ساجد الرحمٰن صدیقی	
⑪ مجلۃ الاحکام العدلیہ	"	
⑫ الاحکام السلطانیہ	"	